

سَفَرُ الْعِشْقِ

يَعْنِي قِصَّةَ

سَيْفُ الْمَلُوكِ وَبَدِيعُ الْحِمَالِ

مصنف

عارف کاہن
میان محمد بخش صاحب

مترجم

چودھری محمد انور بسرا

PDFBOOKDFTRR.PK

ہجویری بک شاپ

گنج بخش روڈ اٹاڈر بارلا ہور 0344-4123924



سَفَرُ الْعِشْقِ

يَعْنِي قِصَّةَ

سَيْفِ الْمَلُوكِ وَبَدِيعِ الْحِمَالِ

مصنف

عارف کامیل
میان محمد بخش صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

چودھری محمد انور بسرا

ہجویری بک شاپ

گنج بخش روڈ اتادری بارلاہور 0344-4123924



خاندان میں منصب سجادگی:

حضرت جناب شمس الدین صاحب والد ماجد حضرت قبلہ مرحوم، غوث روزگار تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے جو نکل جاتا وہ اسی طرح ہوتا۔ آپ کے حالات بیان کرنے کے واسطے علیحدہ دفتر چاہیے۔ حضرت قبلہ مرحوم نے کتاب تذکرہ مقیمی میں جو زبان فارسی تصنیف فرمائی ہے، اس میں مفصل کرامات آپ کی معہ اوصاف تحریر فرمائے ہیں۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ صاحبزادہ کلاں حضرت میاں بہاول بخش صاحب جو بعد انتقال حضرت والد ماجد، سجادہ نشین دربار قرار پائے۔ دوسرے صاحبزادہ آپ کے حضرت میاں محمد بخش صاحب ابدال، تیسرے حضرت میاں علی بخش صاحب تھے۔ حضرت میاں بہاول بخش و میاں علی بخش صاحبان کی اولاد ان کی وراثت پر قائم ہے اور حضرت قبلہ جناب میاں صاحب نے تمام عمر شادی نہیں کی۔ بحالت تجرید و تفرید کی تمام جائیداد جدی سے دست بردار ہو کر تعلقات دنیاوی سے کنارہ کشی اختیار کی۔

بیعت:

ابتداءً عمر میں بعد تکمیل تحصیل علوم ظاہری کسی کامل کی تلاش میں نکلے۔ دور دراز مقامات کا سفر کیا۔ اس وقت کے مشہور مشائخ سے جا کر ملاقات کی۔ پنجاب کے شہروں میں اکثر مقامات متبرکہ پر مرقبہ کرتے رہے۔ ہر ایک ولی سے جو اس وقت بقید حیات تھا استفادہ کیا۔ اور اس امر کے منتظر تھے کہ کس سلسلہ میں کس بزرگ سے اپنا تعلق مریدی پیدا کریں۔ ایک رات بعد استخارہ درمیان خواب و بیداری حضرت جناب غازی قلندر پیر دمزی والد صاحب نے آپ کا بازو پکڑ کر ارشاد فرمایا۔ اے فرزند تو میرا مرید ہے اور میں تیرا پیر ہوں، سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت ولی کامل پیر سائیں غلام محمد صاحب میرے روحانی فرزند سے بمقام کلروڈی ظاہری شرائط پر بیعت کر لو۔ حضرت سائیں غلام محمد صاحب مرید بابا بدوح صاحب ابدال کے اور بابا بدوح مرید میاں حاجی صاحب بگا شیر ساکن درکالی شریف اور حاجی صاحب مرید پیر پیر شاہ غازی قلندر دمزی والا کی ہے۔ ہر ایک صاحب کے حالات و کشف کرامات خارق عادات اگر جدا جدا لکھے جائیں تو ایک ایک دفتر جدا گانہ ہو سکتا ہے۔ خاکسار کو صرف حضرت قبلہ میاں صاحب کی سوانح عمری کے چند واقعات لکھنا مطلوب ہیں۔ الغرض آپ کو جب خواب میں یہ ارشاد ہوا تو کمال ولولہ اور شوق سے پیر کے دروازہ تک پہنچے۔ حضرت سائیں غلام محمد صاحب کامل و اکمل صاحب کشف و کرامات ولی تھے۔ دنیا و مافیہا سے کنارہ کش رہ کر صرف یاد حق میں مصروف تھے۔ ریاضت و مجاہدہ میں شب و روز بسر کیا کرتے عام صوفیوں کی طرح پیری مریدی کا طریق اختیار نہ کیا آپ بڑے معزز خاندان اہل حکومت کے رکن تھے۔ مال و متاع دنیاوی کو ترک کر کے پیر کے قدموں میں اوقات بسر کرتے۔ خاندانی امیر تھے لیکن عیش و عشرت اور دنیاوی خواہشات کو پامال کر دیا تھا۔ جب حضرت قبلہ نے جا کر قدم بوسی کی اور اپنا مدعا ظاہر کیا اور نیز حضرت قلندر صاحب کا ارشاد جو بحالت خواب ہوا تھا، عرض کیا تو آپ نے فرمایا چند روز صبر کرو۔ بعد چند روز دوبارہ عرض کیا تو وہی جواب ملا۔ غرض اسی طرح چند سال گزر گئے۔ حضرت قبلہ کا اضطراب زیادہ ہوتا گیا۔ دن رات بے چینی رہتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اس انتظار میں جو تزکیہ ہوتا گیا۔ وہ کسی اور دریافت سے نہ ہوا۔ ایک مبارک روز میں حضرت قبلہ کو پیر بدوح شاہ صاحب کے مرقد مبارک کے قریب لا کر اپنی بیعت سے سرفراز فرمایا۔ تکمیل شرائط بیعت کے بعد ارشاد ہوا کہ شیخ احمد ولی جو اس وقت قطب مدار تھے۔ ان سے کشمیر میں جا کر ملاقات کرو۔ ان کے پاس جو نعمت باطنی میں سے آپ کا حصہ امانت رکھا ہے حاصل کرو۔ بموجب فرمان پیر پاپیادہ صرف ایک کنبل اوڑھے ہوئے کشمیر روانہ ہوئے۔ راستہ میں کشمیر سے واپس آنے والے مسافروں سے یہ کہتے ہوئے سنتے کہ وہ شیخ احمد صاحب ولی کی زیارت کے واسطے ملتان اور دیگر مقامات سے سفر کر کے آئے۔ دو تین ماہ تک کشمیر میں قیام کیا اور حضرت شیخ کی تلاش میں سرگرم رہے مگر اب مایوس ہو کر اور بحالت ناکامی واپس جا رہے ہیں

مترجم کے مختصر حالات حیاتی

نام	:	چودھری محمد انور بسراء۔
والد کا نام	:	چودھری حسین بخش (مرحوم)
قوم	:	جٹ ذات بسراء۔
تاریخ پیدائش	:	چودھہ اگست ۱۹۲۷ء بروز جمعہ تالیسویں رمضان المبارک
ضلع پیدائش	:	سیالکوٹ موجودہ ضلع نارووال۔ گاؤں راؤ کے نزدگاؤں رتیاں بڈھاڈھولہ رعنیہ خاص روڈ
اولاد	:	دو بیٹے۔ محمد یوسف بسراء اور عامر سعید بسراء
تعارف	:	آرمی سے تعلق رہا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگیں لڑیں مشرقی پاکستان میں لڑائی لڑی لیکن قید نہ ہوا کیونکہ میری پلٹن بلوچ رحمنٹ عین لڑائی میں ہی واپس آگئی تھی۔ جونیئر کمیشنڈ آفیسر کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوا۔ اب خدا کا شکر ہے زندگی کی عصر ہو چکی ہے نہ جانے کب شام ہو جائے گی۔
موجودہ پتہ	:	گلی نمبر ۱، مکان نمبر ۱۹ ماڈل کالونی فردوس مارکیٹ گلبرگ III لاہور

شاعری کی شائع شدہ کتابیں

- ۱- قصیدہ بردہ شریف : پنجابی منظوم ترجمہ فیصل آباد سے شائع ہوئی۔
- ۲- آمنہ دالعل : حضور کی شان میں نعتوں کا مجموعہ۔ لاہور سے شائع ہوا۔
- ۳- بند یا بن بندہ : بندے تیری بنیاد کیا ہے۔ کیا کر رہا ہے اور انجام کیا ہوگا۔ لاہور سے شائع ہوئی۔

اشاعت کے لیے تیار کتابیں

- ۱- اردو نثری ترجمہ : کلام جناب بابا فرید گنج شکر
- ۲- اردو نثری ترجمہ : کلام جناب بابا بلہا شاہ
- ۳- اردو نثری ترجمہ : کلام جناب شاہ حسین
- ۴- اردو نثری ترجمہ : کلام جناب غلام فرید مٹھن کوٹی
- ۵- پنجابی لغت ۱۰ ہزار صفحات پر مشتمل پنجابی سے اردو ان شاء اللہ جلد شائع ہوں گی۔

دیباچہ

رب کائنات نے دنیا میں بڑی خوبیوں کے مالک بندے پیدا کیے ہیں۔ جن میں کچھ بندوں کو شعر و سخن کی خوبی اسی کی عطا کردہ ہے۔ زمانے کی مختلف زبانوں کے شعراء حضرات نے شعرا لکھے۔ جن میں ایک پنجابی زبان بھی ہے۔ پنجابی زبان کے بڑے بلند پایہ صوفی شعراء حضرات ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ لوگوں تک اپنا پیغام پہنچایا بلکہ اپنی شاعری کے ذریعہ لوگوں کی کوتاہیاں اور گن بھی بیان کیے۔ ان میں چند بڑے بلند پایہ شاعر حضرات میں حضرت بابا فرید گنج شکر حضرت سلطان باہو صاحب حضرت بابا بلجھا شاہ صاحب حضرت شاہ حسین جناب حضرت غلام فرید مٹھن کوٹی صاحب۔ جناب سید وارث شاہ صاحب جناب سید ہاشم شاہ اور جناب حضرت میاں محمد بخش صاحب کھڑی شریف والے جناب مولوی غلام رسول صاحب عالم پوری اور دائم اقبال دائم واسو والوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ مجھے بچپن سے ہی اپنی مادری زبان پنجابی سے پیار ہے اور خاص طور پر میاں محمد بخش صاحب کے کلام سے بڑا لگاؤ رہا ہے اور جبکہ موجودہ وقت میں لوگوں کا کتاب کی طرف رجحان بہت کم ہو گیا ہے اور خاص طور پر پنجابی پڑھنے والوں میں دن بدن کمی ہوتی جا رہی ہے۔ ہماری اگلی نسل کو اپنی ماں بولی سے بالکل دلچسپی ہی نہیں رہی ہے اور اس زبان کے دشمن بھی اسے ختم کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔ تو ایسے حالات دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ میاں محمد بخش کے کلام کا اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ تاکہ جو لوگ پنجابی پڑھ یا سمجھ نہیں سکتے وہ اردو ترجمہ سے ان کے کلام کا مطلب سمجھ سکیں کہ میاں صاحب نے کیا فرمایا ہے۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ میاں صاحب کے کلام کا ضرور ترجمہ کروں گا لیکن ضعیفی اور عارضہ قلب آڑے آ رہا تھا اور بینائی کی کمی بھی پریشان کرتی تھی لیکن پکے ارادے اور دلی عشق کے سامنے باقی تمام مجبوریوں ہار گئیں۔ لگن اور عشق جیت گیا اور میں نے آپ کے کلام کا اردو نثری ترجمہ کر دیا اور خداوند تعالیٰ نے میری مدد کی۔ دوستوں میں کوئی عقل کل نہیں ہوں ایک خطا کار انسان ہوں۔ مجھ سے بھی کافی غلطیاں ہوئی ہوں گی لیکن میں نے اپنی عقل اور شعور کے مطابق اپنی پوری کوشش کی کہ ان کے کلام کا مطلب لوگوں تک پہنچاؤں۔ میں نے آسان اردو میں ترجمہ کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ اختصار سے کام لیا جائے اور لوگوں کی سمجھ میں بات بھی آجائے۔ اگر میں اپنا اردو سیدھا کرنے کے لیے لمبی تحریر کرتا تو اس کتاب کی کئی جلدیں بن سکتی تھیں کیونکہ میاں صاحب کے ایک شعر کی تشریح کی جائے تو ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ میں نے مختصر لیکن شعر کا مطلب ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی ہے لیکن اب بھی کتاب ہزار صفحات کی تقریباً ہوگی اور اس کے لیے میرے چند دوستوں نے اس کام کی فرمائش بھی کی تھی۔ جن میں محمد جمیل عرف گرو جی محمد فضل عرف ساگر صاحب محمد ریاض قیصر محمد شکیل لاہور شہباز دانش صاحب اشفاق صاحب طاہر نارووال۔ بشیر کمال شکر گڑھ اور مجھے حوصلہ دینے والوں میں ایک پیارا محمد شفیع کوٹ مرزا جان کامونگی گجرانوالہ شامل ہیں۔ میرے بڑے پیارے دوست نصیر حسین ساگر پوری

نہیں پڑتا وہ ہمیشہ بے نیاز ہے۔

فرشتے ہمیشہ اس کے آگے گونگے ڈورے بنے رہتے ہیں کسی کی مجال نہیں اُف بھی کرے اس کے دروازے پر اچھی عادت والے عاجزی سے گرتے ہیں اس کے در پر جھکتے ہیں۔

ہر گھرے کو خود سہارا دیتا ہے وہ تمام گناہ بخشنے والا ہے اس نے کلام کرنے کے لیے زبانیں دیں اور کلام میں صفائیاں دیں (اچھی باتیں)۔

جس نے اس کے دروازے سے منہ پھیرا وہ ہر دروازے سے دھتکارا جاتا ہے اسی کو اس نے عورت اور شان دی جو اس کے سامنے جھکا جس نے عاجزی اختیار کی۔

بادشاہوں کے بادشاہ اس کے آگے خاک میں چہرہ ملتے ہیں منہ مٹی پر رگڑتے ہیں وہاں جو پاک صاف ہیں وہ بھی اسی کی درگاہ میں اپنے آپ کو گنہگار کہلاتے ہیں۔

منکروں باغیوں کی اسی وقت جلدی سے پکڑ نہیں کرتا اور معذوروں کو اپنے غضب سے اٹھا نہیں لیتا ہے ہر کام وہ اپنے وقت مقررہ پر کرتا ہے۔

اگر ہمارے برے کام گناہ دیکھ کر ناراضگی کرتا ہے تو اس کے سامنے جھک جانے سے توبہ کرنے سے فوراً مہربان ہو کر بخش کر دیتا ہے وہ بڑا مہربان ہے۔

جو بیٹا ہمیشہ ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے ساتھ اولاد والا پیار نہیں رہتا کہتے ہیں یہ لڑکا کیوں نہیں مرتا ماں باپ اس سے تنگ ہوتے ہیں۔

جس بھائی پر اس کے بہن بھائی راضی نہ ہوں اس کی گھر آئے کی بھی عورت نہیں کرتے اس کی ہوا کو بھی تلواریں مارتے ہیں اسے پسند نہیں کرتے ہیں۔

صُمُّ بُكْمٌ رهن فرشتے کس طاقت دم مارے در اس دے پر عاجز ہو کے ڈھیندے بزرگ سارے

ہر ڈھٹھے نون ہتھی دیندا بخشن ہار خطائیاں دتیوس سخن زبانان اندر سخناں وچ صفائیاں

ہر در توں درکارن ہوندا جو اس در تھیں مڑیا اوسے دا اس شان ودھایا جو اس پاسے اڑیا

بادشہاں دے شاہ اس آگے منہ ملدے وچ خاکاں اوگنہار کہایا اوتھے سچیاں صافاں پاکاں

مغزوراں نون پکڑ نہ کردا اوسے وقت شابی معذوراں نون چکے نایں کر کے قہر خرابی

جیکر خفگی کرے آساں پر تک کے کناں بڑیاں بخش کر کے مہریں اوسے پھیر اودھے در اڑیاں

ماؤ پیو دی بے فرمانی جو بیٹا نت کردا فرزندى دا پیار نہ رہندا کہن کویں ایہ مردا

سخن بھین بھرا نہ ہوون راضی جس بھراواں گھر آئے دا کرن نہ آدر کپن اودھیاں واؤں!

جو غرور اور تکبر کرتے ہیں ان کے غرور کو توڑ دیتا ہے اور غریبوں کا مددگار اور پہاڑوں میں سیمرغوں کو ان کی خوراک ہاتھی کھانے کے لیے دیتا ہے۔

مہربانی اور اپنی رحمت کر کے تمام کے کام بناتا ہے تمام مخلوق کا وہ محافظ ہے سب کی رکھوالی کرتا ہے تمام راز وہ خود جانتا ہے ہر بھید اسے معلوم ہے۔

تمام تعریفیں اسی کے لیے ہی وہ ہمیشہ بے نیاز ہے اسے کچھ پرواہ نہیں ہے کچھ کو خوش نصیبی کا تاج پہنا دیتا ہے کئی ایک کو برے فکروں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

میرے عیب پر پردہ ڈالتا ہے اور میرے اچھے کام ظاہر کرتا ہے جب اپنی مہر تقسیم کرتا ہے اس وقت کوئی باہر نہیں رہتا سب پر تقسیم کرتا ہے سب پر اپنی مہربانی فرماتا ہے۔

ہر ایک مسکین پر اپنی مہربانی فرماتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے بن مانگے لاکھ عطائیں کرتا ہے وہ دلوں کے بھید جاننے والا مالک جہاں ہے۔

ہر کوئی اس کے دروازے کا محتاج اسی کے در سے مانگنے والا ہے اور اس کے کئے پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا ہے وہ جو چاہے کرتا ہے۔

وہ ہمیشہ نیکی کرتا ہے اور نیکی ہی اسے اچھی لگتی ہے وہ برائیاں بھی دیکھ کر بخش دیتا ہے جب بخشے پر آتا ہے وہ مالک کل ہے۔

سورج اور ستارے ایک قطارے اونٹوں کی طرح ہیں جو مشرق سے مغرب کی جانب چلتے ہیں زمین کی مٹی کو ثابت اٹھا رکھتا ہے اس نے پانی کے اوپر تہیں بنا دی ہیں۔

پہلے پہل زمین کا پتی تھی ڈولتی تھی ادھر ادھر حرکت کرتی تھی رب تعالیٰ نے پہاڑوں کی سیخیں لگا دیں کیل لگا دیئے تاکہ زمین

مان کریندیاں مان ترورے مسکیناں دا ساتھی
کوہ قافاں وچ روزی دیندا سیمرغاں نوں ہاتھی

لطف کریندا کرم گنندہ ہر دے کام سنوارے
سبھ خلقت دا رکھا اوہو بھیت پچھانے سارے

سبھ وڈیائی آس نوں لائق بے پرواہ ہمیشہ
ہکناں تاج سعادت دیندا ہکناں بد اندیشہ

عیب میرے پر پلا دیندا ہنر کریندا ظاہر
جدوں کرم دا واڑا کردا کوئی نہ رہندا باہر

ہر عاجز پر رحمت کردا کرے قبول دعائیں
بن منگے لکھ دان دوائے محرم دل دا سائیں

ہر کوئی محتاج اوسے دا منگن ہارا در دا
ہرگز کیتی آس دی آتے انگل کوئی نہ دھردا

دائم نیکوکاری کردا نیکی اس نوں بھاوے
بدیاں بھی پھر بخش گزردا جاں رحمت پر آوے

سورج تارے اوٹھ قطارے مشرق مغرب جانڈے
خاک زمین دی ثابت رکھدا پانی تے تھر بانڈے

دھرتی پوند ڈولاندی آبی ایڈھر ادھر ہو کے
حکمت نال لگائیوں محکم کوہ قافاں دے کوکے

کے پیغام آگئے۔

جبرئیل علیہ السلام انہیں کے قاصد بن کر آئے آپ کو بلانے آئے اور گھوڑا سواری اور پوشاک لائے۔ پیغام لائے اے محبوب آئیے مجھ سے ملنے۔ تیرے لئے قربت کم نہیں ہے۔ آپ میرے قریب آئیے۔

ہر پل ہمیں آپ کا انتظار ہے اور آج ملاقات کی شب آگئی ہے بڑی شان سے بلایا گیا عزت دے کر اپنے محبوب کی عزت فرمائی ہے اور جبرئیل کو بھیج کر بلایا ہے۔

تختی قلم آسمان اور زمین جنت اور جہنم تک کرسی اور عرش معلیٰ دیکھیں۔ تمام جگہوں کی سیر کریں۔ آپ سے کوئی چیز چھپائی نہیں جہاں چاہیں جائیں۔

آپ کی عزت شان و شوکت اور آپ کا ملنا ملاقات اے پیارے حوریں اور ملائک دیکھیں۔ اور ساتھ ہی تمام انبیاء کی روئیں آپ کو سلام پیش کریں (سلامتی دیں)۔

دوزخ جنت اور آسمانوں پر جو رب تعالیٰ کی مخلوق بستی ہے آپ کے پاک دیدار کا نظارہ دیکھنے کے لیے ہر ایک روح یعنی دل ترس رہا ہے۔

میرے پیارے محبوب کا حسن دیکھ کر تمام قربان ہو جائیں آپ کی بزرگی آپ کی خوش نصیبی دیکھ کر تمام میرا شکر بجالائیں میرا شکر ادا کریں۔

وہ شاہ عرب حبیب خدا براق پر سوار یعنی اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے۔ محبت کی واگ اٹھائی اور اپنے مطلوبہ راستے کی جانب چل دیئے۔

تخفے ہدیے اور نذرانے لے کر تمام انبیاء کی روئیں آگے راستے میں کھڑی ہیں دیدار کی منتظر ہیں اور خدمت کے لیے تمام اولیاء اللہ کمر بستہ کھڑے ہیں۔

وحی وکیل لیا یا سدا نالے گھوڑا جوڑا
آملیئے ہک جوڑ محمد تینوں قُرب نہ تھوڑا

ہر دم سبک تباہی سانوں آئی رات ملن دی
سز گھلیوں وڈیائی دے کے عزت ودھی سجن دی

لوح قلم اسماناں زمیاں دوزخ جنت تائیں
گرسی عرش معلیٰ دیکھیں سیر کریں سبھ جائیں

عزت قُرب تباہا دیکھن حوراں ملک پیارے
نالے روح نبیاں سندے ہون سلامی سارے

دوزخ جنت وچ آسماناں جو خلق اللہ و سدی
پاک جمال تباہے کارن ہردی جان تر سدی

دیکھ جمال حبیب میرے دا صدقے صدقے جاوون
شرف سعادت پاوون سارے شکر بجا لیاوون

ہویا سوار براقے آتے اوہ سلطان عرب دا
چائی واگ محبت والی ٹریا راہ طلب دا

لے لے نذراں ملدے آگوں روح تمام نبیاں
خدمت اندر حاضر ہوئے بدھے لک ولیاں

میرے مرشد ماکل سمیت اس عشق کے بحر میں میری کشتی کو ترانا پار لگانا۔ میرا عاجز اور مسکین کا خاتمہ بالا ایمان کرنا۔ ایمان کی حالت میں اس دنیا فانی سے لے جانا۔

چاہے میرا سوال رد کر دیں چاہے اسے قبولیت بخش دیں۔ لیکن میں نے دنیا اور آخرت میں رسول ﷺ کی آل کا دامن پکڑا ہوا ہے۔ میں اسی کے گھر کا سوالی ہوں۔

اے خدائے بزرگ و برتر کے پیارے نبی جو کچھ آپ کو رب تعالیٰ نے شان عظیم عطا کیا ہے۔ ایک ذرے کے برابر بھی کم نہیں ہوتا ہے بلکہ اور زیادہ بلند ہوتا ہے۔

آپ کے ذریعہ سے آپ کی شفاعت سے ہم گنہگاروں کو بھی جنت نصیب ہو جائے ہم بھی جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپ کی مہر اور دیا مبارک آپ کی پاک جناب سے عطا ہو جائے۔

اور کسی کے پاس کوئی نیکی ہوگی سفر آخرت یعنی قبر کے لیے کسی کے پاس کوئی اعمال ہوں گے۔ میرے لیے آپ کا اسم مبارک اور محشر کے لیے زیور ہے۔ میرے پاس بس یہی ہے۔

اپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہ طاقت عطا کی ہوئی ہے تمام امت کو بخش دینا۔ اے آقا طاقت ہوتے سوال کو رد نہ کرنا۔ نبی کریم ﷺ ہی کہلانا۔ آپ ہی شافی محشر ہیں۔

دوست دشمن برا بھلا اگر آپ کا سوالی ہو تو مہربانوں کے دروازے سے کبھی کوئی حاجت میں خالی نہیں لوٹتا ہے۔

میں نے آپ کے سامنے اپنا دامن پھیلا رکھا ہے مجھے مسکین کو خیر عطا کیجئے۔ میں گنہگار بڑا بے کس ہوں بے سلیقہ ہوں۔ اے نبی ﷺ کریم میری بخشش کروانا۔ میرا شافی ہونا۔

میں نے آپ کی بڑی نافرمانی کی ہے آپ کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک گیا ہوں آپ کی سنت پر نہ چل سکا واسطہ اللہ کا میری بے ادبی بخش دیجئے۔ میرے کئے گناہوں پر میری پکڑ نہ کرنا۔

پیر سنے وچ نیر عشق دے بیڑا میرا تاریں میں عاجز مسکین بندے نوں نال ایمانے ماریں

توڑے رد سوال کر لیں توڑے عرض قبولے میں بھی دو ہیں جہانی پھڑیا دامن آل رسولے

یا نبی اللہ بے کجھ دتا قدر تینوں رب والی ذرے جتنا گھٹدا نایں ہتھوں ہوندا عالی!

او گنہبار طفیل تساڈے ایس بہشتیں جائے رحمت آتے لقاء مہر دا پاک جنابوں پائے

ہور کسے کجھ نیکی ہوسی توشہ خرچ قبر دا مینوں بکو نام تساڈا گہناں روز حشر دا

تینوں قوت بخشی مولیٰ سبھ خلقت بخشاویں ہوندے زور سوال نہ موڑیں نبی کریم کہاویں

دوست دشمن چنگا مندا بے کوئی ہوئے سوالی بکذ کریمیاں دے در اتوں مر آوے ہتھ خالی رکھی جھول تساڈے آگے پاؤ خیر یتیمیاں او گنہبار گوجھیں بھریا بخشیں نبی کریمیاں!

کیتی بے فرمانی تیری بھلا پھریوس راہوں نام اللہ دے بخش بے ادبی نہ کر پکڑ گناہوں

آپ کی شان و شوکت کے لائق میں کوئی بات کرنے کے قابل نہیں ہوں میں آپ کی شان بیان نہیں کر سکتا۔ جبکہ رب جلیل آپ کو طہ اور یس کے اسم مبارک سے کو پکارتا ہے۔

مخلوق میں آپ کو بڑی شان اور عزت بخشی ہے کہ میں کیا صفت کیسے بیان کروں۔ آپ کی آل اور صحابہ اجمعین سمیت ہمیشہ درود پاک پڑھ کر بھیجتا رہا ہوں۔

آپ کی آل اور اولاد کا میں مانگنے والا بھکاری مسکین ہوں۔ محشر میں بخشش کا خیر عطا کرو حضرت میرا شاہ گیلانی کا صدقہ سمجھ کر اس غریب کی جھولی میں خیرات ڈالئے۔

مرجبا اے شہنشاہوں کے شہنشاہ حضرت میراں سرکار دونوں

سخن نہیں کوئی ہوندا میں تھیں تیری شان قدر دا ظہ تے یسین الہی صفت تساوی کردا

بہت عزت لولا کی تینوں کی میں صفت سناواں آل اصحاب سمیت سلاماں ہور درود پچاواں

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زبانی پاؤ خیر محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانی

درمدح جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی

جہاں کے سردار ہیں۔ حضرت غوث الاعظم تمام پیروں کے پیر اور رب سبحان تعالیٰ کے پیارے ہیں۔

حسب نسب کی طرف سے یعنی ننھیال دھدیال کی طرف سے شان بالا رکھتے ہیں۔ آپ انبیاء سے کم نہیں رہے ہیں۔

انبیاء کو وحی کے ذریعے سلام اور پیغام آتے رہے ہیں ایک نامحرم وحی نے حضرت میراں کو ایسے راز بتائے ہیں ایسے پیغام پہنچائے ہیں۔

آپ کو نانویں نام عطا کیے اور یہی آپ کے لیے حکم فرمایا۔ اسم اعظم آپ کا ہی نام مبارک ہے جس نے بھی پڑھا ذکر کیا اسی کو اس کا ثمر حاصل ہوا ہے۔

آپ نبی پاک ﷺ اور جناب علیؑ کی اولاد سے ہیں اور صورت اور خوبیاں انہی کی عطا کردہ ہیں۔ آپ کا نام لینے سے لاکھ گناہ

واہ وا میراں شاہ شہاں دا سید دوہیں جہانی غوث الاعظم پیر پیراں دا ہے محبوب ربانی

نانک داوک دلوں اچا سچا حسبوں نسنوں نیماں نالوں گھٹ نہ رہیا ہر صفتوں ہر وسبوں نیماں نوں رب دلوں آندے وحی سلام سنیسے وحی نہ محرم میراں تائیں دنے بھیت اجیسے

نام نرنویں اوس نوں بخشے حکم ایہو فرمایا اعظم اسم تساواں ناناواں جس پڑھیا پھل پایا!

آل نبی اولاد علیؑ دی سیرت شکل آنہاندی

نام لیاں لکھ پاپ نہ رہندے میل اندر دی جاندی

سے برساں دے موئے جوائے ننگے نیر وگائے
کھتھے روح فرشتے ہنتھوں لکھے لیکھ مٹائے

غوثاں قطباں دے سر میراں قدم مبارک دھریا
جو دربار انہاں دے آیا خالی بھانڈا بھریا

نبیاں تے جد اوکڑ آئی روح میراں دا پُہتا
مشکل حل کرائی ہر دی قرب شاہاں دا بُہتا

اوس محبوب الہی جیسا جگ پر سخی نہ کوئی
مُت نمونہ سُن خرداروں ہک دن کیسی ہوئی

ڈیگر ویلے بکس مریدے کیتی عرض ضروروں
یا حضرت آج کوئی سخاوت ڈٹھی نہیں حضوروں
باطن اندر کیتی سایاں سانوں نظر نہ آئی!
یا کوئی ہور اسرار اچہا جس دیہاڑ لنگھائی؟

حضرت نے فرمایا شخصاً جے لکھ باطنی کیتی
لیکن تاں نہ ڈٹھی کوئی جو بیٹی سو بیٹی

ظاہر بھی کچھ دساں تینوں پلک نہ جاندا خالی
ایہو جیہی ہمیش سخاوت کھردے روز سواں

معاف ہو جاتے ہیں اور دل کی کدورت نہیں رہتی ہے۔

سینکڑوں برسوں کے مردے زندہ کر دیئے اور خشک دریاوں
میں پانی بہا دیا دوبارہ بہا دیئے۔ ملک الموت کے ہاتھ سے
روح چھین لیے اور لکھے ہوئے نصیب مٹا دیئے (بدل دیئے)
ہر غوث قطب کے سر پر جناب میراں نے اپنا قدم مبارک رکھا
تب اسے ولایت ملی۔ جو بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا
اس کے خالی برتن کو بھر پور کر دیا۔ کوئی خالی نہ لوٹا یا۔

انبیاء علیہ السلام پر جب بھی مشکل آئی حضرت میراں کا روح
مبارک اسے حل کرانے پہنچ گیا تمام کی مشکل حل کرادی اور
شاہوں کا بہت زیادہ قرب حاصل کیا بڑائی عزت افزائی فرمائی۔
اس محبوب الہی جیسا جہان میں اور کی فیاض سخاوت کرنے والا
کوئی نہیں ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ منھی کے برابر گدھے کا بوجھ
تھا یعنی بہت کم بار خر تھا۔

بوقت عصر آپ کی خدمت میں اقدس ایک مرید نے عرض کی
اے حضرت آج آپ کو کوئی سخاوت کرتے ہم نے نہیں دیکھا۔
حضور اگر آپ نے کوئی پوشیدہ کی ہے جو ہمیں نظر نہیں آسکی یا اور
کوئی ایسا راز ہے جس میں آج کا دن گزار دیا ہے کسی ایسے بھید
میں روز گزر گیا ہے۔

جناب حضرت میراں نے فرمایا اے بندے اگر پوشیدہ لاکھ بھی
کی ہیں لیکن انہیں تم نہیں دیکھ سکے وہ جو بھی وقت گزر گیا سو گزر گیا
ہے اسے نہ دیکھئے۔

میں ظاہر بھی تمہیں کچھ دکھاتا ہوں کہ ایک لمحہ بھی خالی نہیں جاتا
ہے۔ ایسی سخاوت ہمیشہ سواں لے جاتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ
بھیک لیتے رہتے ہیں۔

کوئی ایک سو چالیسی ایسے گنہگار مجرم اور چن چن کر برے لوگ
لاؤ۔ ہمارے نظروں کے سامنے لاؤ۔ ایک پل بھی دیر نہ کرو۔ فوراً

سے: سینکڑوں۔ دیہاڑ: دن، روز۔ باطن: پوشیدہ۔ بیٹی: گذری۔ کھردے لیے جاتے۔

خوشحال پیارے خاص دوست تیرے دروازے پر ایک کتا
سویا ہوا ہے کتوں کا بھی میں ہر کارہ نکما آپ کے غلاموں کا بھی کتا
ہوں (میاں صاحب عاجزی ظاہر کرتے ہیں)

میں اس کے دروازے پر ہوں جس کے سر پر آپ کی پگری
ہے خیر خیرات بیٹھا کھارہا ہوں جو بھی یہاں تقسیم کیا جاتا ہے۔

نہال عزیز مصاحبی لائق در تیرے سگ سنا
کتیاں دا بھی نفر نکارا نفران پنچھے کتا

جس سر ہے دستار ساڈی میں بھی اس دے در تے
خیر خیرایت بیٹھا کھاناں بے کجھ پھاندا ورتے

در بیان مدح سجادہ نشین حضرت پیر مرشدی و باعث تصنیف کتاب میگوید

میرے کلام کی وہ قدر کرتے ہیں داد دیتے ہیں شعر سن کر خوش
ہوتے ہیں۔ جسے وہ پرکھ کر پسند کرتے ہیں وہی تحریر کے لائق
سمجھا جاتا ہے اور میں وہی تحریر کرتا ہوں۔

شعروں میں ان کی عادت انکا مزاج بال کو بھی بندھ دیتا ہے
اس وقت اس موجود کی یعنی ان سے زیادہ کوئی پرکھنے والا
نہیں ہے۔ وہ بال کی بھی کھال اتار جاتے ہیں۔

اللہ جانتا ہے ایسی قدر شای ان جیسی قدر شای کس کو ہے۔ بھید کو
جانتا ہے معنی جانتا ہے جس میں یہ خاصیت موجود ہے۔

کبھی عبادت میں مشغول کبھی انصاف میں خود فارغ ہی نہیں
ہوتے ساتھ ہی نازک طبیعت برداشت نہیں کرتی اس لیے
اپنے گلے ایسا فکر نہیں ڈالتا ہے۔

مجھ سے یہ کام ہوتا دکھائی نہیں دیتا ہے۔ اسے وہ خود کریں تب ہوگا اگر وہ
کوئی شعر کہیں تو ایسے ہی ہے جیسے قیمتی موتی لڑی میں پرود دیتے ہیں۔

خوب صورت اور خوب سیرت اور بانٹنے کا طریقہ خوب جانتے
ہیں۔ ان کا مقدس اسم مبارک خوبیاں بخشنے والا ہے۔

سُخناں دی اوہ قیمت پاوے شعر میرے خوش لیندا
اوس صراف آگے جو تر دا سو خزانے پیندا

شعراں وچ طبیعت اس دی کردی وال شکافی
اس زمانے اس نقد دی اس پر تم صرافی

اللہ بھادے قدر شای اس جیہی آج کس نوں
رمز پچھانے معنے جانے ایہ تاثیراں جس نوں
کدے عبادت کدے عدالت آپ نہ ہوندا واندا
نالے نازک طبع نہ جھلدی فکر نہیں گل پاندا

ناں ایہ کم دسیندا مینوں آپ کرے تاں ہوندا
بے کوئی سخن کرے تاں اوہ بھی در یتیم پرودنا

صورت خوبی سیرت خوبی، خوبی ورتن چالا
تاں ہی نام مبارک اس دا خوبی بخشن والا

شکل و صورت میں یوسف علیہ السلام ثانی شان و شکست سکندر جیسا
عدل و انصاف نوشیرواں جیسا سلیمان علیہ السلام جیسا حکمران اور
حاتم طائی کی طرح بڑا سخی تھا۔

بڑا عبادت گزار اور بادشاہوں میں اعلیٰ مقام رکھنے والا شاہ محمود
کے نام سے زمانے میں مشہور تھا۔ اس کے نام کی دور دور تک
زمانے میں شہرت تھی۔

ایک اچھا انسان بڑا عالم ہنرمندوں کی قدر کرنے والا۔ جیسا کسی کا
کام ہوتا اس کے مطابق ہر ایک کو دولت و زر کاروزینہ دیتا تھا۔
شاعر کتابت کرنے والے حافظ قرآن عالم زاہد اور تمام صوفیائے
کرام اور نادار مفلس لوگ اسی سے روزی روٹی کے لیے انعام
اور جاگیریں حاصل کرتے تھے۔

ہر جگہ پر شہانہ تحفے نذرانے عطیات و وظائف دیتا تھا فقراء علماء
درویشوں کے ساتھ بڑا سچا دوست اور خدمت گار تھا۔ ان لوگوں
کی قدر کرتا تھا۔

کوئی شاعر حضرات لکھاری شاعری اس کے پاس ہمیشہ موجود
رہتے تھے۔ شعر کلام عجیب قصے کہانیاں ہمیشہ اسے سناتے رہتے
تھے۔ اس کے دربار میں ایسے لوگوں کی مجلس رہتی تھی۔

شعر نظم گفتگو سننے کا شہزادہ ہمیشہ شوق رکھتا تھا مجلس کے اندر تفریح
طبع علم کاروز بروز اضافہ ہوتا رہتا۔ یعنی وہ علم دوست ایسے لوگوں
کی قدر کرتا تھا۔

سفر نامے بھلائی نیکی داستان کہانیاں بڑی دلچسپی اور غور سے
سنتا۔ شاعر لوگ اسے خوش کرنے کے لیے بڑے میٹھے چمکیلے
شعر کلام اسے ترنوالوں کی طرح پیش کرتے تھے۔

قصے کہانیاں خبریں جو بادشاہت سے متعلق تھے تمام کتابیں
پڑھتا ان کی سیر کرتا اور کتابوں میں انوکھے کلام پڑھتا۔ اسے ان

یوسف شکل سکندر شوکت نوشیرواں عدالت
حاتم حکم سلیمان نالوں حاتم نال سخاوت

خاصہ مرد عبادت اندر افسر ہر سلطاناں
شاہ محمود اودھا سی نالواں روشن وچ جہاناں

مرد کمال علم دا فاضل قدر شاس ہنر دا
قدر بقدری ہر ہک تائیں دے روزینہ زر دا
شاعر کاتب حافظ عالم زاہد صوفی سارے
کھان انعام معاش جگیراں زردھن لوک نکارے

ہر جانی پر دان شہاناں ہر جانی بخشیشاں
خادم مخلص سی فقراواں علماواں درویشاں

شاعر مرد سخنور دانے پاس اودھے نت رہندے
شعر، کلام، عجائب، قصے رہن ہمیشہ کہندے

سخن کلام سنن دا دائم رکھ دا شوق شہزادہ!
مجلس اندر شغل علم دا روزوں روز زیادہ

سیر سلوک حکایت قصے سندا نال طلب دے
میٹھے چرب نوالے شاعر دیون شعر عجب دے

قصے تے اخبار حکایت جیہڑے بادشہا نے
کردا سیر کتاباں اندر سندا سخن یگانے

لیکن ایک بزرگ حضر علیہ السلام کی طرح تمام ممالک کی سیر کرتا ہے صاحب یمن و کرامت ہے اور بڑا نورانی چہرہ ہے نہایت برگزیدہ ہستی معلوم ہوتا ہے۔

تمام ممالک کی سیر کرتا ہوا ابھی چند دن ہوئے ہمارے ملک میں آیا ہے۔ ایک کنارے جھگی بنا کر بیٹھا ہی دل کو اپنے رب کی یاد میں لگایا ہوا ہر وقت ذکر الہی کرتا ہے۔

خلقت کی آمد و رفت اسے پسند نہیں ہے اسی لیے وہ لوگوں سے چھپ کر بیٹھا ہے۔ دن رات عبادت کرتا ہے اور یقیناً مجھ سے اپنے آپ کو اپنے معبود کے سامنے جھکا دیا ہے۔

شاید وہ تمہارا مقصد حل کر دے تم لوگ اس کے پاس جاؤ اور اس سے بات کرو۔ اپنے مقصد کی تمام حقیقت اس سے بیان کرو۔ ہو سکتا ہے وہ حل کر دے۔

بادشاہ کی زبان سے یہ بات سن کر حسن میمندی نے اجازت چاہی اور چل دیا۔ اس بزرگ کے پاس پہنچا اور ادب و احترام سے اسے جھک کر ملا۔

اس کے سامنے نیاز اور شیرینی رکھی ادب سے جھک کر اسے سلام کیا۔ بزرگ بڑا متاثر ہوا اور کہا کہ اپنے مقصد کی تمام بات بیان کرو۔ کس لئے آئے ہو۔

حسن میمندی نے اپنی تمام داستان کھول کر بیان کر دی۔ اے پیر مشکل وقت میں پہنچو واہ سبحان آپ کا زہد عبادت اس پر میری مشکل کو آسان کیجئے اے بندے خدا۔

آپ کے دل میں ایک ایسا آئینہ ہے جو تمام جہان کو دیکھ رہا ہے میں آپ کی خدمت کرتا ہوں میری یہ مشکل آسان کیجئے۔ ہر حال میں میری مدد کیجئے جیسے بھی ہو اسے حل کریں۔

اے ولی کامل آج ہماری راہبری کیجئے ہمیں راستہ دکھائیے ہماری مراد ہمیں حاصل ہو جائے ہم خدا تے بزرگ و برتر کا

پر ہک بڈھا خضر نمونہ عمراں دا سیلانی صاحب یمن کرامت والا چہرہ خوب نورانی

بھہ ملکاں وچ سیر کریندا ملک میرے ہن آیا جھگی پاء کنارے بیٹھا رب ول چت لگایا

آمد رفت خلق دی کولوں بیٹھا ہے چھپ لگ کے کرے عبادت دن تے راتیں نال ارادت جھک کے

متے مراد کرے گا حاصل خدمت اس دی جاؤ مال حقیقت مطلب والی اس نون آکھ سناؤ

سن کے حسن زبانی شاہ دی لے رخصت اٹھ ٹریا اس بزرگ دے ڈیرے آیا ادبوں نیواں اڑیا!

اگے رکھ نیاز شیرینی نیوں کے ہویا سلامی پیر تروٹھا آکھن لگا مطلب دن تمامی

گل حسن میمندی اپنی ساری کھول سنائی اوکھے ویلے باہوڑ پیرا تیری دھن کمانی

اندر تیرا شیشہ روشن بھہ جگ تائیں دیکھے حل کرو ایہ مشکل میری جینوں جانوں ہر لیکھے

بادی راہنما اسانوں کر آج راہ نمائی مشکل حل مراداں حاصل کریئے شکر خدائی

کے لیے برا نوازا۔

سینکڑوں میں سے صرف دو چن لیے جو اس کام کے ماہر تھے جو درست خوشخط اور جلدی لکھنے میں بڑے استاد تھے جو یہ کام بخوبی کر سکتے تھے۔

انہیں دولت دے کر ان کی بڑی تعریف اور بڑی عزت افزائی کی اور یہ مشورہ دیا کہ جب رمضان مبارک کے اندر شاہ جب کتاب سنائے۔ اس بات کو حاصل کرنے کی خاطر آپ دونوں نے چوری چھپ کر بیٹھنا ہے اور یہ سیف الملوک کی کہانی تیزی سے لکھنی ہے اور درست تحریر کرنی ہے۔

کاتبوں نے تسلی دی کہ قلم پکڑ کر بیٹھیں گے تو خواہ کوئی کتنی بھی روانی سے پڑھے ہم بالکل درست لکھ لیں گے۔ بہت تیزی سے لکھیں گے۔

جب رمضان المبارک شروع ہوا تو حسن نے شکر یہ ادا کیا کاتب پھر ہوشیار ہو گئے ان کو لکھنے کا تمام سامان مہیا کر دیا وہ انتظار میں تھے۔

جب بادشاہ کا حکم ہوا تو زبدۃ الجواب کھلوائی گئی انہوں نے ایک حسن میمندی کو بلایا اور دو تین سر کردہ لوگ تھے جو کتاب سن سکتے تھے۔

حسن میمندی نے لکھاریوں کے لیے چھپ بیٹھنے کا بندوبست کر دیا اور پردے میں بٹھا دیئے اور خود بادشاہ کی مجلس میں بیٹھ گیا جب کتاب پڑھنے کا وقت آیا۔

جب دمشق شہر کا بادشاہ یہ قصہ پڑھنے لگا تو سن کر باغ کے درخت بھی کانپنے لگے لرز نے لگے جیسے ان پر دھڑکاری ہو گیا ہو۔

کاتب پردے میں ہوش برقرار رکھے ہوشیاری سے بیٹھے رہے اول سے آخر تک قصے کے تمام حروف درست تحریر کر لیے پوری کہانی رقم کر لی گئی۔

سینکڑیاں تھیں دو چن کڈھے ماہر دھنی قلم دے خوشخط بہت صحیح شابی اتا کار رقم دے

دے دولت وڈیائی خلعت ایہ صلاح پکائے جاں رمضان مبارک اندر شاہ کتاب سنائے تسال دوہاں چھپ بہناں چوری خاطر ایسے گل دی قصہ سیف ملوکے والا لکھ لینا کر جلدی

قانون گو تسلی دیندے کانی پکڑ بہاں گے توڑے جلد پڑھے کوئی کیسا لکھ صحیح لہاں گے

جاں رمضان مبارک آیا حسن کیتا شکرانہ قانون گو کیتے مزد تکرے دے کاغذ سمیانہ

زبدۃ الجواب گھلائی ہو یا حکم شہانہ ہک حسن میمندی سڈیا دو تن ہور دیواناں

قانون گو حسن نے چوری پڑ دے وچ بہائے آپ حضور شہانے بیٹھا وقت مبارک آئے

جاں سلطان دمشق شہر دا پڑھن لگا ایہ قصہ سن سن کنبے رکھ چمن دے لے حالت دا حصہ ثابت ہوش رہے وچ پڑدے قانون گو قرارے اول آخر تیک قصے دے حرف صحیح اتارے

جب حسن نے چوری بچھے تمام قصہ لکھوالیا تو دمشق کے شاہ سے رخصت کی اجازت چاہی اور فوجی سپاہیوں کو وطن کی طرف روانہ کر دیا۔ دمشق شہر کے بادشاہ نے خود اٹھ کر حسن میمندی کو رخصت کیا اور جو ہو سکے تحفے نذرانے دیئے اور اسے عزت بخشی اور الوداع کیا۔

قصہ لے کر اپنے ملک کی طرف بڑی خوشی روانہ ہوا جو مہلت حاصل کی گئی تھی وہ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی جب اس نے آ کر وہ تحفہ دیا تو کچھ وقت باقی تھا۔

بادشاہ نے اسے بڑی عزت و احترام اور جاگیریں عنایت کیں اور حسن میمندی کو تمام وزراء کا سر کردہ بنا دیا اور اس کی ہمت اور کوشش کی داد دی۔

اسی قصہ کی تلاش پر اس کا مرتبہ بڑھ گیا اس کا رتبہ بلند کر دیا گیا اگر کوئی دکھ مشکلات برداشت کرتا ہے تو کبھی اسے خوشحالی بھی ضرور نصیب ہوتی ہے۔

جاں قصہ لکھوا حسن نے قابو کیتا چوری رخصت لین گیا درباروں فوج وطن نون ٹوری اٹھ حسن نون رخصت کیتا شاہ دمشق شہر دے خلعت تحفے ہدیے دتے بے کجھ آہے سردے

قصہ گھسن وطن نون ٹریا نال خوشی خوش حالی مہلت آہے نہ منگی آہی آن دتی اس ڈالی!

بہت انعام دتے سلطانے خلعت ملک جاگیراں اوہ حسن میمندی کیتا افسر وچ وزیراں!

ایس قصے دے پیچھے ہویا رتبہ اس دا عالی بے کوئی رنج مصیبت جھاگے کدے تیکے خوشحالی

مقولہ شاعر

اے بندے خدا ہمت بالکل نہ ہارنا تا کہ تجھے کوئی ناکام بندہ نہ کہہ دے کوشش کرتے رہو ہمت سے تم جسے تلاش کرو گے اسے پائے بغیر انسان نہیں مرتا ہے اسے حاصل لیتا ہے۔

جب تک سانس چل رہی ہیں اس وقت تک ناامید نہ ہونا تلاش جاری رکھنا جب سانس ختم ہوں تب امید ختم ہو۔ تلاش کرنے سے رکنا نہیں اگر تو نے تلاش چھوڑ دی تو تب تو دنیا کے لیے ایک ہنسی مذاق رہ جائے گا۔

تکلیفیں برداشت کرتے کرتے حوصلہ نہ ترک نہ کر جانا ایک دن کامیابی ملے گی۔ بھوکا اگر مانگنے کے لیے نکلے تو آخر پیالہ بھر کر ہی لوٹتا ہے۔

مردا ہمت ہار نہ مولے مت کوئی کہے نمردا ہمت نال لگے جس لوڑے پائے باجھ نہ مردا

جاں جاں ساس نراس نہ ہوویں ساس ٹٹے مرڈ آسا ڈھونڈھ کرن تھیں ہٹیں ناپیں ہٹ گئیوں تاں ہاسا

جھل جھل بھار نہ ہاریں ہمت ہک دن پھری پاسا بھکھا منگن چڑھے محمد اوڑک بھردا کاسا

زیادتی اور انصاف کو تاہی اور چستی بیان کی گئی ہے۔

ندیوں کے جوش و خروش زیادہ اور جنگل ویرانے جزیرے اور ان کی سیر رہڑنا تیرنا ڈنا گرنا ہر بات کا بیان ذکر کیا گیا ہے کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں بیان نہ کی گئی ہو۔

عاجزی مجبوری غربت کے بارے میں اپنا وطن غیر ملکوں کے انوکھے واقعے سے اس میں خواہ بھورا ہے یا کھیس ہے ہر بات تحریر کی گئی ہے۔

کوہ قافوں کے پتے نشانیاں غاریں خندقیں شہر اور ویرانے کلر اٹھی زمین بارے باغ بوستان پھلوں اور میوہ جات کے بارے میں بری جانکاری موجود ہے۔

سیر و تفریح شکاری اور شکار کے متعلق قید و بند کی صعوبتیں امن صلح اور جنگ و جدل شادی ماتم اے محمد بخش اس میں ہر بات لکھی گئی ہے۔

رستم جیسی طاقت ویرانہ حالی خوف پس قدمی اور دلیری ہواے محمد بخش ڈراور امید اس میں بہت زیادہ شامل ہو۔ تمام صنف پائی جائیں۔ بات دنیاوی لیکن رمز حقیقی ہے جیسے طرح طرح کی لکڑی یہ عشق و محبت کے سفر کی ایسی کتاب بنائی ہے جیسے لاٹھی میں تلوار چھپی ہو۔

جنہیں اس قصے سے رغبت ہوگی دلچسپی ہوگی وہ اسے پڑھ کر خوش ہوں گے جن کے سینے میں عشق سما یا ہوا ہے وہ صبح سویرے جاگ کر رو یا کریں گے۔

اس قصے کی تحریر میں شاعر کا امتحان تھا اے بھائی شاعر کی آزمائش تھی کہ وہ ہر گن میں اچھا کلام لکھے تب اس کی عقل و دانش مانی جائے گی۔

خوشی کی حالت میں ویرا ہی سماں باندھے اور غمی میں ویسی ہی کیفیت ہو تعریف اور نندیا میں بات سے بات سوائی ہو ایک

جوش خروش ندی دے بہتے ٹاپو سیر جنگل دے
رہڑنا ترنا اڈنا ڈھینا ذکر اتھے ہر گل دے

عاجزاں بیسماں گھنیاں حالت دیں بدیوں!
دیوں دیں عجائب اس وچ کیا بھورے کیا کھیسوں

کوہ قافاں دے پتے نشانی غاراں شہر اجاڑاں
کلر شور بیچی نالے میوے تے پھلو اڑاں

سیر شکاراں اتے بند قیداں نالے صلح لڑائی
سوگ ویاہ محمد بخشا ہر گل اس وچ آئی

رستم دستے حال شکستی دہشت بھاج دلیری
خوف امید محمد بخشا اس وچ گھنی گھیری
بات مجازی رمز حقانی ون وناں دی کاٹھی
سفر العشق کتاب بنائی سیف چھپی وچ لاٹھی!

جنہاں طلب قصے دی ہوسی سن قصہ خوش ہون
جنہاں جاگ عشق دی سینے جاگ سویرے روں

شاعر دی آزمائش آبی ایس قصے وچ بھائی
ہر رنگوں خوش سخن سناوے تاں اس دی دانائی

خوشیاں اندر اوہو جیہا واہ درداں دل دھایا
صفت کو صفت اندر فرماوے سخنوں سخن سوا یا

سے ایک اچھا سخن ہو۔

جنگ و جدول سیلابوں میں گرج کڑک کی آواز جیسے آتی ہے کلام میں بھی ایسی کیفیت پیدا کی جائے سفر اور وطن ماتم اور غمی میں جیسے کلام میں موقع کی مناسبت سے کلام میں وہ رنگ بھرا جائے جیسا وقت ہو۔

ہر ایک خوبی میں فنکار ایک جیسا ماہر ہو قدرتی مزہ ہو اور شوق بھی تب جا کر اس شاعر کے کلام کو داد ملتی ہے۔

الفاظ کے خزانے کو تقسیم کرنا جانتا ہو جن کے انوکھے معنی ہوں لیکن کسی قیمت پر بھی ہر نظر سے غائب نہ ہوں جو بھی پڑھے اس پر بات عیاں ہو جائے بیان سمجھ میں آ جائے۔

اور قصے میں کسی کے کچھ اپنے بھی درد ہو تو بن درد اثر نہیں ہوتا بے درد کب روتے ہیں روناد رمندی ہی ہے لیکن ایسی تحریر ہو کہ جس میں درد سوز پیدا کیا جائے۔

جب درد ہو تو منہ سے آہ نکلتی ہے اور کوئی کوئی برداشت کر سکتا ہے بات اپنے ہی محبوب کی کرتے ہیں لیکن ذکر اوروں کا کرتے ہیں دل میں اپنے زبان پر غیروں کا ذکر ہوگا۔

درد مندوں کے حال کی جس میں پوشیدہ رمز نہ ہو اسے محمد بخش ایسا کلام کرنے سے چپ رہنا ہی بہتر ہے بے ڈھنگ رونے سے چپ بہتر ہے۔

جو شاعر بے درد ہو اس کا کلام بھی روکھا ہی ہوتا ہے اس میں درد سوز نہیں ہوتا ہے بے درد سے درست شعر نہیں ہو سکتا ہے جس طرح آگ کے بغیر دھواں نہیں دھکتا ہے۔

دیکھا دیکھی شعر لکھتے ہیں لیکن شعر لکھنے کی سوجھ بوجھ نہیں رکھتے اس طرح کی صفتیں اور سیٹھنیاں ڈوم اور میراثی کہتے ہیں اس طرح کے کلان وہی جوڑتے ہیں۔

ردیف اور قافیہ کے بعد آنے والے الفاظ نہیں جانتے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا اور قافیہ لگانے کی بھی عقل نہیں ہوتی وزن نہیں کم اور

جنگ لڑائیاں کانگاں اندر گج کڑک کے آوے سفر وطن تے ماتم سوگوں پورے سخن سناوے

ہر ہر فن ہنر وچ ہووے ماہر تے یک فنی!
لطف خدائی نال عطائی تاں اوہ ہوندا سنی
لغتاں ورتن وان لیاوے معنی وچ عجائب
لیکن ایسے مٹلوں نہ ہوون ہر ہر نظروں غائب

قصے ہور کسے دے اندر درد اپنے کچھ ہوون
بن پیڑاں تاثیراں ناپیں بے پیڑے کد روون

درد لگے تاں ہائے نکلے کوئی کوئی رہندا جر کے
دلبر اپنے دی گل کیجے اوراں نوں منہ دھر کے

جس وچ گجھی رمز نہ ہووے درد منداں دے حالوں
بہتر چپ محمد بخشا سخن اجیہے نالوں

جو شاعر بے پیڑا ہووے سخن اوہدے بھی رکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا آگ بن دھوں نہ دھکھے

دیکھو دیکھی شعر بناون شعروں خبر نہ پاون
ایس طرح تے صفتاں سٹھاں بہتے ڈوم بناون

ردی ردیفوں نام نہ جان قافیوں بدھ نہ کائی
وزن برابر ہندا جڑدا صنعت رسم نہ بھائی!

درمدح استاد و التماس پیش ایشال کہ قصہ را اصلاح دہند

حافظ قرآنی جید عالم صوفی اور باشریعت فقراء راہ ہدایت پر چلنے والے ہمیشہ محبت میں مخمور عارف لوگ اہل ولایت۔ اللہ کے برگزیدہ بندے۔

امام بڑے کے خاص خدمت گار میرے سر کے صاحب میں وہ خاک وہ دھوڑ ہماری آنکھوں کا سرمہ ہے جس راستے پر چلتے ہیں وہاں سے اڑنے والی مٹی ہمارے لیے سرمہ ہے۔
میں نکلے شاگرد کو وہ مہر کی نظر سے دیکھتے ہیں اس نسخے کا وہ مطالعہ کر کے مجھے صلاح دیتے رہتے ہیں میری اصلاح کرتے ہیں اور اکتاتے بھی نہیں ہیں۔

اے مرد کامل خدا کے لیے مجھ پر نظر کرم کرو گنہگار کے لاکھوں گناہ پردہ ڈال کر ڈھانپ لیجئے میرے عیبوں کی پردہ پوشی کیجئے۔

جیسے برتن ویسے ہی آوازیں کیا پلید اور کیا پاک یعنی کیا بدتر اور برتر میں ناپاکی سے لٹھڑا ہوا ہوں میری باتیں کب سچی یعنی صاف پاک ہوں گی۔ (میاں صاحب یہاں اپنی نفی کرتے لکھتے ہیں)
میرے کلام کو پاک کر دیں کامل اتنی طاقت رکھتے ہیں جو غیر مسلم تب ایمان لاتا ہے جب ایمان والوں سے ملتا ہے۔

میرے اشعار پر غور کرو وہ لوگ جو پتھر کو سونا بنانے والی نگاہ رکھتے ہیں جو اہل نظر صاحبان ہیں بیشک میرے اشعار پتھر جیسے ہیں لیکن انہیں سونا اور چاندی بنا دیں۔

اور جو کوئی خطا ہوتی ہے بھول ہوئی ہے اور جو نہ مناسب بات ہے وہ سب میری ہیں۔ اور جو تمام سخن سچے مرشد کامل کے کیجئے

حافظ عالم فاضل صوفی سالک راہ ہدایت دائم مت محبت اندر عارف اہل ولایت

خاص غلام امام وڈے دے صاحب میرے سردے ہے اوہ خاک اماڈا سرمہ جس رستے پر پھر دے

میں شاگرد نکارے اتے نظر مہر دی تلکن اس نسخے دی کن مطالع دیہن اصلاح نہ انکن

سچے مرد نگاہ کرم دی نام اللہ دے پاہو اوگن ہارے دے لکھ اوگن پلا دے بچھپا ہو

جیسے بھانڈے تیسے آوازے کیا نیویں کیا اپنے میں ہاں نال پلیتی بھریا سخن ہوون کہ سچے

سخن میرے چا پاک بناؤ ہے توفیق آزاداں چوہڑے دا پت مومن ہوندا جاں ملدا استادان شعر میرے پر کرو نگاہاں پارس نظر بیہاں دی توڑے پتھر سخن بندے دے کریو سونا چاندی

اوہ خطائی میری بھائی جو جو بات اولی! جو بھ گل سچا نویں لکھی پیر سچے دی گھنلی

پشاور سے سستے ملتے ہیں جبکہ اس قیمت میں اور کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

محمد بخش درویش پڑھنے والے سے پوچھتا ہے عرض کرتا ہے میرے شعر کی لذت خراب نہ کرنا اسے خاص ادا سے پڑھنا۔

سریلی آواز کے بغیر شعر ایسا لگتا ہے جیسے کسی پکوان میں نمک نہ ڈالا گیا ہو دودھ میں چینی ملائی جائے تو زیادہ مزیدار ہو جاتا ہے۔

خاص تو جو کے بغیر پڑھنے سے کوئی کلام کامزہ نہیں رہتا کیونکہ جس کے فرزند کو کوئی مارتا ہے وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے اسے گلا تو لازمی بات ہے ضرور آئے گا۔

جیسے اپ لوگوں کو اپنے بیٹے پیارے ہیں اسی طرح ہمیں اپنے شعروں سے محبت ہے یہ ہمارے بیٹے ہیں بیٹے کو اگر کوئی انگلی بھی لگائے ایسے ہے جیسے ہمیں کوئی کوڑے مار رہا ہے۔

وہ ہمیں دشمن کی طرح دکھائی دیتا ہے اگر کوئی ہمارے شعر بے ربط پڑھتا ہے بیٹے حسین لعل کے جیسے کان کھینچ رہا ہے جیسے اس کے کوئی کان مروڑ رہا ہے۔

اے رب جلیل ایسے لوگوں سے دور اپنی پناہ میں رکھنا جو ایسے کام کرتے ہیں سچی چاندی کا ظلم اور چچا کا غم دکھ بنا دیتے ہیں تلفظ غلط پڑھ کر معنی بدل دیتے ہیں۔

میں رب تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ فرمائش پوری ہو گئی ہے سر سے بوجھ اتر گیا ہے اور فراغت نصیب ہوئی ہے اللہ پاک نے کام مکمل کروا دیا ہے۔

جناب حضرت گادی والے کے نام پر یہ نسخہ بنایا ہے اپنے کلام کا معاوضہ ہر ایک لیتا آیا ہے میں بھی اس کا صلہ چاہتا ہوں اس کا حقدار ہوں۔

کرے سوال فقیر محمد پڑھنے والے تائیں رونق کھڑیں نہ شعر میرے دی نال ادا تائیں

باجھ ادا آواز ریلے لگدا شعر الوناں! ددھ اندر بے کھنڈر لائے مٹھا ہوندا دونوں

سٹ لپٹا کر کے پڑھیاں لذت کجھ نہ رہندی جس دے بیٹے نون کوئی مارے کد اس دی جند سہندی

جیوں کر بیٹے تساں پیارے تیویں بیت اسانوں بیٹے نون کوئی انگل لائے لگدے بیت تسانوں

دشمن وانگ دے اوہ سانوں بے کوئی بیت تروڑے بیٹے نازک لال سندر دے اینویں کن مروڑے

رہا دینیں پناہ انہاں تھیں جو ایسے کم کردے سیم سنجے دا ستم بناون عم دانے غم کردے

شکر الحمد خداوند تائیں باہر حد شماروں! ایہ فرمائش پوری ہوئی ویلہ لدھی سر بھاروں

گادی والے دے نام آتے نسخہ ایہ بنایا صلہ سخن دا پایا لوڑاں ہر کوئی دیندا آیا

کلمہ چند در بیان اوصاف عشق و عاشق و حلاوت اہل سوز و گداز، محرم راز

اے بھائی ہمیشہ وہی سکھی رہتے ہیں جن میں عشق سما گیا ہے جن کے دل میں عشق ہے ان کے لیے زخم اور مرہم ایک ہی جیسے ہیں انہیں سکھ اور دکھ کی پروا نہیں ہوتی ہے۔

وہ تاج تخت حکومت کو ٹھکرا کر کاہ گدائی پکڑنا بہتر سمجھتے ہیں جیسے (ابراہیم ادھم) ان کے دل میں صرف اپنے محبوب کو پانے کی امید ہوتی ہے جو سر آئے برداشت کرتے ہیں۔

وہ ہر پل غم برداشت کرتے ہیں ان تک نہیں کرتے ہیں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں لیکن ماتھے پر شکن نہیں آتی ہے ہر دکھ مالک کی رضا جان کر برداشت کر لیتے ہیں۔

ہر تکلیف برداشت کر لیتے ہیں لیکن محبوب سے دوری ان کے لیے سب سے مشکل ہوتی ہے بلبل پھول کے ساتھ خوش ہوتی ہے لیکن سب سے مشکل کا نئے برداشت کرنا ہے۔

اپنے محبوب کی جدائی میں اسے یاد کرتے ہوئے جگر کا خون جلا دیتے ہیں خون کے گھونٹ پیتے ہیں اگر محبوب زہر بھی پلائے تو شربت جان کر پی جاتے ہیں انکار نہیں کرتے۔

جو ایک دفعہ محبوب کے عشق میں گرفتار ہو جاتے ہیں وہ رہائی نہیں مانگتے قید ہی پسند کرتے ہیں پھر پھندے سے اپنا گلا نہیں نکالتے ایک بار اس کا شکار بن کر آزادی نہیں چاہتے۔

عشق کے نشے میں مست ہر دکھ برداشت کر لیتے ہیں جیسے بھوکا اونٹ مست ہو کر زیادہ بوجھ اٹھاتا ہے اسی طرح عاشق بھی ہر مشکل برداشت کرتا ہے۔

سدا سکھالے اوہو بھائی عشق جنہاں گھٹ آیا مرہم پھٹ اُونہاندے بھانے بکو جیہا سکھایا

تاج تخت سلطانی تج کے ٹھوٹھا پھرن گدائی زکھ امید سجن دے دردی کٹن جو بن آئی!

دم دم پین شراب غماں دے دم نہ مارن مولے وٹ جھلن وٹ پان نہ منتھے واہ تنہاں دے رولے

مٹھا نشہ شراباں والا پد وچ تروٹک پھکی! بلبل نون خوش صحبت گل دی بڑی کنڈے دی دنگی

کر کر یاد سجن نون کھاندے بھن بھن جگر نوالے شربت وانگ پیا دے ہتھوں پیون زہر پیالے

فیر خلاصی منگدے نایں جو قیدی دلبر دے پچاہی تھیں گل کڈھ دے نایں ہوئے شکار اس گھر دے

جھلن بھار ملامت والے عشقے دے متوارے بھکھا اونٹ ہووے متانہ بھار اٹھا دے بھارے

ہے سب سے معمولی ہوتا ہے۔

اگر عشق کی تلوار سے لاکھوں جانیں بھی قربان ہو جائیں اس دریا کو کوئی پرواہ نہیں اس ایک شبنم کے قطرے کی یہ سب ایک قطرہ کے برابر ہوتا ہے۔

اگر عشق کے پیارے لاکھوں سرخاک میں رُل جائیں تو ایسے ہی ہے جیسے سورج کے نور سے ایک بیچارہ ذرہ چھپ گیا ہے ڈرتا او جھل ہو گیا ہے۔

اگر تمام آسمان بھی گر پڑیں تو ایسے ہی ہے جیسے درخت سے ایک پتا گرا ہوا اگر چودہ طبق بھی غرق ہو جائیں تو ایسے ہے جس طرح جنگل سے ایک تنکا لے گیا ہے۔

اے محمد بخش اگر دونوں جہاں کے نام و نشان مٹ جائیں تو ایسے ہی جیسے ریگستان کے ایک ٹیلے سے ریت کا ایک ذرہ کم ہو گیا ہے۔

آدم اور جنات قربان ہو جائیں تو ایک بارش کے قطرے کے برابر ہیں مخلوق اور لباس تمام جل جائیں تو ایسے ہی جیسے حیوان کے جسم سے بال کھینچ لیا ہو یعنی حیوانی جسم سے ایک بال کم ہو گیا ہو۔ اسی کے برابر ہے۔

اگر تمام جہاں فنا ہو جائے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے کیا کمی زیادتی ہوئی بس سمندر سے ایک قطرہ گیا۔

کہاں انسان کہاں پریاں ایک اور کہاں حوریں اور فرشتے کہاں بادشاہ امیر اور سوداگر اور کہاں وہ فکر و خیال کہاں ہیں وہ اس زمین پر بسنے والے۔

کہاں ہیں وہ نوری بدن مبارک کہاں ہیں وہ پاک روئیں اے محمد بخش انسان جنات ہوئی اور آبی کا کیا مقام ہے۔ پاک لوگوں کے مقابلے میں انکا کیا مقام۔

جو نیکیاں اور برائیاں ہوئی ہیں وہ ہوئی ہوں گی بے نیاز کے بہر میں وہ کب قطرے سے زیادہ برھی ہیں اس کے سامنے کسی

جے لکڑ جانی صدقے ہوون جھل کے تیغ پر م دی کچھ پرواہ نہیں دریاوے ہک قطرے شبنم دی

جے لکھ سیس رُلن وچ خاکے کر کے عشق پیارا جیوں سورج دے نُوروں پُھپیا ذرہ ہک نکارا!

ست اسمان جھڑن تاں جا پے پت درختوں جھڑیا چوداں طبق ڈُبن تاں جیویں ککھ باروں ہک کھڑیا

دوئے جہان محمد بخشا جے سبھ ہون نبودے گھٹ ہو یا ہک ریتوں دانہ وچ تھلاں دے تودے

آدم جن ہوون قربانی کنی ہو بارانی جیو جامے جل جاون سارے کھتھا وال جیوانی

جے سبھ عالم فانی ہوون اوتھے کچھ نہ خطرہ! کیبہ ہو یا کیبہ گھاٹا وادا گیا سمندروں قطرہ

کتھے آدم، کتھے پریاں، کتھے حور فرشتے کتھے شاہ امیر سوداگر کتھے ہور سرشتے!

کتھے نی اوہ بدن نورانی کتھے جانی پا کاں ہے کیبہ تھلاں محمد بخشا واد پانی اگ خا کاں

جو ہو یاں جو ہون اگوں کیا نیکی کیا بدیاں بے پرواہی دے وچ نیرے کد قطرے تھیں ودھیاں

اس حیرانی کے پھیر (چکر) کو کیوں ساتھ لے کر جائیں
دروازے چھپ جاتے ہیں کہاں سے داخل ہوں اور کہاں سے
باہر نکلیں۔

جب کوئی انسان اس مقام پر پہنچتا ہے وہ پوری سے شکر بن جاتا
ہے خوش خلق بن جاتا ہے اسے یہ سمجھ نہیں آتی کہ کفر میں ہوں یا
ایمان میں ہوں۔

حیرت سرگردانی تائیں کیکر آگے کھڑے
شہر آتے دروازے چھپدے کتھوں نکل وڑے

جاں کوئی مرد اس جانی پوہتا گلہیوں شکر ہوئے گا
کفرے وچوں ایمان کہندے ایمان کفر ہوئے گا

منزل فقیر

وادی فقر فنا کے بیچ ایک آگے ایسا مقام آتا ہے فقر فنا میں زبان بند
رکھنا ہی بہتر ہے کوئی بات نہیں کی جاسکتی ہے چپ ہی بہتر ہے۔
جہالت کا زمانہ ختم ہو گیا گونگے بہرے اور پلگے ہوئے جب
ایک سراج منور روشن ہوا تو تمام ستارے غروب ہو گئے باطل کا
اندھیرا چھٹ گیا۔

فقر کے بحر میں طوفان آتا ہے اور یہ حرکت میں آ جاتا ہے
پتھروں کے نشان خشکی جنگل جڑی بوٹیاں تمام چھپا دیتا ہے تمام گم
کردیتا ہے۔

اے محمد بخش دونوں جہاں اس دریا کی ایک ہی لہر سے ہیں۔ اگر
کوئی یہ بات تسلیم نہیں کرتا تو جان لیجئے پاگل پن کا مرض لاحق ہے۔
اس ندی میں اگر کوئی ہمت کر کے غوطہ لگاتا ہے ہمیشہ سکھی رہے گا
بھائی اس سے باہر آنا کسی کام کا نہیں ہے اس میں ڈوبنا ہی بہتر ہے۔
ایسی ندی میں غوطہ لگانے سے دل ہمیشہ خوش رہتا ہے اس میں گم
ہونے کے علاوہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے کنارے بیٹھنا بہتر نہیں ہے۔
کسی کے حکم سے جب اس غوطے سے سر باہر نکالے تب ہی وہ
ہنر دیکھے گا اور انہیں دیکھ دیکھ کر ان رازوں کو پہچانے گا۔

اس غوطے میں دوسرا شامل نہیں ہو سکتا صرف اکیلا ہی غوط
لگائے جہاں اس کا اپنا آپ نہیں سما سکتا اگر دوسرے کو لے

وادی فقر فنا کے اندر اگلی منزل آئی!
فقر فنا اندر چپ بہتر گل نہ جاندی بائی
فرموشی دی منزل ہوئے گنگے ڈورے جھلے
جاں اک سورج روشن چڑھیا بھ تارے چھپ چلے

کانگ چڑھے دریا فقر دے جنبش اندر آوے
پتھر نقش بریتی بیلا بوٹی ریت چھپاوے

دوئے جہان محمد بخش موج اس اک دریاؤں
بے کوئی ایہ گل منے ناپیں کسر اوہنوں سوداؤں
اس ندی وچ چبھی مارے بے کوئی ہمت کر کے
سدا سکھالا زہی بھائی کیہہ کم باہر تر کے
ایس ندی دی چبھی اندر چت ہمیش سکھالا!
گم ہوون بن ہور نہ بھاوے واندے پن گشالا!
کھے نال اس چبھی وچوں جاں سر باہر آنے
تاں اوہ کاریگریاں ویکھے تک تک بھیت پچھانے
اس چبھی وچ غیر نہ مٹ دا جاوے اک ہکلا!
جتھے اپناں آپ نہ میوے ہور کھڑے تاں جھلا

اے محمد بخش اپنی موت اور زندگی میں جب تک تیرا قیام ہے اس میں کب تو داخل ہوگا کب تجھے یہ منزل نصیب ہوگی کب تو اس راز کو پالے گا۔

اے محمد بخش تیرا اپنا آپ مصر شہر ہے محبوب کی تلاش کا سفر اس کا راستہ خشکی اور تری کا راستہ ہے وہ راستہ بڑا کٹھن راستہ ہے۔

جب یہ اپنا مصر شہر یعنی تجھے اپنا آپ زہر لگے جب تجھے اپنے آپ سے نفرت ہوگی تب ہی تو سفر کی طرف مائل ہوگا۔ اور پھر سفر ایک لہر کی طرح جیسے اٹھا کر کنارے لگا دے گا۔

بیٹیاں بیٹے بہنیں بھائی اور تمام سنگ ساتھ دوستوں سے علیحدگی اختیار کر کے تمام ذرائع کو بھول کر اپنی کشتی کو ندی کے طوفان کے حوالے کر دے گا پھر آگے وہ محبوب خود ہی نظر ہوگا۔

اتنا طویل راستہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور بہت زیادہ دکھ اور تکالیف لیکن جو اچھے نصیب ساتھ لے کر چلتے ہیں وہ آخر اپنے محبوب کو پالیتے ہیں اس تک پہنچ جاتے ہیں اسے جاملتے ہیں۔

بیشک اس کا مقام جگہ معلوم نہیں ہے کہ کس جانب ہے دنیا چھوڑ کر فقر کا طریقہ اختیار کر اور ملنے کی امید رکھو۔

اگر بے شک تمہیں اپنی جان کا خطرہ بھی ملے سر جانے کا خوف بھی ہے لیکن اپنے مالک کو پائے بغیر تمہیں موت نہیں آئے گی تو اس کا اور وہ تیرا ہوگا ہرگز ذرا بھی فرق نہیں رہے گا۔

محبوب کی بے نیازی سن کر ناامید ہو کر تھک کر کوشش کرنا نہ چھوڑ دو ہمت اور یقین محکم رکھو اور اسی دروازے پر جا گرو یعنی اس کا دروازہ نہ چھوڑو۔

صبر اور تقویٰ عاصم شاہ جیسا رکھو اور دلیری سیف الملوک جیسی کرو۔ اپنی کوشش جاری رکھنا خواہ تمہیں تمام ہی منع کریں باز رہنے کے لیے کہیں۔

اپنی موت حیاتی اندر جب لگ تیرا ڈیرا! اس منزل وِج کد محمد پیر پوے گا تیرا؟

اپنا آپ محمد بخش تیرا مصر شہر ہے مشکل پنہ سجن دے لوڑے رستہ بز بحر ہے جاں ایہ مصر پیارا تینوں کوڑا زہر ہوئے گا تاہیں ول سفرول جاسیں پنیڈا لہر ہوئے گا

دھیاں پتر بھیناں بھائی وچھڑ سنگوں ساتھوں بیڑی روڑھ اسباباں والی عشق ندی دے ٹھاٹھوں

رستہ دور نہ اوڑک جس دا گھنے قصبے سدے پر جو نال یقینے رُ دے وِج سجن سنگ سدے

توڑے کجھ نہ معلم اس دا تھاں ٹکاناں پاسا! چھڈ دُنیا پو لہر فقیر دی رکھ ملن دی آسا! یار ملے بن مر سو نایں سیس تساں بے ہولے اوہ تیرا توں اس دا ہوئیں وتھ نہ رسی مَو لے

محبوباں دی بے پرواہی سن کے ہٹ نہ رہو کھاں ہمت آس قراری کر کے وِج او سے در ڈھوکھاں

صبر توکل عاصم والی ہمت سیف ملوک کے کریں قبول نہ ہئیں توڑے سبھ کوئی ٹھا کے گو کے

غور کرو میری باتوں پر بہت غور کرو۔

جس دن سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اور میں تخت نشین ہوا ہوں عزت دولت سے ہمیشہ خوشحال رہا ہوں میں نے کوئی پریشانی فکر اندیشہ نہیں دیکھا ہے ہمیشہ خوش رہا ہوں۔

مجھ پر میرے رب تعالیٰ کا کرم ہے کہ میں نے بہت سے تخت سنبھالے ہیں چالیس شہزادے ہمیشہ میرے سکھ اور سکون کے لیے میری خدمت کرتے ہیں۔

امیدوں کے سہارے جوانی گزر گئی ہے اور اب ہی ایک فکر لاحق ہے کالے بال اب سفید ہو گئے ہیں بڑھاپا آ گیا ہے اور موت کا پیغام آیا ہے۔

میرے گھر ایسا کوئی نیک بیٹا نہیں ہے جو دین اور دنیا کا سنگار ہو میرے کوبس یہی ایک غم کھاتے جا رہا ہے کہ میں تو ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہوں گا دنیا فانی ہے۔

اسی فکر نے میرے دل سے تخت و تاج اور حکومت کا شوق ختم کر دیا ہے بادشاہ عاصم نے اپنے وزیروں کو اپنے دل کا دکھ بیماری بتادی۔

شاہ کی خدمت میں وزیروں نے نہایت عاجزی سے گزارش کی عرض کی ہمارے لیے فرمائیے جو ہمارے بس میں ہو ہم آپ کے لیے چارہ کر سکتے ہیں۔

شاہ فرمایا اب صبر کے بغیر بنا کوئی چارہ نہیں ہے لیکن تم لوگ وزیر اور سرکردہ لوگ اپنی کوشش کر کے دیکھ لو اس کے گھر میں کوئی کمی نہیں ہے۔

جو علماء طبیب دانش مند لوگ رمل کا علم جاننے والے اور ستاروں کے علم شناس لوگ انہیں بلا کر دریافت کرو ہو سکتا اس بارے میں کسی کو شاید معلوم ہو۔

جس دن دا میں ہو یا سیاناں پیر تخت تے دھریا عزت دولت نال ہمیشہ رہیوں ہریا بھریا

کیتا کرم الہی میں تے بھتے تخت سنبھالے چالی شہزادے نت میری خدمت کرن سکھالے

آسے آسے گئی جوانی فکر پیاہن ایہا کالیاں رنگ وٹایا گورا آیا موت سنبھیا

ناہیں میں گھر بیٹا صالح دین دنی دا گہناں ایہو داغ لگا وچ سینے سدا نہیں میں رہناں

ایس اندیشے تختوں لاہیا راج ولوں چت چایا عاصم شاہ وزیراں آگے ویدن کھول سنایا

شاہ آگے پھر عرض وزیراں کیتی ہو درماندے دس آسانوں ہے کبہہ چارا جیہڑا دس اساندے

شاہ کھیا بن صبروں اتھے ہور نہیں کوئی چارہ لیکن تسلیں وزیر وڈیرے کر دیکھو ایہ کارا

جو علماء حکیم سیانے رملی ہور نجومی کر اکٹھے کچھو ہووے کسے متے معلومی

جے میرے گھر دینا ہووے بیٹا آپ ابھی
تاں میں شکر گزار سنبھالاں تخت ولایت شاہی
اگر میرے گھر میں میرے مالک نے بیٹا پیدا کرنا ہوا تو میں
اس کا شکر ادا کر کے تاج حکومت اور تخت سنبھال لو اگر نہیں تو یہ
میرے کس کام کی ہے۔

ناں ہووے تاں گوشے اندر ایویں چھپیا رہساں
شور کارا مشکل بھارا غم وچ کیونکر سہساں
اگر میرے مقدر میں اولاد نہیں ہے تو میں اسی طرح تنہائی میں
زندگی بسر کروں گا یہ شور وغل یہ مشکلات پریشانیاں اور غم میں
کیسے برداشت کروں گا۔

ایہ جواب عاصم دا سن کے لگی چپ وزیراں
باہر آئے زل بیٹھ رہا رے کار لگے تے ال
عاصم شاہ کا یہ جواب سن کر وزیروں پر خاموشی چھا گئی باہر آ کر تمام
انکھیں بیٹھ کر سوچ بچار کرنے لگے کہ مادشاہ کو کما صلاح دی جائے۔

اگر شاہ بدخشاں کی بیٹی عاصم شاہ کے عقد نکاح میں آجائے شاہ سے بیانی جائے تو اس کے بطن سے اللہ ایک بیٹا عطا کرے گا جو تمام خوبیوں کا مالک ہوگا۔

بڑا عالم فاضل اور انصاف پسند ہوگا اور اس کی مشہوری دوسرے ممالک تک ہوگی بڑا نرم دل حیا اور ہدایت والا بڑا خوبصورت اور بڑا فیاض ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اسے لمبی عمر عطا کرے گا اور بڑے شان و شوکت سے زندگی بسر کرے گا اے وزرائے بادشاہ ہمیں فال سے یہی نظر آیا ہے ہماری فال یہی بتاتی ہے۔

جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو اس کو اس بات کی بڑی خوشی ہوئی۔ اس کے سارے پچھلے غم پریشانیاں دور ہو گئیں وہ علیحدگی چھوڑ کر فوراً اپنے تخت شاہی پر آ بیٹھا۔ روزمرہ کے کاروبار زندگی میں مشغول ہو گیا۔

وزرائے خدا کا شکر کیا اور شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلامی دی کروڑوں صدقات دیئے اور حق داروں کو انعامات دیئے گئے۔

اپنے امیروں و وزیروں کے ہمراہ عاصم شاہ دربار شاہی لگا کر بیٹھ گئے عالم اور زلی نقدی اور جاگیریں دے کر رخصت کئے۔

صالح ابن حمید وزیر نے اپنے ساتھ اور معتبر شخصیات کو لیا اور چالیس وزیر اور دانش مند عاقل خوبیوں والے لوگ ساتھ لائے۔

کئی ایسے طبیب جو افلاطون کے پائے کے تھے اور کوئی جہاں دیدہ لوگ لئے اور سب کا سربراہ صالح ابن کو مقرر کیا گیا۔

کئی ہزار تحفے اور کئی انوکھے تحائف اور پھولوں کے گل دستے صالح وزیر کے حوالے کئے اور اپنے اصل مقصد کے لیے اسے روانہ کیا۔

اس سے فرمایا کہ اگر تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر لوٹا تو تجھے اور بہت کچھ عطا کروں گا۔ صالح کو بڑی شان سے بدخشاں کی طرف روانہ کیا گیا۔

شاہ بدخشاں دے دی بیٹی بے عاصم نوں لہے اوس وچوں رب بیٹا دیسی ہوں صغتاں سکھے

عالم فاضل عادل ہوسی مُلکاں وِج او جاگر علم حیا ہدایت والا، سوہنا، سخی، بہادر

نئی عمر حیاتی والا۔ ہسی نال اقبالان ایویں آیا نظر وزیرو سانوں اندر فالان!

جاں ایہ خبر گئی سلطانی خوشی ہوئی اس گل دی گوشے تھیں اٹھ آیا بیٹھا تختے آتے جلدی!

شکر ہزار گزار وزیراں کیتی آن سلامی! لکھ کروڑ دتے سر صدقے لین انعام انعامی

لا دربار بیٹھا شاہ عاصم وِج امیر وزیراں عالم ملی رخصت کیتے دے دھرم ارتھ جگیراں

صالح ابن حمید وزیرے نال لائے سر کردے چالی ہور وزیر سیانے صاحب عقل ہنر دے

کئی حکیم افلاطون جیسے کار روا جگ دیدے سمھناں آتے افر کیتا صالح ابن حمیدے

ڈالی تحفے بہت عجائب کئی ہزار سوغاتاں صالح دے حوالے کیتیاں گھنٹیاں کارن باتاں

کھیوس جیکر آیوں فتحیا ہور بہوں تہدہ بخشاں صالح نال اقبال روانہ ہویا طرف بدخشاں

ہوئی خبر امیراں تائیں عٹھے دے اقبالوں! جب امراء کو اس کے عشق کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس بارے
عاصم شاہ نوں واقف کیئا صالح دے احوالوں عاصم شاہ کو آگاہ کر دیا کہ صالح کا اس کے عشق میں یہ حال ہے۔

چا بخشی سلطانے اس نوں آوہ معشوق پیاری شاہ نے اسے اس کی وہ معشوقہ بخش دی اس سے اس کا کرادیا اور وہ
عقد کیئا خوش دن لگے بھلی خفگی ساری خوشی سے اپنی ازدواجی زندگی بسر کرنے لگا تمام فکر پریشانی دور ہو گئی۔

داستان تولد شدن شہزادہ سیف الملوک و باعث تسمیہ اش

شاہ وزیر دوہاں تے ہویا کرم سچاواں ذاتی بادشاہ اور وزیر پرہ ذات حق نے خصوصی کرم فرمایا مملکہ اور اس
بیگم تے سہیلی اس دی حمل ہویا اک راتی کی سہیلی کو ایک ہی رات حمل ٹھہرا۔ انہیں ماں بننے کی امید
لگ گئی۔

نو مہینے نو دہاڑے نوں ساعت تھیں چکھے نو مہینے نوروز اور نو گھنٹے کے بعد رب جلیل نے دونوں کو بیٹے عطا کئے
دوہاں نوں رب بیٹے دتے آئے نی دن چکھے دوہاں نوں رب بیٹے دتے آئے نی دن چکھے
شاہزادہ سی لعل چمکدا سورج شکل پیارا شاہزادہ ایک چمکتا ہوا لعل سورج کی مانند اور صالح کا بیٹا بھی
نگ موتی صالح دا بیٹا جن جہیا چکارا جیسے ایک نگ موتی جیسا چمک دار تھا بہت حسین تھا۔
دائی دیکھ ہوئی سودائی ہردے روپ اتارے دائی دیکھ کر کہ خدا نے اتنے خوبصورت بنائے ہیں خدا نے حسن
چہرے تے چکارے مارن اقبالوں دے تارے والے پیدا کئے ہیں چہرے پر نیک بختی کے تارے چمک
رہے تھے۔

سورج دیکھ شہزادے صورت ٹھپ بدلی دن کھدا شہزادہ اتنا حسین کہ سورج بھی دیکھ کر شرماتا جائے اور وزیر کے
دیکھ وزیرے دے فرزندے چودھویں دا جن گھٹ دا بیٹے کو دیکھ کر بدر منیر گھنٹا شروع ہو جائے باری تعالیٰ نے
نہایت حسین بنائے تھے۔

کھان بدخشاں دوہاں آہی جمیں لعل بدخشاں دونوں کے نکاح میں بدخشاں کی بیویاں تھیں اور ان بدخشاں کی
حوراں نوں حیرانی آئی دیکھ انہاں دیاں نقشاں (کان) سے بدخشاں کے لعل جو اہری پیدا ہوئے حوریں بھی
ان کی شکل و صورت اور نقش کو دیکھ کر حیران ہو گئیں۔

باہجے بجانے اور ڈھول بجانے والے (شیخ) ڈھول بجا رہے تھے اے محمد بخش میں کون کون سے گن کر بتاؤں وہاں شمار سے باہر خلقت جمع ہو گئی تھی۔

سیف الملوک اور صاعد کے لیے شہر سے ایک طرف کنارے پر ایک پکانامی ایک باغ بہت سجایا گیا وہاں فوارے لگائے گئے وہاں عجیب ہی سماں تھا۔

کنوئیں چنچ رہے تھے اور خاص قسم کی آواز نکلتی تھی جیسے چھتری (ایک ماگ، مہرے) وہ گایا جا رہا ہے لیکن دیکھ نہیں گارہے تھے کہ آگ نہ لگے۔ شوق سے قمری کے گلے میں طوق پڑ گیا وہ کوکو کر کے بول رہی تھی کوئل اوپنچی ہو کر آواز نکال رہی تھی طوطے اور ممولے خوشی سے ناچ رہے تھے۔

بلبل اور طوطے خاص گیت گارہے تھے اور حیوانوں پر تو جیسے وجد طاری ہو گیا ہو کنوئیں کا کتا چنگی بجا رہا تھا اور بیل پاگلوں کی طرح بھاگ رہے تھے۔

ٹنڈیں جن میں پانی ہوتا ہے آنسوؤں کی طرح پانی بہا رہی تھیں اور خالی ہو کر پھر کنوئیں میں چلی جاتی تھیں ہمیشہ اس رونق نے نہیں رہنا ہے اور ہمیشہ یہ خوشی کا وقت بھی نہیں رہتا ہے۔

قطاریں بنا کر چنار سفیدے سرو کے درخت آزاد کھڑے تھے سیدھے ایسے لگتے تھے جیسے ایک پیار کی ڈوری میں پروئے ہوئے ہوں۔

ہر طرف نہریں بہ رہی تھیں چوک اور کنارے اونچے تھے شیشے کے محل چوہارے اور ایک مقام ایک سے الگ خوبصورت تھا ہر چیز نہایت سچی ہوئی تھی۔

شاہ نے فرمایا بڑے قیمتی موتی ہیں انہیں لوگوں کی نگاہوں سے اوچھل ہی رکھو صاعد اور شہزادے کو باغ میں لے جا کر رکھو اور ان کی وہیں پرورش کرو۔

طرماں تے کھرناہیں والے مارن ڈھول بھرائی
کیہڑے کیہڑے گئے محمد کٹھی ہوئی لوکائی!

سیف ملوک تے صاعد کارن شہروں باہر کنارے
پکا باغ سہایا بہتا لائے وچ فوارے

چیکن کھوہ سراں کر بولن وانگن چھتری راگے
پر اک دیک گان نہ ڈردے شالا آگ نہ لاگے
شوقوں طوق پیا گل قمری گو گو گو گو بولے
کوئل تان لئی ہو اچی کردے ناچ ممولے

بلبل طوطے سوہلے گاؤن حال پئے حیواناں
کھوہ دا کتا چنگی مارے بیل پھرے دیواناں

ٹنڈاں ہنچوں بھر بھر ڈوہلن جان اندر کر خالی
سدا نہیں اس رونق رہناں سدا نہیں خوشحالی

بنھ قطار چنار سفیدے سرو آزاد کھلوتے
سده صاف برابر دن تار پریت پروتے

ہر ہر پاسے نہراں وگن چوک عراق اچیرے
شیش محل چبارے گوشے بھلے بھلیرے ڈیرے

شاہ کھیا ایہ موتی سچے عامان نہیں دسالو
صاعد تے شہزادے تائیں باغ اندر کھڑپالو

اے محمد بخش ان باتوں کو تیری طبیعت کبھی چھوڑنا نہیں چاہتی ہے اس قصے کو کیسے سر تک پہنچائے گا یعنی پورا کرے گا اگر تو یہاں ٹخنوں میں ہی بیٹھا رہا۔

شہزادے کا آگے بڑا مسافر نظر آ رہا ہے لیکن طبیعت کو رب نے اتنی طاقت بخشی ہے یہ بیان کو اور لمبا کرنے کی کوشش کرتی ہے کہتی ہے اور لمبا کرو۔

دائیاں شہزادے کو لے کر باغ میں آگئیں اور یہیں رہنا شروع کر دیا۔ بڑے ناز و نعم سے دونوں کو پالا دونوں اب بڑے ہوئے۔ جب وہ چار برس کے ہوئے تو پھولوں کی طرح کھل اٹھے۔ زبان سے بات چیت کرنے اور بتائی ہوئی بات نہیں بھولتے تھے یادداشت بہت اچھی تھی۔

جب چار برس چار ماہ چار دن ہوئے تو بادشاہ نے نجومیوں کی ایک جماعت کو بلایا تاکہ دریافت کیا جائے علم ان کے بارے کیا کہتا ہے۔

نجومی صبح ستارے جوڑ کر حساب کرنے لگے ان کے ستارے جوڑنے لگے پریشانی کی بات بتانے سکیں سوچوں میں پھنس گئے پریشان ہو گئے۔

دولت علم نیک بخشی ہر طرف سے ان کے نصیب اچھے ہیں ایک بات اس میں پریشان کن ہے جو عشق کے سفر کے متعلق ہے کہ عشق کے لیے سفر کرے گا۔

آخر بادشاہ نے فرمایا آپ لوگ چپ کیوں ہیں اس میں تمہارے بس کی کیا بات ہے جو پہلے دن سے لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر ہی رہنا ہے۔

آپ کا نجوم شہزادے کے بارے میں کیا کہتا ہے مجھے تمام بتا دیجئے تمام نجومیوں نے عرض کی اے بادشاہ سلامت ہماری جان بخشی ہو تو ہم عرض کریں۔

انہاں گلاں وچ اے محمد طبع نہ تیری مٹے قصہ سرے پچائیں کیوں بے رہیو گئے

ددا سفر شہزادے والا آگے بہتا سارا زور طبیعت نوں رب دتا کردی ہور پسارا

دائیاں لے شہزادے آئیاں باغ اندر کر ڈیرے نال پیاراں پالن دوہاں ہوئے آن وڈیرے جاں پھر چونہ برسوں دے ہوئے وانگ بھلانڈے بھلے آئی راس زبان گلاں تے دیا سخن نہ بھلے

چار مہینے چار دہاڑے چارے سال تے ساعت گزر رہے تال سد بہائے اہل نجوم جماعت

لگے کرن حساب نجومی جوڑ ستارے راساں! خنگی دی گل دس نہ سکن پھاتھے وچ دوسواں

ہر ہر پاسوں بخت سولے دولت علم اقبالوں اک گردش وچ مشکل دسی عشقوں سفر و بالوں

آخر شاہ کہیا چپ کیسی تاساں وں نہ کوئی بے کجھ روز اول دی لکھی اوڑک ہونی سوئی

دس دیہو شاہزادے والی حال حقیقت ساری کردے عرض نجومی قبلہ بخشیں جان ہماری

تعمیل کرے گا آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔

جو کام آپ نے فرمایا ہے میرے لیے نہایت درست ہے۔ اسی میں میرا فائدہ ہے بادشاہ نے وزیر اور نجومیوں کو بلا کر سب سے فرد آفر دیا دریافت کیا۔

جب مبارک وقت ہوا لڑکوں کو تعلیم کے لیے بٹھا دیا جائے اور وہ استاد مقرر کئے جو ہر علم کے ماہر اساتذہ تھے جو تمام علوم پڑھا سکیں۔ قلم کار سنہری تحریر والے اس کے آگے وہ نذر پیش کرتے مشورہ کرتے یاد کرنے بیٹھ گئے کارگری کے لیے اس کے شاگرد ہوتے۔

افلاطون ارسطو سلمان تمام تیاری کرنے لگے جو بات ہمارے لیے مشکل ہے اس کو استاد سے جا کر دریافت کرتے ہیں وہ ایسا ماہر تعلیم ہے۔

یونانی حکیم سحبانے کو بھی زبان سے بیان کی شرح کر کے بتائے وہ دونوں بڑے شاگرد اور وہ ایک استاد جو انہیں پڑھانے کے لیے مقرر ہوا۔

سیف الملوک کو باری تعالیٰ نے بڑا علم دانائی عطا کیا ہوا تھا بڑا ہوشمند تیز طبع بڑا ذہین اور ہوشیار تھا۔ اسے خدا نے بڑی پوشیدہ خوبیاں عطا کی تھیں۔

صاعد بھی عقل ہوش والا اور بڑا ذہین تھا واہ سبحان اللہ جس نے ایک سے ایک بڑھ کر لائق اس خاک سے پیدا کئے۔ دس سالوں میں دونوں نے تمام علوم حفظ کر لیے شہزادہ جب کلام کرتا تو ایسے لگتا موتیوں اور لعل جو اہر کے ہار پر درہا ہے اتنی روانی سے بات کرتا۔

دنیا کے تمام رسم الخط سیف الملوک نے یاد کر لیے اس کی خوشخطی دیکھ کر فرشتے بھی حیران ہو جاتے اتنا خوبصورت لکھتا تھا۔ عربی عجمی عبرانی کوئی اور فارسی زبان کا خط اور بیدا چھیرے گور مکھی ہندی حروف کی بھی پہچان کر لی تھی مکمل عبور حاصل تھا۔

جیہڑا کم تساں فرمایا عین ثواب اسانوں شاہ وزیر نجومی سد کے پچھیا ہر یکساں نون

ساعت نیک ہوئی جد حاصل لڑکے پڑھن بہائے اوہ استاد لیاندا جیہڑا ہر اک علم پڑھائے کاتب ززیں رقم اس آگے جا شیرینی دھردے لے صلاح پاکون بیٹھے ہو شاگرد ہنردے افلاطون ارسطو سلمان سارے کرن تیاری پچھنیے اس استادے کولوں جو گل مشکل بھاری

سحبانے نون نال زبانے دنے کھول بیانوں اوہ شاگرد اکابر دووئے اوہ استاد یگاناں!

سیف ملوک اندر رب پایا بہتا اثر دانائی تیز طبیعت ہوش ودیعت فہم عقل چترائی

صاعد بھی سی ودھ علامہ فہم عقل ادراکوں واہ خالق جس پیدا کیتے بھلے بھلیرے خاکوں دس برس وچ ہر ہر علموں دوئے حافظ ہوئے شاہزادہ جاں کرے کلاماں موتی لعل پروئے

جو خط دنیا آتے لکھدے سیف ملوک پکائے خوشخط اس دا دیکھ فرشتہ حیرانی وچ جائے عربی عجمی عبرانی کوئی خوشخط فارسیاں دا بیدا چھیرے گور مکھی ہندی حرف شایاں دا

ڈوگرے حروف زنگی یعنی بورجا انگریزی اور دوسرے اردو
بنگالی دکھن تمام لکھائی پڑھ لیتا تھا ہر رسم الخط پڑھنے کا ماہر تھا۔
سریانی ایرانی ترکی زبان اور ترک یونانی زبان اور عراقی تمام
زبانوں کے خط پڑھنے سیکھ لیے کوئی باقی نہ رہی۔

سیمان علیہ السلام کے علم کی طرح سب کی بات وہ سمجھ لیتا تھا دیو
پر یوں اور جانوروں کی بولی سمجھ لیتا تھا۔
وہ اتنا بڑا اس حد تک عالم بن گیا کہ تمام ممالک کے قاضی اگر کسی
مسئلے میں مشکل پیش آتی اس سے پوچھنے کے لیے آتے۔
تمام باریکیاں کھول کر بہت بیان کر دیتا عالم اور فاضل سن سن کر
بے ساختہ پکار اٹھتے واہ سبحان اللہ تمہارے پیدا کرنے والے پہ
قربان جائیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اس کی سریلی آواز تھی جب
کلام کرتا سن کر دل کا شوق یعنی یاد الہی تازہ ہو جاتی اس کا انداز
بیان ایسا تھا۔

اگر سینکڑوں عالم فاضل دانا سننے والے بھی ہوں اس کی آواز کی
لذت سے مست دیوانے ہو جاتے زبان میں اتنی کشش تھی۔

نیاہت خوبصورتی اچھی عادت میٹھی زبان اور منہ پر سادگی بڑے
بڑے حسین دیکھ کر شرمندہ ہو جاتے اس کے حسن کی تاب نہ لاسکتے۔
نوری شمع کی طرح رخ روشن جسے دیکھ کر آسمانی روشنی بھی ماند
پڑ جائے اس کے حسن پر اس کے عاشق جیسے شمع کے پروانوں
کی طرح مردوزن جو طرفہ بیسے شمع پر پرندے جلتے ہیں۔

اگر وہ آسمان کی طرف نظر اٹھائے تو تارے اس کی تاب نہ لاسکیں
جس پر مہربان ہو اسے پارا تارے بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔
اگر نیچی نظر کرے زمین پر بجلیاں چمک اٹھیں روشنی ہو جائے
ایسا حسین جمیل اور خوبیوں والا صفات کے لائق ہے۔

ڈوگری اکھر خط فرنگی انگریزی ہور دو بے
اردو خط بنگالی دکھنی سارے لکھے بوجے
سریانی ایرانی ترکی یونانی عراقی
لکھے خط زبانوں سبھو کچھ نہ رکھے باقی!
دیکھ علم سلیمان نبی دے پائے بھاکیا غولی
دیواں پریاں والی ساری جانوراں دی بولی
اس حد سے اوہ عالم ہو یا قاضی سبھر ممالک دے
جے مسئلے دی مشکل پوندی اس تھیں پچھن جانے
سبھ دقیقے کھول دسارے کرے بیان چنگیرا!
عالم فاضل سن سن آکھن دجن اوہ خالق تیرا

مثل داؤد نبی دے آبا شاہزادے آوازہ
جدوں کلام کرے سن ہوندا شوق الہی تازہ

جے سوہون سننے والے عالم فاضل دانے
نال آواز اوبدے دی لذت ہوندے مت دیوانے

حسن رسیلا، خو عیلمی، سادہ مکھ صفائی
سوہنے دیکھ ہوون شرمندے، جھال نہ جھلدا کائی
روشن شمع نورانی چہرہ بچھے لاک آسمانی!
وانگ پتنگاں سزن چوفیرے عاشق مرد زبانی

جے اوہ نظر کرے ول انبر چمک نہ جھلن تارے
تارے جس ول مہریں آوے کردا پار اتارے
نیواں تیکے دھرتی لگن بجلی دے چمکارے
ایسے روپ انوپ کرم دے صفت کرن دے وارے

بڑی محبت رکھتے تھے۔

وہ بھی سہنشاہوں کا شہنشاہ تھا اور یہ بھی بڑا بہادر بادشاہ تھا ایک دوسرے کے ساتھ لیکن دین رکھتے تھے کیونکہ دونوں ہی بڑے عظیم تھے۔

میں شاہ مہروں کی کہانی سنا تا ہوں وہ شاہ مہرے کیا تھے وہ سفید یا سیاہ کیسی بھی تھی دو صورتوں کی ایک تصویر بنائی ہوئی تھی جنہیں شاہ مہرے کہا جاتا تھا۔

وہ اس قسم کا ریشمی سجا کپڑا تھا آج کل اس کی وہ قسم ناپید ہے دو صورتوں میں اس پر انوکھی تصویر قلم سے بنائی گئی تھی جس کو شاہ مہرے کا نام دیا گیا۔

ایک تصویر مرد کی تھی اور دوسری تصویر عورت کی تھی نہایت خوبصورت نین نقش اور حسن کے چمکارے بتا رہے تھے ابھی بالکل شباب کا عالم تھا جب تصویر بنی تھی۔

عاصم شاہ نے وہ شاہ مہرے بڑے سنبھال کر صندوقوں میں رکھے ہوئے تھے آخر پر وہ یہ تحفے بھی دے گا لیکن دوسرے پہلے دے گا بعد میں یہ دے گا۔

مے پی کر بڑی سخاوت کر رہا تھا اور اپنے بیٹے سے دلی محبت کرتا اور جان نچھاور کرنے کو تیار تھا ہر ایک انوکھی چیز اسے وافر مقدار میں دے بے حساب عطا کیں۔

دل میں یہ خیال کرتا کہ وہ سلیمانی نہایت شاندار اور بڑا قیمتی تحفہ ہے وہ بھی سیف الملوک کو دے دو اس سے پیارا مجھے اور کون ہے۔ خزانے کے محافظوں کو حکم دیا کہ خزانے کا جلدی سے تالا کھولو اور وہ سلیمانی تحفے والے صندوق جلد حاضر کرو محافظوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

عاصم شاہ نے اپنی موجودگی میں وہ صندوق کھلوا یا اور صندوق کے اندر ایک صندوق تھا وہ باہر نکالا گیا جس کے اندر وہ شاہ

اوہ بھی شاہ شاہاں دا آہا ایہ بھی شاہ بہادر ہک دوئے نگ ورتن کردے آہے دوئے اکابر

شاہ مہرے دی گل سنداواں اوہ شاہ مہرے کی سی ڈونہہ شکلاں دی مورت لکھی گوری کالی کیسی

قسم حریروں ٹاکی پچی ذات نہ اس دی لہدی ڈونہہ شکلاں دی اس تے صورت لکھی قلم عجب دی

اک صورت مردا ویں آہی آہی ہک زنانی! سوہنے نقش حسن دیاں لاناں دین عمر جوانی

وچہ صندوقاں رکھے آہے عاصم اوہ شاہ مہرے ادڑک اوہ بھی دیسی لیکن دے تحفے ہور مہرے

پنی کے مدھ کرے بخشیشاں بیٹے تے دل ڈہلا ہر ہر چیز عجائب اس نوں دیندا جائے گھلا!

دل وچ کھنڈا اوہ سلیمانی تحفہ بہت اچیرا سیف ملوک تائیں ہن دیواں اس تھیں کون چنگیرا ہويا حکم خزانچیاں نوں جلدی قفل اتارے اوہ سلیمانی تحفے والے آہ صندوق گزارے

عاصم شاہ دھر آگے اپنے چاہ صندوق کھلایا ہور صندوق صندوقے اندر اوہ بھی باہر کڈھایا

مہرے آگے پہلے: اول قفل: سلا، چندرا۔

دیکھ کر شہزادہ حیران ہوا لیکن معلوم نہ کر سکا کچھ پتہ نہ چلا یا تو یہ نایاب ریشمی کپڑا ہے یا یہ روم کا ریشمی کپڑا ہے۔

نہ یہ کسی چینی کی تھی اور نہ کسی یورپین (انگریز) کی مانند تھی اس کے دھاگے کو ہاتھ ڈال کر شہزادے نے وہ تصویرنگی کر دی۔

کیا دیکھتا ہے کہ وہ صورت آسمانی چاند سے بڑی زیادہ روشن ہے چمکتی ہے اس کے نقش و نگار جنتی حور سے اچھے ہیں۔

اگر آسمان کی طرف منہ کرے تو سورج پر اس کا سایہ پڑے اگر اسے تاریکی میں اندھیرے میں لے جائیں وہاں روشنی ہو جاتی ہے لو لگ جاتی ہے۔

اس کا ہر نقش اتنا حسین ہے چمکتا ہے اور چراغوں سے بھی زیادہ روشن ہے دانشمند دیکھ کر دیوانے ہو جائیں اور دماغی سوچ مفلوج ہو کر رہ جائے۔

مانی اور ارزنگ مصورتھے اگر یہ بھی اسے ایک بار دیکھتے تو اپنا تما م ہنر یعنی فن بھول جاتے بمشکل اپنے ہوش و حواس قابو میں رکھتے۔

اگر لقمان یا افلاطون حکیم اسے دیکھتے تو بہت جلد اپنی عقل و دانش بھول جاتے دیوانے پاگل ہو جاتے وہ بھی اس تصویر کی تاب نہ برداشت کر سکتے۔

بڑے پرہیزگار عالم اگر اس کی چمکتی آنکھ دیکھ لیں تو انہیں کفر اور اسلام کافرق بھول جائے اور وہ بھی بتوں کو سجدہ کر دیں۔

مرحبا وہ تصویریں بنانے والا جس نے یہ ایسی تصویر بنوائی سبحان اللہ وہ پیدا کرنے والا مالک جس نے یہ نقش یہ تصویر بنائی ہے۔

سیف الملوک شہزادے نے جب وہ پوری تصویر دیکھی تو اس کے دل میں ایک آگ بھڑک اٹھی اور دل ایک انگارے کی مانند ہو گیا۔

دیکھ ہویا حیران شہزادہ ہووے نہ معلومی!

یا ایہ اطلس ہے خطائی یا ایہ دیبا رومی!

ناں ایہ قمشی چینی وانگر مثل نہ متعہ فرنگی

تکے نوں ہتھ پا شہزادے مورت کیتی ننگی

کبہہ تکے اوہ صورت کیسی روشن جن فلک تھیں

نقش نگار بہار حسن دی بہتر حور ملک تھیں!

بے منہ کرئیے ول آسماناں سورج پیے پچھاواں

بے کھریے ظلماتے ملدا آب حیات سچاواں

ہر ہر نقش دیے لشکارے بہتر لاٹ چراغوں

دانے دیکھ ہوون دیوانے سردے ہوش دماغوں

مانی تے ارژنگ بیانے بے دیکھن اک والے

کاریگریاں والے بھلن سارے ہوش سنبھالے

بے لقمان حکیم سیاناں دیکھے یا افلاطون!

بھلن بھ حساب عقل دے ہون شابی مجنوں

عالم بے پرہیزاں والے انھ چمکدی دیکھن!

کفر اسلام نہ یاد رہن نے بت ول متھا ٹیکن

واہ نقاش کاریگر یارو جس اوہ نقش لکھایا!

واہ وا خالق سر جہبارا جس نقاش بنایا

سیف ملوک شہزادے جاں اوہ مورت دیکھی ساری

لگی آگ ہویا دل اندر تپ کے وانگ انگاری

اے قبلہ دکھی نہ ہوا اپنے رب پر بھروسہ رکھو وہ بہتر کرے گا آپ اٹھیں اپنے بیٹے کے پاس چلیں اور اسے دلیری دیں اسے تسلی دیں حوصلہ دیں۔

شہزادے سے کہیں کہ وہ فکری آگ میں نہ جلے فکر عقل اور سوچ کو پریشانی کا شعلہ جلا کر رکھ کر دیتا ہے اسے کہیں سوچوں سے باہر آئے۔

تمہارا محبوب تو اللہ پاک نے ہی ملانا ہے اگر تمہارے مقدر میں میل ہوا تو ضرور ہوگا لیکن میں اپنی پوری کوشش ضرور کروں گا اس میں فرق نہیں رکھوں گا۔

میں وزیر اور دانش مند لوگ بھیجوں گا اور مصور بھی ساتھ جائیں گے پوری دنیا گھوم کر تلاش کریں گے ہر شہر اور ہر گھر میں تلاش کریں گے۔

اس صورت کے بارے میں جہاں سے بھی کوئی خبر ملی واپس آ کر بتائیں گے جب ہی تمہاری پریشانی دور ہوگی اور تمہیں تسلی ہوگی۔

وزیروں نے بادشاہ کو یہ مشورہ دیا اور بادشاہ نے پسند کیا انہوں نے کہا اپنے بیٹے کو جا کر تسلی دیجئے وہ حوصلہ رکھے ہم کوشش ضرور کریں گے۔

میں اپنی پوری کوشش کروں گا فوج کو ہر طرف بھیجوں گا شاید تصویر کی اصل صورت مل جائے اور تمہارا مطلب پورا ہو جائے تمہیں یہ مل جائے۔

لیکن تم اپنے آپ کو سنبھالو اور اپنے ہوش و حواس قائم رکھو اے شہزادے اسے کون اپنی بیٹی کا رشہ دیتا ہے جس کو لوگ پاگل کہیں جو پاگل مشہور ہو جائے۔

سیف الملوک نے کہا اے میرے باپ میں رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر یہ مجھے نہ ملی تو یہ عقل دانش یہ زندگی کچھ بھی باقی نہیں رہے گا میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یا قبلہ غمناک نہ ہو میں رکھ اللہ دی ڈھیری بیٹے پاس چلو اٹھ آپوں اس نوں دیہو دلیری

ایہ کہو شاہزادے تائیں چنتا چنتا نہ بالے سردا عقل فکر تے دانش بھانبر چنتا والے

یار تینوں رب پاک ملانا جے تده قسمت ہوئی حیلہ دس میرا جو لکسی فرق نہ رکھتاں کوئی!

بھیجاں دانشمند وزیراں ہور مصور دانے عالم پھر کے صورت ڈھونڈن ہر شہر ہر خانے

اس صورت دی حال حقیقت جس جاؤں ہتھ آسی حاضر آن کرن گے ایتھے تاں تیرا غم جاسی ایہ صلاح وزیراں دتی شاہ لگی دل بھلی! بیٹے نوں جا دے دلیری بچہ رکھ تسلی

کوشش بے شماری کرساں گھلاں فوج چو فیرا مت مورت دی صورت لہے ہووے مطلب تیرا

پرتوں اپنا آپ سنبھالیں ہوش رکھیں وچ جانی کد شاہزادے ناٹھ دیندے جے ناں پوے سودائی

سیف ملوک کہے سن بابل قسم مینوں اس رب دی ہوش عقل جیوجان نہ رسی جے صورت نہیں لہدی

اُسے پر یوں میں قاضی (منصف) اور امیر کا مرتبہ عطا کر دیا اس کا کہنا مناسب پر لازم ہو گیا اس کا کہنا موڑنے کی کسی کو اجازت نہ تھی۔ اور اس وقت یہ تحفے دے کر ہمیں روانہ کیا ہے خدا کا شکر ہے کہ ہم نے آپ کے در دولت پہ پہنچا دیئے ہیں اب ہمارا کام پورا ہو گیا ہے۔ میرے باپ نے بھی انہیں بڑے نایاب تحفے بھجوائے اور کہا کہ یہ تحفے بنی سلیمان کی خدمت میں میری طرف سے جا کر پیش کرنا اور میرا سلام کہنا۔

شاہ صفوان نے یہ بری محبت سے محفوظ رکھے اور ان کے بعد پھر یہ مجھے ملے اور میں نے بھی حفاظت سے انہیں رکھا۔ یہ میرے باپ دادے کی میراث تھی جو مجھے بہت پیاری تھی اس وقت اس سے اچھی اور کوئی چیز نہیں تھی یہ سب سے اعلیٰ تھے۔ دنیا پر تم سے پیارا میرے لیے اور کوئی نہیں ہے تب ہی یہ تحفے میں نے تجھے بھجوائے میں نے اپنے ہاتھوں سے یہ کارروائی کی ہے۔ اپنے خیال میں اس نے تحفہ دے کر بڑی خوشی حاصل کر لی ہے وہ بڑا خوش تھا اسی خوشی کی بجائے دکھوں کا دروازہ کھل گیا۔

اگر میں جانتا ہوتا کہ اس سے ہزاروں غم ملیں گے تو یہ شاہ مہرے میں صندوق سمیت سمندر میں پھینک دیتا لیکن کیا معلوم تھا۔ اب کوئی بات میرے اور آپ کے بس میں نہیں رہی ہے جو ہونا تھا ہو گیا ہے اے بچہ باپ اور بیٹے دونوں کے مقدر میں رونامی لکھا تھا سو ہو گیا ہے۔

اور دونوں شاہ تو اس جہان سے کوچ کر گئے ہیں تب ہی یہ کام مشکل ہو گیا ہے سیف الملوک کے سامنے عاصم شاہ نے یہ ساری داستان بیان کی۔

بیچارہ شہزادہ یہ حقیقت سن کر شکر کرتا کہ اسی دنیا میں ہی میرا محبوب کہیں رہتا ہے کبھی بھی کہیں بھی تو ملے گا۔

قاضی تے امراء بنائوں پریاں وچ عجزاً! حکم اودھا بھ سر پر من موڑن کسے نہ جائز اس ویلے ایہ تحفے دے کے کیتوس ایس روانے شکر کیٹا جے آن پچائے تیرے دولت خانے باپ میرے بھی تحفے بہتے جو کیاب نہ لہدے گلے نبی سلیمان تائیں ہتھ انہاں دے جھبڈے

شاہ صفوانے نال محبت سانہی رکھے دونوں اس تھیں پچھے مینوں لہے میں بھی رکھے اونوں ایہ میراث پیو دی آی مینوں بہت پیاری اس ویلے کوئی اس تھیں چنگی ناہیں چیز نیاری دنیا آتے تیرے جیہا نہ کوئی ہور پیارا تاں ایہ تحفے تینوں گلے ہتھیں کیٹا کارا! اپنے بھانے کر بخشیشاں کیتی خوشی زیادہ اوس خوشی دی جائے ہویا درداں در گشادہ

جے میں جاناں ایس خوشی دے بن سن غم ہزاراں ایہ شاہ مہرے وچ سمندر ڈوباں سنے پٹاراں بن کچھ دس نہ میرا تیرا ہو گیا جس ہوناں! پتر باپ دوہاں نوں بیٹا بھاء پیانت روناں

اوہ دوئے شاہ گئے جہانوں تاں کم مشکل آیا سیف ملوک آگے ایہ قصہ عاصم شاہ سنایا

ایہ حقیقت سن شاہزادہ کردا شکر بیچارا ایسے دنیاں آتے وسدا کدھرے یار پیارا

اس لیے بدیع جمال لکھا ہے فارسی رسم الخط میں فارسی طریقے سے اور وہ بھی اگر کوئی زیادہ تحقیق یا پرکھ کرے تو بعض جگہوں پر وہ بھی شعر توڑ دیتا ہے۔

ہر عقل مند کے لیے سمجھنا ضروری ہے کہ میں پری کے دو تین نام رکھ رہا ہوں جہاں نام لکھنے کی ضرورت ہو وہاں نام لکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

کہیں عجب جمال لکھوں گا اور کہیں شاہ پری کہہ کر پکاروں گا نام زیادہ ناموں والا پکی بات ہے کہ ایک ہی نام سمجھئے۔

عاصم شاہ کے بھجے ہوئے لوگ ہر جگہ تلاش کر کے تھک گئے لیکن کوئی پتہ نہ چلا عجب جمال اور باغ ارم کی کہیں سے بھی کوئی خبر نہ ملی۔

دس برس کوشش کر کے پھر مصر آئے کوئی چار سو شہزادہ کو دکھانے کے لیے تصویریں بنا کر ساتھ لائے لیکن جس کی تلاش تھی اصل نہ ملی۔

تصویریں بڑی ترتیب کے ساتھ امیروں نے آ کر سامنے رکھیں ایک سے ایک خوبصورت جیسے حوریں اور پریاں ہوں۔ اگر شہزادے کے دل کو یہ اچھی لگیں تو میں بھی ان کی تعریف لکھوں ورنہ ان وزیروں کی طرح میں فضول قلم کو گھساتا ہوں۔ بے شک سونے یا موتیوں جیسی بھی ہوں لیکن اگر وہ محبوب کو ناپسند ہوں تو وہ موتی کنکر اور سونا راہ دکھائی دیتا ہے یہ ایک بڑے دانش مند کا قول ہے۔

عاصم نے تمام دوستوں سے کہہ دیا کہ یہ بات شہزادے سے نہ کرنا کہیں شہزادہ ناامید ہو کر دیوانہ ہی نہ ہو جائے اس بات کو راز ہی رکھنا ہے۔

لیکن شہزادہ سمجھ گیا تھا یہ اس سے کیا چھپا سکتے تھے اس نے جان لیا تھا کہ یہ شاہ پری اور باغ ارم کی کوئی خبر نہیں لائے ہیں اس

نام بدیع جمال بنایا فارسیاں دے ڈولے اوہ بھی بعضے بیت توڑے جے کوئی پردہ پھولے

دو تن نام پری دے رکھاں سمجھو ہر سیاناں جتھے جاء بُلانے والی اکثر نام بولاناں!

کدھرے عجب جمال کہاں گا کدھرے شاہ پری کر بہتے ناؤں والا کو سمجھو گل کھری کر! عاصم شاہ دے بھجے بندے لوڑ تھکے ہر جائی عجب جمال تے باغ ارم دی کے نہیں دس پائی

برس دہاں دے کر کر دھاوے پھیر مصر نوں آئے چار بکے شاہزادے والے صورت نقش بناہے

کر تصویراں با تدبیراں آن امیراں دھریاں ہک تھیں ہک چڑھیں دی صورت وانگن حوراں پریاں جے شاہزادے دے من بھاوون تاں تعریف بناواں کاہنوں آنہاں وزیراں وانگر میں بھی قلم گھساواں توڑے ہوون سونا موتی جے دلبر نہیں تیکے موتی روڑ دن بھس سونا، کہیا مردے پکے

عاصم شاہ کہے سبھ یاراں بھیت نہ دسو کائی مت نا امید ہو کے شہزادہ بنے شاب سودائی

شاہزادے پر سمجھ لیا سی اس تھیں کون بچھپائے شاہ پری تے باغ ارم دی ناپیں خبر لیائے

حقیقت کو نہیں سمجھ رہے ہیں۔

دولت اور دنیا کالا لچ لے کر مجھے ٹھگنا چاہتا ہے میرا اندر پھاڑ کر نہیں دیکھتا ہے گھر بار ملک تخت کون خوشی سے چھوڑتا ہے۔

تخت تاج کے حصول کے لیے بادشاہوں نے کیا کیا کارنامے نہیں کئے ہیں شاہ نامے اور اسکندر نامے سے جنگوں اور لڑائیوں کے قصے پڑھ کر دیکھیں۔

ظاہر اور باطن پر عشق کا قبضہ ہے آپ کو نظر نہیں آ رہا ہے آپ دیکھ نہیں رہے مجھے مال و دولت خزانے کیسے اچھے لگیں میں اپنی زندگی سے بھی بیزار ہوں۔

نہ ہی میں پاگل نہ دیوانہ میں تمام سمجھتا اور جانتا ہوں لیکن اے میرے باپ اس میں میرا کوئی قصور نہیں یہ سب کچھ خدا کی رضا سے ہوا ہے۔

اول روز کے لکھے ہوئے نصیب کون ہے جو اپنی صلاحیتوں سے مٹا دے کئی امیر وزیر سیانے اس تقدیر بھلائے اے میرے باپ مجھے بے وقوف اور کم عمر سمجھ کر کیوں قصور وار ٹھہراتے ہیں اگر کوئی ازل کے لکھے مقدر مٹا دے تو میں اس مرد کی مردانگی کو سلام کروں اُسے مرد جانوں۔

پھر شہزادہ چب گر گیا اور آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو گئے اس کے دل کے اندر ہی اندر چھریاں کاٹتی رہی نہیں بڑی آہ و پکار کرتا تھا۔

ایک لمبی سانس لے کر کہتا ہے میں اپنے دل کے اس غبار کو کب تک روکے رکھوں گا دل کہتا ہے جلد اس بات کو ظاہر کر دو سب پر واضح کر دو یہ عشق کی کہانی۔

عاصم نے کہا شاہ اے بیٹا اب تمہاری کیا دلی خواہش ہے افواج لشکر دولت مال خزانے ہر چیز بہت ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

دولت دنیا دس دس کھگیں اندر پاڑ نہ تکدا
گھر در تخت ولایت کیہڑا سوکھا ہے چھڈ سکدا
تخت ولایت کارن شاہاں کیجے کیڈ کشالے
شاہنامے اسکندر نامے دیکھ لڑائیاں والے

اندر باہر عشقے ردھا دسا نہیں تسانوں
مال خزانے کیکر بھاون اک گیا جینو جانوں!

نال میں جھلاناں میں کلا سبھ کچھ سمجھاں جاناں
پر کچھ دوس نہ میں پر بابل ہو یا رب دا بھاناں

لکھے لیکھ ازل دے کیہڑا کر تدبیر مٹائے
کئی امیر وزیر سیانے اس تقدیر بھلائے
کیوں توں تہمت دیویں بابل جان نادان ایاناں
جے کوئی لیکھ اول دے میٹے مردی اس دی جاناں

پھیر شہزادہ ہویا چو پیتا خونی ہنوں ٹریاں
اندر پھریاں کپن دل نوں مارے آہیں بریاں

مارا وساس کہے ہن کچرک رکھاں ڈھک غبارے
دل کہندا میں کالا ہویا کڈھ ایہ دھواں آ دھارے

عاصم شاہ کہے سُن بیٹا کی ہن خواہش تیری
فوجاں لشکر سبھ کچھ حاضر مایا گھنی گھنیری!

موت سے پہلے مرنا بہتر ہے اس پر عمل کرنا بہتر ہے موت سے پہلے جو مرتا ہے پھر وہ کبھی نہیں مرتا ہے ہمیشہ زندہ رہتا ہے پھر اسے موت نہیں آتی ہے۔

جب کسی کا کوئی مرتا ہے تو پیٹ پیٹ کر اشارہ کرتے ہیں خود ہی سر منہ پیٹتے ہیں اور سوالیہ بات کرتے ہیں۔

اگر تو خود اپنے آپ کو مار لیتا ہے تو آج تو کیوں مرتا تو خود آج مر گیا ہے لیکن خود آپ کو نہ مار سکا اگر تو آپ مرتا تو آج زندہ ہوتا۔ وہ آخرت کا سفر تجھے نظر نہیں آتا ہے اس سفر پر چلنا چاہتا ہے اس سفر کے لیے پونجی جمع کرو مالدار کا سفر آسان گزرتا ہے آسان ہوتا ہے۔

بڑا المباہ ختم ہونے والا سفر ہے بیٹا بے فکر ہو کر بیٹھو اپنے دل کی خواہشات کے جوش کو سرد کر دے اور دیوانوں کی طرح جانے کا خیال چھوڑ دو۔

گھر چھوڑنا کوئی اچھا کام نہیں ہے یہ ہر وقت کا آشیانہ ہے غم نہ کرو غم ختم ہو جائے گا آخر ہر کام کا آخیر ہوتا ہے ہر بات نے آخر ختم ہونا ہی ہوتا ہے۔

چوہا چڑا کتا اور بلا بھی ہر کوئی گھرا پنا وطن چاہتا ہے تو ایک انسان اور ایک شہزادہ ہو کر گھر میں رہنا پسند نہیں کرتا گھر چھوڑنا چاہتا ہے۔ اگر تو آدمی ہے تو انسان بنو اگر تو جن ہے تو غائب ہو جاؤ ایسا عقل مند شہزادہ ہو کر بھوت پریت کے چکروں میں کیوں پڑا ہے۔

میں بوڑھا تیرے پاس چند دنوں کا مہمان ہوں پتہ نہیں کب زندگی کی شام ہو جائے میرے پاس رہ کر میری خدمت کرو اور خداوند تعالیٰ سے جزا حاصل کرو۔

تجھے میرا احترام کرنا چاہئے میری خدمت تم پر لازم ہے میرے سے اچھا تمہارے لیے اور کون ہے میرے ضعیف پریشان دل کو خوش رکھو میرے ساتھ خوش رہو۔

مُوْتُوَا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوَا عمل ایسے تے کرناں مرنوں آگے جو کوئی مویا پھیر نہیں اس مرنوں

جدوں کوئی مر جاندا سجن پٹ پٹ کرن اشارت آپوں اپنا منہ سر بھٹن دن ایہ بجھارت یعنی آپ آپے نون ماریں تاں آج کیوں مریویں آپ مویوں جے آپ نہ مویوں آپ مریں آج جیویں اوہ سفر نہیں سجدہ تینوں چلیں ایس سفر دا اوس سفر دا خرچ بنائیں غنی سفر سر کردا

لماں پنڈھ نہ سنبھسی بیٹا بہو کھاں ہو نچلا جوش خروش مٹا پیارے جاہ نہیں ہو جھلا

گھر سٹن کوئی کم نہ چنگا آہناں ہے ہر دم دا نہ غم کر غم جاسی اوڑک اوڑک ہے ہر کم دا

چوہا چڑاتے کتا بلا ہر کوئی وطن دھراندا توں آدم شہزادہ ہو کے چھڈیں وٹن گھر اندا آدمی میں تاں آدم بن جا جن میں تاں ہو اوہلے ایسا سگھڑ سیاناں ہو کے پیوں غولاں دے رولے میں بڈھا مہمان گھڑی دا پاس تیرے کوئی دن ہاں کول میرے رہو خدمت کر کے اجر جنابوں گھن کھاں

جنس تیری نون میں ہاں لائق کون میرے توں بھلا دل بیتاب ضعیف میرے نون دیہ کھاں خوشی تسلا

آج مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے اگر مرنے کے بعد تلاش کرے گا تو میں پھر تجھے مل نہیں سکوں گا ایسے ہاتھ ملتا رہ جائے گا جو اس دنیا کو چھوڑ جائے پھر وہ کہاں ملتا ہے۔

آج میری نصیحت تجھے بہت بڑے تیر کی طرح لگتی ہے اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے تقدیر الہی میں ایسا ہی لکھا تھا اسے کون ٹالے گا۔

اب میرا عصر کا وقت ہے پتہ نہیں کب زندگی کی شام ہو جائے وہ زوال یعنی جوش کا وقت گزر چکا اب ظہر نے آ کر مغرب کر دی ہے ایسی خواب وحشت آئی ہے۔

خدا کرے تو چڑھتے سورج کی طرح ہی چمکتا رہے تجھ پر دکھ نہ آئے خدا کرے تیرے مقدر میں خوشیاں ہی ہوں اور سر پر ہمیشہ اقبال کا ستارہ چمکتا رہے۔

سفر میرے لیے آیا ہے تم رہو تم سفر پر نہ جاؤ تم خدا کی حفظ امان میں رہو غموں نے مجھے تو چور کر دیا ہے تم خوشیاں کیوں چھوڑ رہے ہو۔

اے بیٹے تو ماں باپ کو کیوں ایسے نامناسب وقت میں چھوڑ بھاگتا ہے جدا ہونا چاہتا ہے جب تک میرے جسم میں جان ہے اپنے گھر میں ہنسی خوشی بستے رہو۔

جب میری موت آئے گی جس دن میں اس فانی دنیا سے کوچ کروں گا اس وقت میری موت کا غم نہیں ہوگا سب کی نظر تخت و تاج پر ہوگی۔

دشمن اور دوست کسی کو یہ بات اچھی نہیں لگتی اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا میری موت کے وقت تو پاس نہیں ہوگا تو لوگ کہیں گے کیسا بیٹا ہے۔

میرا جمع کی ہوئی یہ دنیا کی دولت بیگانے لے جائیں گے تیرا ملک تیری بادشاہی اور سنبھال لے گا اور قبضہ کر لیں گے۔

آج مینوں چھڈ ٹریوں آپوں مویاں گیاں جے لوڑیں پھیر نہیں میں ملنا بیٹا بیٹھا ہتھ مروڑیں

آج نصیحت میری تینوں لگدی مندی کانی ایہ بھی دوس نہیں کجھ تینوں وڑھی قضا اسمانی

وقت میرا ہن ڈیگر ہویا ایس زوال گواہیا پیشی آن کیتی ہن مغرب خفتیں سفناں آیا

ثالا تیری فجر مبارک وقت قضاء نہ ہووے چڑھدی کلا ستارہ روشن سرتے آن کھلووے

مینوں سفر آیا توں رہو کھاں وچ امان خدا دی غم ہن مار مکایا مینوں توں کیوں چھوڑیں شادی

اے بیٹا توں ماؤ پیو تھیں کیوں کویلے ندا جاں جاں جان میرے تن اندر رہو گھراں وچ وسدا

تاں پھر موت میری جد آسی مرساں جس دھاڑے موتے دا غم ہوگ نہ ہون بادشاہی دے ساڑے

سجن دشمن کسے نہ بھاوے ایہ گل کس پنڈا میں مرساں توں کول نہ ہوئیں گھسں واہ فرزندا

دولت دنیا میری جوڑی کھڑن لوک بیگانے ملک تیرا کوئی ہور لئے گا بادشاہی سمیانے

اگر جو کچھ بھی میرا پیچھے رہے گا لشکرِ ملکی خزانے اگر وہ میرے بیٹے کے کام آئیں تو میں شکر کروں گا مجھے تب ہی سکون ملے گا۔

اے میرے پیارے بیٹے میرے اس جہانِ فانی سے جانے کا ڈنکا بجنے ہی والا ہے اگر تو اس پل پاس نہ ہو تو مجھے بہت افسوس رہے گا۔

اگر خداوند تعالیٰ تجھے خیریت سے واپس لے آیا تو بہت افسوس کر کے روئے گا اس وقت تیرے رونے سے مجھے کوئی سکون نہیں ہوگا۔

اُس دن کے اُس رونے سے تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہے آنکھوں کے سامنے سے بیٹا اوجھل نہ ہونا یہ تمام سہولتیں سکون کی زندگی چھوڑ کر نہ جاؤ۔

مجھے ایسا پر کر کے جامِ پلاؤ کہ مدہوش ہو جاؤں ماں باپ سے دو وداع ہو کر یہ گھر بار چھوڑ کر تنہا ہو جاؤں تمام فکر ختم ہو جائیں۔ اپنے محبوب کے لئے تخت و تاج ملک سب کچھ بھول کر غیر ملکوں میں تلاش کروں غم کے سمندر تیروں تاکہ دوستی پکی ہو جائے تاکہ عشق سچا ہو۔

جے کچھ پیچھے رہی میرا لشکرِ ملک خزانے جے بیٹے دی کاری آئے کرساں تاں شکرانے میرا آج کل کوچ نقارہ سُن فرزندِ پیارا جے توں اُس دم کول نہ ہو یوں برم رہے گا بھارا

جے رب خیری آندا تینوں روئیں نال افسوساں اُس ویلے دے رون تیرے تھیں میں دلشاد نہ ہوساں

اُس دن دے اس روون کولوں سور نہیں کچھ تیری اکھیں اگوں جاہ نہ بیٹا اوسر دیکھ گھنیری!

آ ساقی بھر دے پیالہ پی ہواں متانہ ماؤ پیو تھیں رخصت ہوواں چھڈاں دولت خانہ یاراں پیچھے وطن بھلاواں دیکھاں دیس بیگانہ ٹھلاں وچ سمندر غم دے پکے کیویں یرانہ

در بیانِ رحمِ آوردنِ پسر بر پدر و بازگوشالیِ دادنِ عشقِ شہزادہ راجو اب

دادنِ او بدیدر

باپ کی منت زاری سن کر بیٹے کا رہنے کو دل چاہتا تھا کہ تمام مصیبتیں صبر سے برداشت کروں اور کچھ دن خاموشی سے گزار دوں۔ جب توبہ کرنے پہ آیا تو بخشش چاہی اپنے خیال کو چھوڑنا چاہے تو حضرت عشق کو خبر ہوئی تو وہ مار مار کرتا ہوا پہنچا اس نے بالکل

ترے دیکھ پیو دے بیٹے رہن آتے دل کیتا! سہاں مصیبت نال صبر دے کوئی دن بہاں چو پیتا توبہ کرن آتے جد ہویا استغفار کریندا ہوتی خبر عشق نون آیا مار و مار کریندا

باپ کی موت پر وہ روتا ہے جو خود زندہ ہو آپ کی موت پر میں کیسے روؤں گا میں تو خود مر چکا ہوں میں خود ہی بے جان ہوں۔ اے ساقی ایسی بوتل لاؤ جس کے پینے سے ہوش ہی بھول جائیں دوستوں سے اجازت لے کر سفر کا راستہ اختیار کریں اپنا سفر شروع کریں۔

باپ مومے نون اوہ کوئی رووے آپ ہووے جو زندہ موت تیری نون کیکر روواں آپ مویا میں بندہ ساقی بوتل آن اچھی پی کے ہوش بھلائیے بجاناں کولوں رخصت ہو کے پنہ سفر دا چائیے

داستان در بیان دیوانہ شدن شہزادہ سیف الملوک و در زنجیر مادن او

اپنے والد کو صاف جواب دے دیا جب پتہ چل گیا کہ جو لوگ گئے انہیں اس کا کوئی پتہ چلا ہے کپڑے پھاڑ دیئے دیوانگی کی حالت اختیار کر لی اور بار بار اسے ڈھونڈنے کی فریاد کرتا۔

تمام شہانہ زیور اور پوشاک اتار پھینکی اور خاک میں رلا دی ایک بادشاہ ہو کر فقیروں کی مانند ہو گیا اور پاگلوں کی طرح بھاگتا پھرتا۔ تمام شرم و حیا ختم ہو گئے اور عورت و قار جیسے بھاگ ہی گیا ہو اے محمد بخش صبر اقرار جل گیا عشق نے ایسی بھٹی جلائی تھی۔

تمام ہوش و حواس کھو بیٹھا اسے کوئی اپنا بیگانہ یاد نہ رہا کسی دوست احباب کی پہچان نہ رہی دیوانوں کی طرح بھاگتا پھرتا۔

نہ کچھ کھاتا نہ پیتا تمام آرام و سکون ختم ہو گیا ایک پل بھی چین نہ رہا بنا لباس کے ننگا اور لگیوں کی خاک میں منہ سر مار کھاتا تھا۔

بے ہودہ باتیں کرتا جو منہ آئے کہتا اور لوگوں کو پتھر مارتا اچھا برا نہیں دیکھتا تھا سب کو بری غلیظ گالیاں دیتا وہ اپنے بیگانے کی تمیز بھول چکا تھا۔

پاگل دیوانوں کی طرح لگیوں میں خوار ہوتا پھرتا جس کا کوئی لاکھوں میں ایک بال بھی نہ دے آج اس کی قدر ایک گلی کے

صاف جواب پیو نون دے کے دھوکے ہتھ مرادوں کپڑے پاڑ سودائی ہویا تھکے نہ فریادوں

لاہ سٹے پوشاکی زیور سر منہ خاک رلائی شاہوں مثل ملنگاں بنیا بھجا پھرے سودائی شرم حیا گئے بھج سارے عورت حرمت نٹھی صبر سکونت سردی محمد عشق تپائی بھٹھی سرت سنبھالا ہوش نہ کوئی بھلے خویش بیگانے یار اثنا پہچانے نایں نے مثل دیوانے

نہ کچھ کھاوے نہ کچھ پیوے گھری آرام نہ کردا ننگ مننگا وتے گلے لکھ لیراں سر دھردا لا یعنی بد ہوائیاں کردا وٹ تراڑ مریندا چنگا مندا ویکھے نایں بریاں گالیں دیندا

جھانڈا کھلا خفتی ہویا گلیاں اندر رلدا! لکھیں وال نہ ملدا جس دا آج نکھماں دے مل دا

جو کچھ آپ نے زبان سے فرمایا ہے مجھے چاہئے تھا کہ ایسا ہی کرتا اس پر عمل کرنا میرے لیے عین شہادت تھی کہ آپ کے حکم پر اپنی جان دے دیتا۔

اے ماں یہ جو بے وقوفی تو نے آج میری دیکھی ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے یہ ازل سے ہی کاتب قدرت نے میرے نصیب میں لکھ رکھی ہے۔

اپنا بس چلتے ہوئے کون گھر کی آسائشوں کو چھوڑتا ہے اے ماں ایسا کون ہے جو بغیر مشکل کے اپنی تلی پر زہر رکھ پھانکتا ہے۔

ہماری کوششیں اور ہماری منتیں کیسے قبول ہوں میں نے یہ سفر برداشت کرنا ہے یہ قدرت والے نے میرے نصیب میں لکھ دیا ہوا ہے۔

کافی دیر سے میرے سر پر یہ نوبت بچ رہی تھی لیکن اب آخری بار میری دلیری کوئی کام نہیں آسکتی ہے میں بے بس ہوں۔

یہ عشق ایسا رلاتا ہے جو تخت شاہی چھڑا دیتا ہے ورنہ اپنے آپ کو کون اپنا بس چلتے ہوئے پھانسی پر لٹکا تا ہے کون خود موت چاہتا ہے۔

اب صرف میری ایک ہی خواہش کہ مر جاؤں یہ جان چلی جائے اور تو ہنستا بتا ہو گھر چاہتی ہے۔ تو کیسی میری بھولی ماں ہے۔

مجھے گھر رکھنے کی بات نہ کرو میرے لیے گھر میں رہنا اب مشکل ہے اگر آپ زبردستی رکھیں گے تو میں مر جاؤں گا اور پھر آپ لوگوں کو اور غم برداشت کرنا پڑے گا۔

اے ماں اگر تو اپنے بیٹے کی زندگی چاہتی ہے مجھے سفر پر روانہ کرو سفر پر جانے سے پھر بھی آپ لوگوں کو کچھ امید رہے گی کہ ہم اپنے بیٹے کو پھر ملیں گے۔

اگر تو نے اپنے ہاتھ سے مجھے دفن کرایا تو پھر افسوس نہیں رہے گا اور بیٹے سے ملنے کی پھر تجھے کوئی امید نہیں رہے گی۔

جے کجہ تہاں زبانوں کہیا فرض آہا میں کرناں عین شہادت مینوں آہی حکم تیرے تے مرناں

ایہ بے عقلی میری مائے جیہڑی توں آج ڈٹھی بندے اُتے دوس نہ کوئی آہی دھر دی چٹھی

وس لگدے کد چھڈدا کوئی لذت گھر شہر دی ہتھیں کون مائی بن اوکھت مارے تلی زہر دی

کوشش ترے ساڈے مائی کیوں کر آون کاری! بھاء میرے اس سفرے پیناں لیکھ لکھے سرکاری

چر ہویا سر میرے اُتے ایہ نوبت سی گھر دی پر ہن چھیکڑ ویرے میری نہیں دلیری تری

ایسا ظالم عشق اولاً جیہڑا تخت چھڑاے اپنا آپ کوئی واہ چلدے سولی کد چڑھائے

ہن مینوں ایہ خواہش کیویں مر جاواں جند جائے توں گھر وسدا رسدا لوڑیں آلی بھولی مائے

گھر رکھن دی گل نہ آکھو مشکل مینوں رہناں زوری رکھو تاں مر ویساں اوہ غم پوسی سہناں

جے توں بچہ بچیا لوڑیں مائے نور سفر نوں! سفر گیا کجہ ہیکھی ہوسی مجلسیں پھیر پتر نوں

جے توں ہتھیں دفن کرایا کجھ وسواس نہ رسی بیٹے نال ملن دی تینوں پھر کوئی آس نہ رسی

عاصم شاہ بیٹے کو الوداع کرنے شہر سے باہر نکل آیا دوست واقف کار پیارے بھی روتے ہوئے ساتھ ہی باہر آئے سب اسے الوداع کرنا چاہتے تھے۔

باپ اور بیٹے کا قیام ندی کے کنارے ہوا امیر وزیر اور شہزادے تمام ساتھ آئے اسے روانہ ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے۔ روتے اور تمام وداع ہوتے جاتے شہر بھر کے تمام ہی لوگ آئے ہوئے تھے ادب سے زمین چومتے اور بڑے سر کر دے شہزادے کے قدموں میں سر رکھ دیتے تھے۔

صاعد ساتھ وزیر کی حیثیت سے تھا اور سیف الملوک شہزادہ تھارزق نے مہار پکڑی تھی جس طرف خدا کا ارادہ تھا ادھر چل دیئے۔ دولت خزانے اور تمام مال و دولت اور تمام ضروری سامان صاعد کے حوالے کر دیا گیا تمام لین دین کا وہی ذمہ دار تھا یہ اس کی ذمہ داری تھی۔

تین برس کا وعدہ لے کر باپ نے اجازت دی دونوں نے وہ سن سمت نوٹ کر لیے جانے کا وقت اور عرصہ لکھ لیا گیا۔ صاعد کو گلے لگا کر عاصم شاہ اور صالح دونوں ہی رونے لگے جاؤ بیٹا جیسے تیری عقل میں آئے گا اس طرح سوچ کر چلنا۔

سیف الملوک کو پھر آخر عاصم شاہ نے کہا بیٹا میں نے اپنے نصیب پڑھ کر تجھے وداع کیا ہے میرے نصیب میں ہی جدائی لکھی ہے جو میں برداشت کرں گا۔

آؤ گلے لگ کر ملو تو بھی ہمیں رولے ہمارے لئے تو بھی آنسو بہالے جب میرا وقت موت آیا تو اس وقت تمہیں کون بلائے گا تو نہیں ہوگا۔

الوداع اے میرے بیٹے تو پردیس میں جا رہا ہے پتہ نہیں اب کیا ہوگا یہ رزق اور موت کا کام ہے اس میں بندے کے بس کچھ بھی نہیں ہے۔

عاصم شاہ پتر نون ٹورن شہروں ہو یا باندے یار آشنا محبت والے نالے روندے جانڈے

باپ بیٹے دا ڈیرا ہو یا آ کے ندی کنارے میر وزیر امراء شہزادے نالے آئے سارے روندے مل مل و دیاع ہوندے سارے لوک مصر دے چم زمین سر دھر دے پیریں وڈے وڈے سر کر دے

صاعد نال وزیر ہو یا سی سیف ملوک شہزادہ چائی رزق مہار اٹھ چلے جت ول رب ارادہ دولت مال خزانے لشکر بھہ اسباب بیوے ساعد دے حوالے کیتے اوہو لیوے دیوے

ترے برساں دا وعدہ کر کے باپ اجازت دتی لکھ رکھے اوہ روز دوہاں نے سن سمت تے متی صاعد نون گل لا کے رنے عاصم صالح دوویں جاہ بیٹا جیوں عقل کہے گا کر تدبیراں اوویں سیف ملوک تائیں پھر اوڑک عاصم شاہ فرماندا بیٹا وداع کیتا میں تینوں لکھیا پڑھیا کر ماں دا

آ بچہ گل لگ ملاں توں بھی رو اسانوں جاں میں من لگا اس ویلے سدسی کون تسانوں

الوداع پردیس چلیوں ہے میرے فرزندا خبر نہیں ہن کیہہ کچھ ہوسی موت زراعت بندہ

لیکن اگر والدین راضی ہو کر دل سے دعا کریں تو بیٹے کے لیے خواہ کتنی بھی مصیبتیں سامنے آئیں وہ سب سے بچ نکلتا ہے اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔

جو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے سیف الملوک کے لیے باپ کی دعائیں اسے ہر آڑے وقت سے محفوظ رکھیں گی۔

پر بے مایہ راضی ہو کے کرن دعائیں دل تھیں
فرزندے توں ٹلن بلائیں بچ نکلے مشکل تھیں

جو کچھ حضرت نے فرمایا اس پرچ شک نہ ذرہ
سیف ملوک دعاء پیو دی پگسی جاء مقررہ

داستان روال شدن شاہزادہ از مصر و کشتی راندان او

جب شہزادہ روانہ ہوا تو تمام علم کھول دیئے گئے جنہوں نے سایہ کر دیا اور باد بان بھی کھول دیئے کشتی بانوں نے اپنے اپنے باد بان کھول دیئے۔

سیف الملوک کا ڈیرہ چل پڑا طبل بچ گیا دھونہ پر چوٹ لگائی گئی باجے بچے اشارہ مل گیا بیڑے ٹھیل دیئے گئے ملاحوں نے بیڑے چلانے شروع کر دیئے۔

ملاح بڑی تیزی سے اور بڑے زور سے چپو چلا رہے تھے ہوا بیڑوں کو اڑاتے جارہے تھے تمام بیڑے ساتھ ساتھ ہی جارہے تھے کیونکہ ہوا مخالف نہیں تھی۔

شہزادہ جو بھی فرمان جاری کرتا سب اس کی تعمیل کرتے رنگ رنگ کے جی آئے کھانے کھاتے اور کھیل کود سے اپنا دل بہلا رہے تھے۔

نہیں کھیل کر اسے مشغول رکھتے تاکہ اسے وہ بات بھولی رہی دن رات کہیں نہیں ٹھہرتے جہاروں کو لگا تار چلائے جارہے تھے۔

جان شاہزادہ ہویا روانہ کیتی چھاں نشانان
باد بان کھلے کرڈتے سبھناں کشتی باناں

کھریا دھوننا تریا ڈیرہ لگی چوٹ نقارے
وجے طرم اشارت ہوئی بیڑے ٹھلے سارے

جلد ملاح بلاون چپے زور آور کرارے
واء اڈائی جاوے بیڑے کولو کولی سارے

جے کچھ حکم کرے شاہزادہ سبھ بجا لیاون
رنگا رنگ کھلاون کھانے کھیڈن جیو بہلاون

ہسن کھیڈن دل پر چاون رکھن اوس بھلائی
راتیں دہاں کھلونڈے نائیں جان جہاز چلائی

بری مصیبت آن پڑی ہے۔

ہمارے لیے تو آج روز قیامت ہی برپا ہو گیا ہے اے باری تعالیٰ اس غضب کے طوفان سے تو ہی محفوظ رکھنا تیرے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

اے باری تعالیٰ ہم بے بس بہتے جا رہے ہیں ہماری مدد گار ہو اچلا دے شاید وہ ہمارا محبوب مل جائے جس کے لیے ہم نے دریا کا سفر شروع کیا ہے۔

شہزادہ اور اس کا تمام لشکر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو انہیں اپنی زندگی کی امید نہیں رہی تھی وہ قیامت کے اس پل کے منتظر تھے جو انہیں بے جان کر دے۔

اچانک طوفان کی ایک بڑی لہر آئی پانی آسمان کے ساتھ لگتا نظر آ رہا تھا اور ان کی تمام دلیری امیدیں ختم ہو چکی تھیں۔ شور و غل شور کی خوفناک آوازیں اتنی آ رہی تھیں کہ آسمان تک شور پہنچ رہا تھا جیسے آسمان زمین پر گر کر ریزہ ریزہ ہو کر ٹوٹ جائے گا۔

طوفان سے ایسی ایسی لہر آتی کہ جہازوں کو اٹھا کر آسمان تک لے جاتی اور نیچے آتے ہر چیز کو اٹھل پھل کر رہی تھی۔ اور پھر وہاں سے نیچے زمین پر پٹنخ رہی تھی جیسے اسرائیل علیہ السلام کے صور پھونکنے کی آواز آتی ہو اور خلقت میں تھر تھلی مچ گئی ہو ایسا سماں تھا۔

بیڑے ایک دوسرے سے ٹکرائے کر کئی ٹکڑوں میں بٹ چکے تھے کچھ ڈوب گئے اور کچھ کے چھوٹے بڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ اور کئی بیڑے تو لہروں کے گرداب میں آ کر غرق ہو چکے تھے اور مگر مچھوں نے اس طرح انسان نگل لئے تھے جیسے آٹے کا پیڑا نگل لیا جاتا ہے

ساڈے بخرے دا آج آیا ڈاڈا روز قیامت اس طوفان قہر دے وچوں رکھیں صحیح سلامت

ایں بیچارے زھڑدے جاندے واء مراد جھلائیں مت اوہ یار پیارا لبھے ٹھلھے ساں جس تائیں

شاہزادے تے لشکر اس دے جانی توں ہتھ دھوتے موت آتے دل رکھ لیو نے ہو تیار کھلوتے

آجین چیت اک ٹھاٹھ ہڑے دی آئی بہت وڈیری پانی نال آسماناں دے بھیجی ویکھ دلیری غوغا شور شونکار قہر دا پوہتا انبر توڑی جیوں کر انبر مار زمیں تے ذرہ ذرہ کر توڑی

ہک ہک موج اچھی آوے کیہہ لیناں طوفاناں بیٹھوں مار آلاں بیڑی کھردی نال آسماناں اوٹھوں پھیر ہٹھاہاں سٹے جان زمیں دی تھلی شونک وجی کرناہ آخر دی غلقت آئی تھر تھلی

ہک دو بے سنگ وج وج بیڑے بھیج ہوئے کئی ٹوٹے کچھ ڈوبے کچھ تختے ہوئے کچھ وڈے کچھ چھوٹے پھیراں کھمن گھیراں اندر غرق ہوئے کئی بیڑے مچھ سناراں آدم نلگے جیوں آٹے دے پیڑے

کئی بیڑے تو ٹوٹ کر ریزے ہو چکے تھے جن کی کوئی نشانی بھی باقی نہ بچی تھی اور جوان میں سامان تھا وہ بھی سب فنا ہو گیا تھا۔ تمام لشکر اور خزانوں سمیت چالیس بیڑے ڈوب چکے تھے اور ایک ہزار بڑے طاقت ور جنگجو سپاہی غرق ہو چکے تھے۔ اور باقی جو کچھ تختوں پر بچے تھے وہ بے بس جدھر طوفان چاہے لے جا رہا تھا اور کچھ مگر مچھوں اور کچھوؤں نے کھالیے تھے ان کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

کسی کو ایک دوسرے کی کوئی خبر نہیں تھی کہ کس کے ساتھ کیا ہوا ہے دھند گرد و غبار اور شور سے نہ کسی کو کچھ سنائی دیتا تھا۔ شہزادے کو کوئی خبر نہیں تھی کہ تمام ڈیرہ غرق ہو گیا ہے ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوئی تھی اور مشکل یہ کہ اندھیرا بڑا تھا کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔

پہروں میں کشتیاں تھیں کچھ بڑی کوئی چھوٹی کوئی اونچی کوئی نیچی تھیں آگے پیچھے غائب تھیں پھر کسی کو کیا خبر ہو سکتی تھی کس کو کسی کی خبر نہیں کہ کون کس حال میں ہے۔

خداوند کریم نے شہزادے کا جہاز بچا لیا تھا اسے کوئی نقصان نہیں ہوا تھا اٹھارہ روز اس طوفان میں بہتا چلا گیا تھا وہ ایک قیامت کا منظر گزرا تھا۔

جس طرح کمان سے تیر اور بندوق سے گولی تیز جاتے ہیں اسی طرح کشتی کو آبی قیامت طوفان بھی بہا لے جا رہا تھا لوگ بے بس تھے سب کا خدا ہی رکھوالا تھا۔

کئی روز کے بعد ہوار کی اور غبار دور ہوا جب دن نکلا روشنی ہوئی اور تمام اندھیرا ختم ہو گیا موسم صاف ہو گیا تھا۔

شہزادے کے جہاز میں صرف ستر آدمی باقی بچے تھے باقی تمام لاپتہ تھے انہیں بھی کوئی ہوش نہیں تھا ان مردوں کی بھی بری حالت تھی۔

کئی بیڑے بھج ریزے ہوئے رہی نہ مول نشانی جو اسباب اونہاں وچ آہا سبھ کچھ ہو یا فانی غرق ہوئی دو وہیاں کشتی لشکر سے خزانے دس سے مرد سپاہی رڑھیا زور آور مردانے باقی دے کچھ تختیاں اُتے آہو اپنے جانڈے کچھ مچھاں تے کچھاں کھاہڈے پھیر نہ ہوئے وانڈے

ہک دو بے دی خبر نہ کوئی کیہہ کچھ ورتی کے دھندو کار غبار ککارا نہ کچھ سنے نہ دے شاہزادے نوں خبر نہ کوئی غرق ہو یا سی ڈیرا ہک مصیبت آہو اپنی دو جا بڑا ہنیرا

جھولاں اندر بیڑے آہے کچھ اُچے کچھ نیویں اگے پیچھے اوہلے ہوئے خبر رہے پھر کیویں

رب بیڑا شاہزادے والا رکھیا صحیح سلامت روز اٹھاراں رھوڑا رہیا اندر کانگ قیامت

جیونکر تیر بندوقوں گولی جانڈے تیز شابی تینویں کھڑوی بیڑے تائیں کانگ قیامت آبی

روز انہیویں واء کھلوتی ہوئی ڈور غباری دن چڑھیا جگ روشن ہو یا گئی ہنیری ساری شاہزادے دے بیڑے اندر مرد رہے بیچ ستر اوھناں نوں بھی ہوش نہ کوئی مردے نالوں بتر

جو جہاں دیدہ لوگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تمام حیوانوں میں مچھلی بڑی خوش آواز ہے حیوانوں میں اس کی سب سے سریلی آواز ہے۔ ایک دوسرے سے اچھا بولتے تھے اور وہ سرود کی طرح تھے انہوں نے ایسا عجیب رنگ بنایا ہوا تھا کہ سننے والا ہوش کھو بیٹھا تھا۔

جب وہ آواز کی تان کھینچتے اور ساز جیسے بکتے ایک الگ ہی نظارہ تھا پھر اچانک ایسے لگا جیسا کہ آگ نے تمام گھنے درختوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔

اور علاقہ تمام جل رہا ہے ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے اور تمام ناپو ایک آگ کا سمندر بنا رہا ہے شہزادہ یہ تمام دیکھ کر حیران ہوا اور اسے دل میں خوف آ رہا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ باری تعالیٰ میں آج خیریت سے رہا تو صبح یہاں سے کوچ کر جائیں گے کہیں یہ بلائیں ہمیں مار ہی نہ دیں۔ اور جب صبح ہوئی تو وہ تمام چیزیں پانی میں جا چھپیں اور تمام چیزیں بالکل ٹھیک تھیں کوئی چیز بھی خراب نہیں ہوئی تھی نہ کہیں راکھ نہ آگ کے نشان تھے۔

سیف الملوک درخت سے اتر کر بڑی حیرانی سے تلاش کر رہا تھا نہ کہیں راکھ ہی تھی نہ کوئلہ اور نہ ہی کہیں کوئی آگ کی نشانی تھی۔ اس راز سے بہت حیران ہوا اور اس دہشت سے دل میں خوف آیا اپنے ساتھیوں کو کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل چلتے۔

یہ جگہ محفوظ نہیں ہے کوئی چیز ہمیں مار ہی نہ ڈالے ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے جلد چلے جائیں یہی بہتر ہے۔ ساتھیوں نے کہا اے شہزادے اٹھو ہم تو آپ کی بات ماننے والے ہیں تمام بیڑوں پر سوار ہو گئے اور اپنا سفر شروع کر دیا۔

ایہ گل کہندے آکھن والے جنہاں خبر جہانوں خوش آواز مچھی دا بہتا ہر جنوں حیوانوں ہک دوجے تھیں بہتر بولی وانگ سروداں گاون ایسا رنگ بنایا اوھناں سن سن ہوشاں جاون

جدوں اٹھاء آوازاں کیتا رنگ سرودوں بنیاں جوہ جل اٹھے تے پھر لگی آگ درختاں گھنیاں

اگو آگ چو طرفی دے ناپو سارا سرودا دیکھ ہویا حیران شہزادہ خوف اندر وچ وڑدا

کرے دیلاں یا رب سائیاں بے نیکیوں آج خیری فجرے کوچ کریاں ایتھوں مار نہ سٹن ویری فجر ہوئی تاں اوہ بھ چیزاں پانی اندر چھپیاں سہو جائیں ثابت دسن نہ سردیاں نہ تہیاں

سیف ملوک درختوں لتھا ڈھونڈے نال حیرانی نہ سچی نہ کولا کدھرے آگ دی نہیں نشانی بہت حیران ہویا اس سروں دہشت من وچ آئی یاراں نوں فرماون لگا چلو ایتھوں کر دھائی

مت کوئی آفت مار گواوے ناپیں جاء امن دی بھلی صلاح آسانوں ایتھوں جلدی کوچ کرن دی یاراں کہیا اٹھ شہزادے تابع ایں امر دے چوہ بیٹھے مڑ بیڑے آتے چلے طرف سفر دے

جب اس قطعہ خشکی میں پہنچے تو وہاں بہت اچھی جگہ تھی بڑے درخت نہایت ہر ابھر علاقہ اور طرح طرح کے پھل تھے۔ بڑے میٹھے خوشبودار کچھ ابھی کچے تھے اور کچھ پکے ہوئے تھے ان کی خوبیاں تو رب تعالیٰ ہی جانتا ہے انسان کیا بیان کرے گا۔ بے شمار پھول تھے اور پھل میووں کا تو کوئی بیان ہی نہیں تھا ہر چیز بے حساب تھی کچھ میٹھے تھے کچھ رسیلے اور کچھ کبابوں سے بھی زیادہ لذیذ تھے۔

پتہ مغز منقہ سوگی خروٹ انجیر اور بادام تھے چلغوزے انگور خوبانی چھوہارے انار تمام قسم کے میوے اور پھل تھے جن کے نام اور گنتی بہت مشکل ہے۔

توت شہتوت بھروہیاں آڑو سیو ناکھاں پیلیوں اور کیا کیا کہوں بے انداز پھل تھے۔ جن کے نام اور گنتی بہت مشکل ہے۔

سیوسیر آلو بخارہ کھوپرہ گری (ناریل) چھوہارے بگو گوشے کیلا آم آلوچہ شفتالو اور پھگواڑہ بھی تھا پھل کی بھرمار تھی۔ اور ایک بڑے درخت تھے جن کے پتے روئی کی طرح کے تھے اور ان کا پھل انسانی سر کی طرح اور ہو چوئی اور جیسے ماتھا ہو۔

جب رات ہوتی تو اس درخت کا پھل ایک ایک کر کے زمین پر گرتا اور جب دن طلوع ہوتا تو ہنستا ہنستا پھر درخت کے ساتھ جا لگتا تھا۔ اپنی اپنی جگہ جا لگتے مجال کہ کوئی اپنی جگہ تبدیل کرے اور رات کو ان درختوں سے شعلے نکلتے تھے جیسے آگ کے شعلے ہوں۔ درختوں کو آگ لگی ہوئی نظر آتی تھی اور تمام روئی کی طرح جلتے دکھائی دیتے اور دن کو بالکل درست ہوتے نہ کوئی آگ نہ دھواں اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔

جاں نا پو وچ لتھے ڈٹھی جاء عجائب چنگی خوب درخت اُتے خوش سبزی میوے رنگ برنگی میٹھے تے خوشبوئیں والے کچھ کچے کچھ پکے صفت اھناں دی رب نوں معلم کیہ بندہ کر سکے بھلاں دا کچھ اُنت نہ آہا میوے باہر حسابوں کچھ میٹھے کچھ رسیلے آہے لذت دار کبابوں

پتہ مغز منقہ کشمش کھوڑ انجیر بادامان چلغوزے انگور خوبانی نغزک ناز تمامان

توت شہتوت بنگ بھروہیاں آڑو سیو ناکھاں پیلی مرچ ہریڑ بہیرے پیلاں کیہہ کچھ آکھاں

سیو بیر بخارے آلو کھوپے گری چھوہارے گوشے کیلے انب الوچے شفتالو پھگواڑے ہور وڈے ہک رکھ جنہاندے پتر وانگر روئی میوے آدم دے سر وانگر اکیں متھا چوئی

رات پوے اس رکھ دا میوہ ہک ہک دھرتی جھڑدا دیہنہ نکلے تاں ہمد ا ہمد ا پھیر رکھاں تے چڑہدا آپو اپنی جائی لگن مول نہ تھاں وناندے نالے راتیں انہاں رکھاں تھیں شعلے ہوں واندے لگی آگ درختاں دے سردے وانگر رونواں جیوں کے تیوں ہوں مزد نہیں نہ کوئی آگ نہ دھواں

آئے تو انہیں پتہ چل سکے۔

جہاں جی چاہا جس طرف منہ ہوا اس طرف چلے اور آگے چلے
گئے تھکے ماندے مرتے پھرتے چلتے گئے انوکھی جگہوں سے
گزرے جو پہلے نہیں دیکھی تھیں۔

تبت شہر میں جا پہنچے اور نظریں اٹھا کر دیکھنے لگے کہ ہم اب کہاں
آگئے ہیں بڑا وسیع شہر دیکھا اور اسے دیکھتے ہوئے آگے تک
چلے گئے۔

جدھر منہ سر آیا ادتھوں پھیرا گیرے چلے
تھکے ماندے ٹردے جاندے لنگھے تھاں کولے

تبت شہر اندر ونج پوتے لگے کرن نگاہاں
وڈا نگر عظیم ڈٹھو نے اندر چلے اگاہاں

کاترا انانہ کا ندر نعمتوں سے بھر

شہزادہ وہاں قید کر لیا گیا اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا تو وہ تمام مارے ہی جاسکتے تھے اور نہ ہی ان سے چھٹکارا حاصل ہو سکتا تھا۔

وہ شہزادہ اور اس کے خادموں کو بھی لے کر چل دیئے عاشق بننا کوئی آسان کام نہیں ہے ذرا عشق کے سفر پر بھی نگاہ ڈالیے۔
ٹاپو کے اندر ایک بڑا بلند قلعہ بڑا خوبصورت بنایا گیا تھا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کرایا تھا اس پر بڑے لعل اور جواہر جڑے ہوئے تھے۔

کچھ عرصہ بعد یہ بندروں کے قبضے میں آ گیا تھا اس پر بندروں نے قبضہ جمالیاتھا اور اس جزیرے میں اور کسی کا چارہ نہ چل سکتا تھا۔ بندر شہزادے کو گھیر کر اس جگہ لے گئے تھے سیف الملوک جب قلعہ میں داخل ہوا تو ہر پل کے ساتھ اپنے خدا کو یاد کرتا تھا۔ قلعہ کے برج بہت زیادہ چھت اور دیواریں بڑی مضبوط تھیں اس کے اندر ایک بہت خوبصورت محل اور باغ باغیچہ بھی تھا۔ جواہر اور موتیوں سے جڑا ہوا اس کی چھت اور منڈیر بھی یہ چاروں طرف سے چراغ کی طرح روشن اور چمک رہی تھی۔

سیف الملوک اور ساتھیوں کو بندروں کے سردار انہیں اس محل میں لے گئے جہاں سرداروں کی مرضی تھی وہ تو بے بس تھے۔ جب شہزادہ وہاں گیا تو اس نے وہ ایک انوکھا محل دیکھا بڑا صاف صحن اور ساتھ ہی شاہانہ تخت بھی موجود تھا۔

تخت پر ایک نہایت خوبصورت دیکھنے کے لائق جوان بیٹھا تھا اس کے نین نقش جسم بڑا تندرست اور خوبصورت تھا۔

زنجیر میں کالے بال اور داڑھی جیسے باغ کا سبزہ ہوانار کی طرح رنگ اور آنکھیں جیسے چراغ روشن ہو۔

سچی نہایت اچھی پوشاک پہنی ہوئی تھی اور سر پر موتیوں جڑا تاج رکھا ہوا تھا ہر طرح شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ تھا۔ اور بڑا خوبصورت جوان تھا۔

قید ہو یا شاہزادہ اوتھے کچھ نہ چلدا چارا ناں اودہ مارے جاون سارے نہ ہووے بچھٹکارا

لے ٹرے شاہزادے تائیں نالے اوہدیاں نفران عاشق بن سکھالا نائیں ویکھ عشقے دیاں سفران قلعہ بلند آہا وچ ٹاپو خوب طرح دا چڑہیا شاہ سلیمان نبی چڑھایا لعل جواہر جڑیا

مدت پا اوہناں تھیں پچھوں بوزنیاں نے ملیا اس ٹاپو وچ ہور کسے دا واہ نہ سی پھر چلیا باندر گھیر شاہزادے تائیں لے گئے اُس جائے سیف ملوک قلعے وچ وڑیا دم دم رب دھیائے بہتے برج قلعے دے آہے محکم چھت دیواراں ہک محل آہا وچ سندر وانگن باغ بہاراں موتی اتے جواہر جڑیا چھجا چھت بنیرا دیوے وانگن لاناں مارے جھلمل نور چوہیرا

سیف ملوک شہزادے تائیں نالے اوہدیاں یاراں ایس محلے اندر کھڑیا بوزنیاں سرداراں شاہزادہ جد پہتا اوتھے ڈٹھا گھر یگاناں ویہڑے صفے صفائی والے نالے تخت شہاناں تخت اتے ہک بیٹھا سندر خوب جوان دیداری سوہنی صورت سوہنی دیہی سوہنی بھننی ساری کالے وال زنجیری بدھے داہڑی سبزہ باغی بھندا مثل انارے دانے اکھیں لاٹ چراغی سچی سچی پوشاک شہانی شوکت شان زیادہ سرتے تاج جڑا دھریا نواں جوان شاہزادہ

برسات برس رہی ہو۔

سیف الملوک شہزادہ خونی شیر کی طرح گرج رہا تھا جو گرد گھومتا
جوانوں کو دلیری دیتا اور جوان برتھے مار رہے تھے۔

نیزہ مارا جسم ٹکڑے کرتا اور نیزے نیزوں کو توڑ رہے تھے ڈھالوں
کے اوپر لگ لگ کر سگساروں کی لائٹھیاں ٹوٹ رہی تھیں۔

سگسار شور کرتے اور حملہ کر کے آتے تھے شہزادے کے تمام
ساتھی کانپ اٹھے لیکن خود بہادر دلیر تھا کوئی خوف نہیں تھا۔

شہزادے کو جوش آیا اور اپنے ساتھیوں کو للکارا میدان میں
کھڑے رہو دشمن جلد مارے جائیں گے تھوڑے وقت کی بات
ہے حوصلہ رکھو۔

سیف الملوک ایسا بہادر تھا جو دیوؤں کے ساتھ بھی لڑنے سے
نہیں گھبراتا تھا انہیں اروڑ شہزادے کی طرح مروڑا دیتا کوئی
بھی اس کے سامنے نہ آتا تھا۔

حملے دیکھ کر بہمن بہادر جوان بیٹھ کر دل میں سوچتا رہتا تھا
رسم دیکھ کر غلام بن کر سلامی دیتا۔

سر سام کی بیماری والے کو دماغ میں ورم سے ہوش نہیں رہتی ہے اس کا
سر اور دماغ کام نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح بہادر رسم کا باپ جس کا پیدائشی
سرسفید تھا وہ شکست سے ڈرتے ہوئے اپنے بال کالے کر لیتا تھا۔

اسفندیار ایک بہادر بناوے گرا کر جن کو اسفندیار پھر وہ فریدوں کی
طرف سے منہ موڑ کر زندگی چاہتے تھے مرنا نہیں زندہ رہنا چاہتے تھے۔
لندھور بھی جلد لالچ چھوڑ کر لندھور بھی شان نہ دکھاتا شہزادے
کے سامنے شیرینی رکھتا اور اس کے ہنر کا شاگرد ہو جاتا۔

شہزادے نے دلیری اور اپنی طاقت سے ہی سگساروں کا زور توڑ دیا
تھان کے ہتھیار وغیرہ چھین لیے تھے اور انہیں خوب مارا پینا گیا تھا۔
جب انہیں زیر کر لیا تو انہوں نے خود وہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا
اور وہاں سے کوچ کیا جنگل اور ویرانوں کو بہادر سپاہی عبور

سیف ملوک شہزادہ گجے وانگن شینہ مریلے
پھرے چوہیرے دے دلیری مارن رن وچ پیلے

نیزہ مار کرے تن ریزہ سانگاں بھنن سانگاں
ڈھالیں اوپر وچ وچ بھجن سگساراں دیاں ڈانگاں

سگساراں نے غوغا کیتا آئے کر کے بلا!
یار شہزادے دے بھ کنبے آپ دلیر بکلا

شاہزادے نوں جنہن چڑھیا یاراں نوں للکارے
پڑ وچ رہو کھلوتے دشمن ایہ مارے کہ مارے

سیف ملوک بہادر ایسا دیوتیاں سنگ لڑا
دے مروڑ اروڑ جہیاں نوں کوئی نہ آگے چڑھدا

حملے دیکھ شہزادے والے بہمن بہ من مارے
رسم رسم غلامی پھڑ کے آن سلام پکارے

سر سام دی ہوش نہ رہندی جیوں سر سام والے
زال زوال ہزیمت کولوں ڈھولے کدا کالے

اسفندیار بناوے ڈھاہ کے اسفندیار جہاں نوں
پھیر ایدوں مکھ موڑ فریدوں رکھے جان جہانوں

چھڈ لالچ لندھور شابی شان لندھور نہ کدا
شاہزادے ول رکھ شیرینی بنے شاگرد ہنر دا

شاہزادے کر زور دلیری بھن دتا سگساراں
کھس لیے ہتھیار پوشاکاں خوب کرایاں ماراں

کر کے زیر اوھناں نوں اوھوں آپ ہوئے پھر راہی
جنگل باراں بہتے لنگھدے شیر جوان سپاہی

زنگی مار گوائے جانوں چوہاں اوپر چالی
سٹیں پھنٹیں کئی تروڑے کیجے ہنے خالی!

شہزادے نے چوالیس زنگی حبشی جان سے مار دیئے تھے اور
چھریوں اور ہتھیاروں سے زخمی کر دیئے تھے اور اعضاء توڑ
دیئے تھے۔

شاہزادے دے لشکر وچوں اٹھ بندے نقصانے
باقی دے رب ثابت رکھے اپنی وچ امانے

شہزادے کے آٹھ ساقی موت کے منہ میں چلے گئے تھے باقی
کے تمام رب جلیل نے اپنی رحمت سے بچا لیے تھے وہ بالکل صحیح
سلامت تھے۔

مقولہ شاعر

جیوں ارمان رہیا شاہزادے ہائے میدان نہ لڈھا
سبھ ہتھیار نہ مارے رَج کے زور نہ پھبیا ادھا

جیسے شہزادے کے دل میں حسرت رہ گئی تھی کہ افسوس میدان نہ
ملا ہے سب ہتھیار نہیں آزمائے جاسکتے ہیں اپنے آدھے جوہر
بھی نہیں دکھا سکتا ہوں اگر میدان ہوتا صورت اور ہوتی۔

اوس طرح افسوس آسانوں ہوندا وقت ودھیرا
سیف زبان تے تیر قلم دا کردے گھاڑ گھنیرا

مجھے بھی اسی طرح افسوس ہے کہ اگر وقت زیادہ ہوتا میں بھی
زبان کی تلوار قلم کے تیر سے اور زیادہ جنگ لڑتا لیکن وقت کی
کمی ایسا نہیں کرنے دے رہی ہے۔

قصہ بہت لمبیرا نالے ہور لڑائیاں آکے
بہتی عمر نہ گذری نالے سارا زور نہ لگے!

قصہ بڑا طویل ہے اور آگے اور بھی بہت لڑائیاں ہیں ابھی اس
کی عمر کتنی گزری تمام طاقت یہاں پر نہ خرچ کر دی جائے آئندہ
آنے والے وقت کے لیے بھی چاہئے۔

تغّ زبان رہن ترہائیاں رَج نہیں رت پیون
بہت شرابی پیون اوڑک ماندے تھیون

زبان اور تلوار دونوں ہی پیاسی رہیں یہ نہ خون پی جائیں زیادہ
خون خراب نہ کریں کیونکہ شرابی بہت شراب پیتا ہے نشہ اترنے
کے بعد ناتواں نظر آتا ہے۔

کدھر رہیا گل محمد کس پاسے اٹھ وگوں!
زنگی تے شاہزادے والی کیوں کر ہوئی آگوں

اے محمد بخش بات کس طرف رہ گئی ہے اور تو کس طرف بھاگ پڑا ہے
اس زنگی سے شاہزادے کا آگے کیا معاملہ ہوا وہ بات بیان کروں۔

پکو لیا شاہزادہ انہاں نالے اس دے سنگی
ایہ بھکھے ترہائے تھوڑے بہتے آہے زنگی

انہوں نے شاہزادے کو ساتھیوں سمیت پکڑ لیا اسے قید کر لیا کیونکہ یہ
بھوکے پیاسے کم تعداد میں تھے اور حبشی بہت زیادہ تعداد میں تھے۔

انہوں نے طاقت کے زور پر ٹلا کھینچ لیا اور ایک جزیرے میں
لے گئے انہوں نے تمام ساتھیوں کے ہمراہ شاہزادہ کو بادشاہ کے

خون سے ہاتھ سرخ ہو جاتے اور چھالے بھر بھر کر پھٹ جاتے جس کا بھی عشق سے پالا پڑا اس نے کسی کے ساتھ کم نہیں کی ہے سب کو رلایا ہے۔

جب وہ بہت بے بس ہو گئے تو جیشی انہیں دیکھ کر ہنستے تھے اور تمام کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں دیں اور لکڑیاں کاٹنے پر لگا دیئے۔ سب نے کلہاڑیاں پکڑیں اور جنگل کی طرف چل دیئے یہاں کوئی عذر تو چل ہی نہیں سکتا تھا تمام دن لکڑیاں کاٹتے اور لا کر باورچی خانے میں دے دیتے تھے۔

جب رات ہوتی تو چکی پیسنے پر لگا دیتے اور دانے پتے رہتے اور اسی عذاب میں چالیس دن گزر گئے دن رات کوئی آرام نہیں تھا۔

سیف الملوک ایک دن اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا اے ساتھیو اگر ہم یہاں سو برس بھی ایسے ہی کام کرتے رہیں گے۔ پھر بھی یہاں سے رہائی نہیں ملے گی آؤ یہاں سے بھاگ چلیں یہ زمین پر نہیں بھاگنے دیں گے دریائی راستہ اختیار کر لیں۔ یہی صلاح تمام دوسروں نے پسند کر لی اور عمل کے لیے تیار ہو گئے اور کہتے کہ آفرین ہے تمہاری عقل پر اے شہزادے۔

رتو نال ہوون ہتھ رتے چھالے بھر بھر بھمدے کس کس نال کیتی گھٹ اس نے عشق لتھا گھٹ جس دے

جاں اوہ بہت ہوئے درماندے زنگی تک تک ہمدے سبھناں تبر ہتھاں وچ دتے لکڑیاں کم دمدے پھڑ کے تبر گئے وچ جوہے نہ کجھ عذر بہانے چیرن لکڑیاں دن سارا کھرن باورچی خانے

رات پئے تاں چکی جگڑن مر مر پیہندے دانے ایسے طرح عذاباں اندر چالی روز وہانے

سیف ملوک شہزادہ اک دن یاراں نوں فرماندا یارو بے سو برس اینویں ہی کرینے کم لہبناں دا پھر بھی نہیں خلاصی کردے آؤ نس کھلویئے دھرتی تے نہیں نس دیندے دریا اندر پویئے ایہہ صلاح پسند تماماں کیتی نال ارادے کہندے آفریں ہزاراں عقل تیری شاہزادے

شاہزادے ہک یاراں وچوں پاس زنگن دے گھلنیا جو کجھ مکر فریب پڑھایا دین سبھیا چلنیا! جا کہندا اس زنگن تائیں میں گھلنیا شاہزادے کہیوس کرو زبیر نہ سانوں اوکھے ہوئے زیادے جو کجھ خواہش تیری ہوسی سو یو میں بھی منساں فرق نہ کرساں حکم تیرے وچ تابع تیری بنداں تیر تبر تلوار کماناں دیہہ ہتھیار اسانوں! دس دن ہور گزار ملاں گے طلب شکار اسانوں

شہزادے نے ایک آدمی جشن کے پاس بھیجا اور اسے جو بھی مکر و فریب بتایا تھا وہ اسے پیغام دینے کے لیے چلا گیا۔ اس نے اس جشن سے جا کر کہا کہ مجھے شہزادے نے بھیجا ہے کہ ہمیں اتنا زیادہ تنگ نہ کیا جائے ہم بہت پریشان ہیں۔ جو تمہاری خواہش ہوگی وہ ہی میں مان لوں گا جو کچھ تو کہے گی میں اس پر عمل کروں گا۔ میں تیرا مطیع ہو کر رہوں گا اور فکر نہ کرو۔ ہمیں تیر تلواریں اور کمانیں دی جائیں ہم شکار کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں دس دن بعد ملوں گا اب ہمیں شکار کا شوق ہے۔

کر دیئے۔

جب وہ اڑنے ہی والا تھا تو شہزادے نے ہمت کر کے اس کے پاؤں کو پکڑ لیا اور وہ پرندہ اڑ گیا۔ شہزادہ اس کے پاؤں کے ساتھ جا رہا ہے۔

شہزادے کا بوجھ اس پرندے نے ایک تنگے کے برابر بھی نہ سمجھا تھا اور وہ زمین کو چھوڑ کر ہواؤں میں اڑتا جا رہا تھا ڈکھی پہاڑ کئی دریا اور کئی جزیرے وہ پار کر گیا ایک جنگل میں بڑا درخت بڑا اونچا تھا بہت کوئی پرانا درخت تھا۔

اس کے نیچے جا کر وہ پرندہ بیٹھ گیا اور شہزادے نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور چھوڑتے ہی جھاڑیوں میں چھپ گیا۔

اس پرندے کا نام کتابوں میں کوہ پیکر لکھتے ہیں اس درخت پر اس کے دو بچے بیٹھے تھے وہاں اس کا لیرا تھا۔

جب وہ پرندہ درخت پر بیٹھ گیا تو شہزادہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک باشک ناگ کوہ قاف کی چڑھائی سے اتر اور ہوا کھاتا ہوا آیا۔ کوہ پیکر نے اپنے بچے جنگل میں چھپا دیئے اور خود ناگ سے لڑائی کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگا اس سے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

کوہ پیکر کے درخت پر ناگ چڑھ گیا اور کوہ پیکر بھی اس سے لڑائی کرنے کے لیے تیار ہو گیا ناگ پر وار کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ دونوں میں لڑائی چھڑ گئی پرندہ اسے اپنے بچے اور چونچ مارتا اور سانپ اپنے منہ سے آگ کے شعلے اگلتا تھا اس کے منہ سے آگ کے چنگارے نکلتے تھے۔

پرندہ صرف خالی چھڑیاں مارتا تھا کیونکہ اس نے بھی دنیا پھری ہوئی تھی گردن اٹھانا چونچ چلانا پانچ پانچ جگہوں پر پڑتا تھا۔ ناگ طاقت ور بھاگتا نہیں تھا وہ بہت زہریلا تھا ڈنگ مارتا یورپین کی طرح کرتا اس بات سے پریشان کر رہا تھا۔

جاں اوہ اڈن آتے ہویاں شاہزادے کر ہمت پکڑے پیر اوہدے بہوں تیکڑے اڈیا اوہ لاقت

شاہزادے دا بھار اس پنکھی ککھے جیڈ نہ جاتا اڈ ہوائے اندر جاندا چھڈ زمین دا حاٹھ کئی پہاڑاں اتوں لنگھیا کئی ٹاپو دریاواں اک جنگل وچ آیا اگوں وڈا درخت اچاواں بیٹھ اوہدے جا بیٹھا پنکھی پیر شہزادے چھڈے چھڈن سار گیا بچھپ او تھے جھنگڑ آہے وڈے اس پنکھی دا نام کتابیں کوہ پیکر کر کہندے او تھے سن دو بچے اس دے رکھے آتے بہندے جاں پنکھی چڑھ رکھ تے بیٹھا شاہزادہ کیہ تکدا باشک ناگ کوہ قافوں ڈھلایا آیا واؤ پھکدا کوہ پیکر نے بچے اپنے جنگل وچ چھپائے آپ لڑائی اس دی کارن آہتھ پیر ہلائے

کوہ پیکر دے رکھے آتے باشک ناگ آ چڑھیا پنکھی کوہ پیکر بھی اگوں تیکڑا ہو کے لڑیا! کینا جنگ ننگ دواں نے مارے چنگ پکھیروں سب کل مار انگیار موہیں تھیں مارے ہو چو فیروں

پنکھی چھڑیاں مارے چھڑیاں اس بھی جو ہیں چھڑیاں پنچ چلائے ملنج چوائے پنچ پنچ جانی پڑیاں! ناگ نہ جاوے بھاگ زور اور لاگ زہر دے دلوں مارے ڈنگ فرنگ کمائے تنگ کرے اس گلوں

اور چرند درندے بے حساب تھے اور سیف الملوک کو ان سے ذرا بھی ڈر نہیں تھا وہ تو اپنے عشق کے نشے میں مست تھا۔
انگریز جب برانڈی شراب پی لیتے ہیں تو پوں سے نہیں ڈرتے تو جنہوں نے عشق کی صراحی ہی پی لی ہو انہیں کس کا ڈر رہتا ہے۔
بلکہ شہزادے سے آدم خورشیر بھی ڈرتے تھے اس کے مقدر اور اس کے عروج کی تاب لانا ہر ایسے تیسے کے بس کی بات نہیں تھی۔
عاشق اور عالم اور باہمت اور شہزادہ بھی تھا خوش آواز اور نہایت حسین اور بجلی کی طرح چمکارے تھے۔

نوجوان بہادر دلیر اور سخی بڑا دانش مند اچھا لباس سے بڑا شوکت شان والا انسان دکھائی دیتا تھا۔

ان صفات میں سے اگر کسی میں ایک بھی ہو تو اسے بھی کوئی ہرا نہیں سکتا ہے جب وہ دلیری کر کے کھڑا ہو جائے۔

ان میں سے ایک ایک خوبی بڑی زبردست تھی اور جس میں یہ تمام خوبیاں موجود ہوں اس کا تو مرتبہ ہی بڑا بلند ہوتا ہے۔

عاشق کے آگے تو تمام مخلوقات اور ریگستان بھی اس کے مطیع ہو جاتے ہیں بے شک وہ گائیں بکریاں اور شیرا کٹھے کر کے رکھے۔

مجنوں کے پاس پہاڑ کے اوپر ہر وقت اکتھے سوئے رہتے تھے شیر بھیڑیے لومڑ گیدڑ اور کتے اکتھے رہتے تھے۔

جسے وہ کہتا تھا اسے وہ آنے دیتے تھے اس کے پاس بیٹھ جاتے اور جسے وہ نہیں چاہتا تھا اسے دور سے ہی ہٹا دیتے تھے۔

تب ہی سیف الملوک کو بلائیں مارتی نہیں تھیں جس کی طرف منہ کرے وہ آگے سے سر جھکا کر چلتی تھیں اس کے سامنے نظر بھی نہ اٹھاتے تھے۔

اس جنگل میں چلتے ہوئے کتنے روز گزار دیئے اور پھر ایک دن شہر اور چبارے دور سے نظر آئے تھے۔

ہور درندے آتے چرندے ملدے ودھ حسابوں سیف ملوک نہ رتی ڈردا مست پریم شرابوں گورے پی شراب برانڈی توپوں مول نہ ڈردے جنہاں شوق صراحی پیتے بھوکس تھیں اوہ کردے ہتھوں ڈرن شاہزادے کولوں آدم شیر بلائیں جہاں اقبال کمال اوہدے دی ناہی ہائیں مائیں عاشق عالم مرد زور آور نالے سی شاہزادہ خوش آوازے برق اندازے نالے حُسن زیادہ

نیا جوان شجاعت بھریا ہتھ سخاوت والا دانشمند پوشاکے ولوں دسا مرد اَجالا

اینہاں صفتاں وچوں جیکر ہک کسے وچ ہووے اس تے بھی کوئی پے نہ سکدا دل کر جدوں کھلووے

ہک ہک صفت اوہناں تھیں آہی خاصے سائے والی جس وچ ایہ تمامی ہوں اس دا سایہ عالی

عاشق آگے تابع ہوں جیو جنتر صحرائیں توڑے کر اکتھیاں رکھے بکریاں شینھ گائیں

مجنوں کول پہاڑے آتے ہر دم بیٹھے ستنے شینھ بگھیاڑ برڈے گدڑ رہندے آہے ستنے

جس نوں آکھے آون دیون کول اوہدے بہ جاوے ڈوروں موڑ ہٹاوں پتکھے جیہڑا اوس نہ بھاوے

تائیں سیف ملوک کے تائیں آفت کوئی نہ مارے سر نیواں کر چلن آگوں جس ول نظر گزارے

اس جنگل وچ ٹردے ٹردے کتنے روز لنگھائے ہک دن فجرے شہر چبارے ڈوروں نظری آئے

خدا کا شکر بھی کرتا اور ساتھ ہی ڈرتا بھی تھا پتہ نہیں آگے تقدیر کیا کرے گی یہ شہر کن کا ہے یہاں کون ہوں گے کیا بنے گا۔
سیف الملوک چلتا دروازے پر آ پہنچا دروازہ بالکل قریب اس نے دیکھا بہت بڑا شہر ہے اور اس کے چاروں طرف بڑے خوبصورت باغ لگے ہوئے ہیں۔

جگہ جگہ پانی نہریں بہ رہی ہیں اور پھلوں نے اپنے بوجھ سے شاخوں کو جھکا کر زمین کے ساتھ لگا دیا ہوا ہے شاخیں پھلوں میں لدی ہوئی تھیں۔ سیب اور انار ہیں۔

باغوں میں ہر طرح رونق تھی باغ خوبصورت دکھائی دے رہے تھے بڑے ترتیب سے لگائے گئے تھے ان میں چورستے اور چوک بنے ہوئے تھے بڑے خوبصورت عام اور خاص حجرے تھے۔

باغوں میں ہر خوبی تھی ہر طرح سے خوبصورت تھے لیکن ان میں کوئی بندہ نظر نہیں آ رہا تھا شہزادہ فکر مند ہوا کہ جو میں سوچ رہا تھا شاید وہی بات ہو گئی ہے۔

انسان کے بغیر زمین کی سجاوٹ نہیں ہو سکتی ہے صرف انسانوں سے زمین اچھی لگتی ہے جس باغ میں کوئی اپنی جنس نظر نہ آئے وہاں بیٹھنے کا کیا فائدہ ہے۔

شہزادہ باغوں میں ٹھہرے بغیر آگے گزر گیا اور شہر کے دروازے پر پہنچ گیا اور سوچ رہا تھا کہ اس کے اندر کیسے داخل ہوا جائے۔

نالے شکر بجا لیاوے نالے سی بھو کھاندا!
خبر نہیں کیہ لکھیا ملسی ہوگ ایہہ شہر کنہاں دا
ژدا ژدا نیڑے آیا آ پہتا دروازے
ڈٹھا شہر وڈا بے حد باغ چوفیری تازے

ہر ہر جانی نہراں وگن بھلے بھل ہزاراں
ڈاہل اڈا زمیں پر آندے میوے سیب اناراں

خوب طرح دی رونق باغیں زینت زیب تمامی
چوک اراک بنے وچ عمدے خاصے حجرے عامی

سہنیں گلے باغ چنگیرے آدم وچ نہ کوئی
فکر پیا جو سچ دی آہی شاید اوہو ہوئی!

آدم باہجوں دھرت نہ سو بھے زیب زمیں دا ایہا
جس باغے وچ جنس نہ دے اتھے بہناں کیہا

شاہزادہ لنگھ گیا اگیرے باغاں وچ نہ اڑیا
شہرے دے دروازے پوہتا لوڑے اندر وڑیا

رفتن شہزادہ در شہر زناں وعاشق شدن شاہ زناں و رفتن شہزاد از انجا بوادی سہمناک

کیا دیکھتا ہے کہ دروازے پر چالیس بندے بیٹھے ہوئے ہیں
سب لباس اور زیر پہنے ہوئے ہیں اور بڑے سجے ہوئے

کیہ تکدا دروازے آتے بیٹھے چالی بندے
زینت زیور لگی سہناں سونے موتی مندے

عورتیں ہی کماتیں تھیں عورتیں ہی کھاتیں تمام عورتیں ہی کرتی تھیں وہی خریدتیں وہی فروخت کرتی تھیں بازار نہایت سبے ہوئے تھے۔

ایک جوان لڑکیاں اور بوڑھی عورتیں اور کچھ خوب جوان عورتیں تھیں ایک سے ایک حسین جیسے آسمان کے تارے ہیں۔ ہر ایک انوکھا حسن شہزادہ دیکھتا جاتا تھا کوئی حسینوں کی کمی نہ تھی لیکن وہ پری کے عشق میں ثابت قدم تھا اس نے اپنے محبوب کو دل میں بسا رکھا تھا۔

جس دل میں عشق ایک دفعہ بسرا کر لے وہ کبھی جاتا نہیں ہے بیشک ہزاروں حسین ملیں لیکن وہ اپنا محبوب نہیں بدلتا تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے پاس ہزاروں خوبصورت غلام تھے لیکن وہ ایاز غلام کے ایک بال سے سب کو قربان کر دیتا۔ دن میں چاند سے زیادہ روشنی ہوتی ہے لیکن اسے دیکھ کر چکور باز نہیں آتا وہ چاند ہی کا عاشق ہے پتنگ آگ کا لاؤ دیکھ کر دیا چھوڑ کر اس کی طرف نہیں جاتا ہے۔

لیٹی نالوں گوریاں گوریاں مجنوںوں نوں دس چکے اس تے جان کرے قربانی لیہناں ول نہ تنکے لوہا پتھر مقناطیسے اٹھ ملدا کر دھائی! موتی ہیرے دیکھ نہ اٹھدا قیمت رنگ صفائی پیلا منکا نیڑے کھڑیے کلکھ اس نوں اڈ ملدے لعلان نال نہیں اڈ چمڑن راہ نیارے دل دے یار کمینہ جس دل پڑیا چنگا دیکھ نہ بھلدا جس دا بھ تھیں بہتر ہووے سوکیوں در در زلدا رلے گا۔

جس دل میں دنیاوی نفسانی خواہش ہوتی ہی اس کی ہر خوبصورت صورت کو دیکھ کر نیت بدل جاتی ہے وہ سچا نہیں ہوتا۔

ناریں کھٹن ناریں کھاون ناریں بھ کم چائے اوہو خریدن اوہو وچکن خوب بازار سہائے

ہک نڈھیاں ہک وڈیاں ناریں ہکناں خوب جوانی بیک پیکاں دی صورت وافر تارے جیوں آسمانی ہر ہک عجب جمال شہزادہ تکدا جاوے کھلا ثابت عشق پری دا آہا یار دلوں نہیں بھلا

جس دل اندر عشق سماناں اوس نہیں پھر جاناں توڑے سوہنے ملن ہزاراں نایں یار وٹاناں! غزنی دے سلطان ہزاراں سوہنے آہے گوئے وال ایاز نفر دے اتوں سہناں تائیں گھولے جنوں روپ زیادہ دن تے دیکھ چکور نہ پھر دا بھانڑ بلدے دیکھ پتنگا دیوا چھوڑ نہ کردا

لیٹی نالوں گوریاں گوریاں مجنوںوں نوں دس چکے اس تے جان کرے قربانی لیہناں ول نہ تنکے لوہا پتھر مقناطیسے اٹھ ملدا کر دھائی! موتی ہیرے دیکھ نہ اٹھدا قیمت رنگ صفائی پیلا منکا نیڑے کھڑیے کلکھ اس نوں اڈ ملدے لعلان نال نہیں اڈ چمڑن راہ نیارے دل دے یار کمینہ جس دل پڑیا چنگا دیکھ نہ بھلدا جس دا بھ تھیں بہتر ہووے سوکیوں در در زلدا

حرص مجازی شہوت بازی جس اندر وچ ہوندی ہر اک صورت اُجلی تک کے پئی طبیعت بھوندی

جس سر سر عشق دا او تھے شہوت مول نہ ودی
جس دل حُب سخن دی اس وچ حُب نہیں ہر کس دی

اگ نہ ساڑے ککھ جنہاں تے رحمت بدلی ودی
اینویں صدق نہ ہار محمد ویکھ طبیعت ہمدی
شہوت باز مجاز حرص دے ناز نیاز نہ جان
راز گواون باز نہ آون ہتھوں باز رنجان

کامل عشق خدایا بخشیں غیر ولوں مکھ موڑاں
کو جانان کو تکان کو آکھاں لوڑاں!

اویں مستی جاوے ہستی بھلے شکل پرستی
پیر اکیر گھتے ہو سونا ایہ کٹھیاں جستی

کدھر رہیا گھاٹ محمد کدھر آئیوں تر کے
قصہ سڈھا صاف سنائیں خوب سنبھالا کر کے

سیف ملوک کے شہر ملک دا کیتا سیر بھلیرا
ڈٹھا ہک وچکار شہر دے گنبد بہت اوچیرا
چوٹی اچی چنے توڑی پیر زمین پر پکے
رنگ صفائی نظر نہ ٹھہرے سورج مثل چمکے

شیشے پھل زر دوزے تارے انبر جیسا گردا
اوہ قائم سی دینہاں راتیں انبر ہتھوں پھر دا
جیونکر انبر آتے کردے گردش برج ستارے
کہن نجومی اوس گردش تھیں ظاہر ہون پسرے

کٹھیاں: بھٹی۔ انبر: آسمان۔ گرد: پاروں طرف۔

جس سر میں عشق کاراز پوشیدہ ہو وہاں نفسانی خواہش بالکل نہیں
رہتی ہے جس دل میں اپنے محبوب کی محبت ہو اس میں ہر کسی کی
محبت نہیں رہتی ہے۔

اگ ان کا ایک سنا بھی نہیں جلا سکتی جن پر رحمت کی بدلی برستی ہے
اے محمد بخش ایسے یقین نہ توڑ کر طبیعت ہستی دیکھ ایسے نہ بھول جا۔
دنیا اور نفسانی خواہشات کا لالچی کسی کا ناز نیاز اور احسان نہیں جانتا
ہے انہیں قدر نہیں ہوتی راز کبھی کھول دیتے ہیں باز نہیں
آتے اور ہاتھ میں ہی باز ناراض کر لیتے ہیں۔

اے باری تعالیٰ مجھے کامل حقیقی عشق عطا کر دے میں غیر سے
منہ پھیر لوں ایک ہی جانوں ایک ہی دیکھوں اور ایک کو ہی
تلاش کروں کسی غیر کی طرف نہ جاؤں۔

اس عشق کی ایسی مستی آ جائے کہ مجھے اپنی ہستی بھی بھول جائے
اور صورت کی پوجا بھی بھول جائے پیر کامل نایاب بنا کر سونا
بنادے یہ تو جستی کی بھٹی ہے۔

اے محمد بخش اصل کام کدھر رہ گیا ہے اور تو چل کر کدھر آ گیا ہے
قصہ سیدھا صاف سناؤ اچھی سوچ سمجھ اور سنبھال کے ساتھ اسے
تحریر کرو اپنی کوشش کرو۔

سیف الملوک نے اس شہر اور ملک کا خوب سیر کیا اور شہر کے
عین وسط میں ایک بہت اونچا گنبد دیکھا جو کہ بہت ہی بلند تھا۔
اس کا سر چاند کے ساتھ لگا نظر آ رہا تھا اور پاؤں محکم زمین پر تھے
اس کے رنگ اور صفائی کی طرف نظر نہیں ٹھہرتی تھی اور وہ سورج
کی طرح چمک رہا تھا۔

شیشے زرد پھولوں کے تارے اور اس کا چوہیرہ آسمان جیسا تھا
اور وہ اپنی جگہ پر قائم تھا لیکن آسمان دن رات گھومتا رہتا ہے۔
جس طرح آسمان پر برج اور ستارے گردش کرتے ہیں نجومی کہتے
ہیں کہ اس گردش سے تمام راز کھلتے ہیں اسی سے دنیا کا نظام چلتا ہے۔

اس وچ بھی اک آہا یارو گجھا سز اجیہا
 اوہ بھی آکھ سناں آگے جے دم زندہ رہیا
 اوس گنبد دے اندر آئے بی بی تے شاہزادہ
 سیف ملوک ڈٹھا وچ چشمہ پانی بہت کشادہ
 نہ ٹھنڈا نہ تتا بہتا شیر گرم اوہ پانی
 چمکن ہارا جیونکر پارا صاف شکل من بھانی
 تھوڑی تھوڑی نظری آوے گرم ہواڑ نکلدی
 ایوں معلوم ہووے جیوں مٹھی بیٹھ ہوندی آگ بلدی
 سیف ملوک بی بی تھیں پچھیا کیسا ہے ایہہ پانی
 کیہہ کجھ صفت اہدے وچ بی بی دیں کھول کہانی
 بی بی کہیا سن شہزادے اتھے مرد نہ ملدا
 جاں ایہہ کڑیاں بالغ ہوون مطلب لوڑن دل دا
 شہوت آن کرے جد غلبہ اس چشمے وچ نہاون
 لذت مرد زنانی والی پانی وچوں پاون
 نالے حمل انہاں نوں ہوون پیدا ہوون دھیاں
 حکم ربے دے نال ایہ صفتاں اس پانی وچ پتیاں
 سن کے گل عجائب منہ تھیں شاہزادہ فرمائے
 واہ وا قادر قدرت والا جس ایہہ کھیل بنائے

پھر شہزادہ بی بی تائیں کہندا کر تاکیداں
 بی بی ایہہ دن پاس تساڈے گڈرن وانگن عیداں

پر جس دے عشق زلایا مینوں کڈھ گھراں تھیں آندا
 لوڑاں اس نوں مطلب میرا وقت وہاندا جاندا
 عشق بدیع جمال پری دے دسیاں جائیں سانوں
 دیہو پتے نشانی اس دے جے کجھ خبر تسانوں!

اس میں ایک ایسا ہی پوشیدہ راز تھا وہ بھی آگے سناؤں گا اگر
 زندگی نے ساتھ دیا آپ کو اس بارے بتاؤں گا۔

اس کے اندر وہ بی بی اور شہزادہ آئے سیف الملوک نے اس میں
 چشمہ دیکھا اس میں بہت زیادہ پانی تھا وہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔
 پانی زیادہ ٹھنڈا نہ تھا اور نہ ہی زیادہ گرم تھا بس نیم گرم تھا۔ وہ
 پارے کی طرح چمک رہا تھا اور بڑا صاف دل کو اچھا لگتا تھا۔
 اس میں تھوڑی تھوڑی گرم بھاپ نکلتی دکھائی دیتی تھی اس طرح
 معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے نیچے ہلکی آنچ جلائی گئی ہے۔

سیف الملوک نے اس بی بی سے پوچھا اے بی بی یہ کیسا پانی ہے
 اے بی بی اس میں کیا خوبیاں ہیں ذرا وضاحت سے بیان کریں۔
 بی بی نے کہا اے شہزادے سنو یہاں کوئی مرد نہیں ہے جب یہ
 لڑکیاں بلوغت کو پہنچتی ہیں انہیں ان کا مطلب چاہئے ہوتا ہے۔
 جب شہوت ان پر غلبہ کرتی ہے تو یہ اس چشمہ میں نہاتی ہیں تو انہیں
 عورت اور مرد والی لذت اس میں سے آتی ہے۔ مل جاتی ہے۔
 ساتھ ہی انہیں حمل بھی ٹھہر جاتا ہے اور بیٹیاں ہی پیدا ہوتی ہیں
 قدرت الہی نے اس پانی میں یہ خوبیاں ڈالی ہیں۔

یہ عجیب بات سن کر شہزادے نے اپنی زبان سے کہا واہ سبحان
 اللہ اے قادر قدرت جس نے کھیل بنائے میں اس کے راز ہی
 نیارے ہیں۔

پھر شہزادہ اس بی بی کو بڑی تاکید سے کہنے لگا اے بی بی یہ جتنے
 دن میں نے آپ کے ساتھ گزارے ہیں یہ ایسے ہی ہیں جیسے
 عید کے دن گزارے ہوں۔

لیکن جس کے عشق نے مجھے رلایا ہے گھر سے نکال کر لایا ہے اس اپنے
 مطلب کو تلاش کروں وقت گزرتا جا رہا ہے میں اسے تلاش کروں۔
 بدیعہ جمال پری کے عشق نے ہی ہمیں یہ جگہیں دکھائی ہیں اس
 کا کوئی پتہ نشان بتاؤ کیا تمہیں کوئی اس کی خبر ہے۔

سنا ہے باغ ارم کوئی ملک ہے وہاں وہ رہتی ہے وہاں اس کا قیام ہے کہیں آپ کو اس کا پتہ ہو وہ کہاں ہے کس جگہ واقع ہے۔

بی بی نے کہا اے سیف الملوک ہم نے یہ نام تم سے سنے ہیں بدیع جمال کے بارے میں ہم سے کیا پوچھتے ہو ہمیں اس بارے کچھ معلوم نہیں ہے۔

اس ہمارے ملک میں باغ ارم نام کی کوئی جگہ نہیں ہے ہر کوئی چھوٹی بڑی اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی ہے کسی کو اس کا پتہ نہیں ہے۔

بدیع جمال پری کا نام ہم نے تمہارے سے ہی سنا ہے پہلے اتنی عمر میں ہم نے یہ نام آج تک نہیں سنا ہے نہ ہی کسی نے بتایا تھا۔

نہ ہی اس کے بارے میں کوئی سنی ہے اور ایسے ہی تمہیں جھوٹی بات کیسے کہہ دوں جب کہ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

شہزادے نے یہاں سات روز قیام کیا اور بی بی نے اس کی خاطر تواضع کی ان موجدوں اور عیش میں پھر دل پریشان تھا۔

خداوند کریم سے رورو کر دعا کرتا اے میرے مالک مجھے میرا دلبر ملادے اس کے بغیر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے میں سفر کرنا قبول کروں گا۔

پھر آٹھ دنوں کے بعد سیف الملوک نے بی بی سے رخصت چاہی اور کہا کہ اے بی بی اب مجھے جانے دیجئے اگر قدرت نے جہاں لکھا ہے میں قدم دوں اور اپنا دانہ پانی کھاؤں پیوں۔

جب میں زندہ ہوں امید نہیں توڑوں گا یہی آس کے اپنے محبوب کے ساتھ رہوں یا تو اسے حاصل کر لوں گا یا مر جاؤں گا تب ہی اس کی تلاش ختم ہوگی۔

میں سمندر کے پانی میں بھی تیرنے سے بالکل نہیں ڈروں گا جہاں تک مجھ سے ہو سکا ہمت کروں گا نہیں مانوں گا اور اس

باغ ارم کوئی دیس سنیندا او تھے اس دا ڈیرا کدھرے ہووے تساں مت معلم اوہ مکان بھلیرا بی بی کہیا سیف ملوکا نام سنے ایہہ تیں تھیں باغ ارم بدیع جمالوں خبر پچھیں کیہ میں تھیں

اس ولایت ساڈی اندر باغ ارم دا ناواں نڈھی وڈی کوئی نہ جانے خبر کتھوں میں پاواں

نام بدیع جمال پری دا اوہ بھی تڈھ سنایا اگے اتنی عمرے اندر سنے وچ نہ آیا

نہیں سنی کوئی صفت انہاں دی نہ کوئی گل کہانی اینویں آکھ خلاف شاہزادہ دس کدھر میں پانی ست دھاڑے رہیا شہزادہ نال بی بی رنگ رتا اوہناں عیثاں موجاں اندر پھیر آہا دل تتا رو رو عرض کرے رب سائیاں میل میرے دلبر نوں آس بن عیش نہ بھاوے کوئی کراں قبول سفر نوں

اٹھویں روز منگے پھر رخصت ٹور مینوں ہن رانی جتول قدم لکھے میں دیواں چگاں دانہ پانی!

جاں جاں ساس نہ آس گوواں پاس سجن دے لہساں یا ملساں یا مرساں تاہیں ہو نچلا بہساں

ترساں نیر سمند نہ ڈرساں جاں جاں توڑی سرساں ہمت کرساں مول نہ ہرساں ملنے باجھ نہ جرساں

کے ملنے تک میں برداشت نہیں کر سکوں گا۔

اس بی بی نے کہا اے سیف الملوک تو نے بہت سختی برداشت کی ہے اور ابھی رب تعالیٰ تجھے خوشیوں میں لایا ہے تو کیوں اپنی بے نصیبی تلاش کر رہے ہو۔

یہاں بیٹھ کر حکومت کرو میں بھی تیرے ماتحت تیری خدمت گار رہوں گی میں تمہارے کہے پر چلوں گی تمہاری غلام بن کر رہوں گی۔

ہر ایک عورت یہاں پری جیسی حسین ہے اور چنن جیسا جسم رکھتی ہے جس کی تو طلب کرے گا وہی حاضر ہوگی تو پھر تمہیں ایسی کیا ضرورت ہے۔

سیف الملوک نے کہا اے بی بی سنو تم نے جاناں ہے کہ یہ ایسے ہی بے وفا عاشق ہے میں شاہی ملک چھوڑ کر پردیس میں عورتوں کا بھوکا پھر رہا ہوں۔

حوروں اور پر یوں جیسی عورتیں دیکھ کر بھی اپنے محبوب کی تلاش سے باز نہیں آؤں گا دونوں جہان بھی اپنے محبوب کے بغیر کسی کام کے نہیں ہیں۔

بی بی نے سمجھ لیا کہ یہ اپنے محبوب کا پکا اور سچا عاشق ہے یہ اپنے محبوب کی خاطر دکھ غم برداشت کر رہا ہے اور خوشیاں ٹھکرا رہا ہے۔ اسے اس کی کشش ہے یہ ادا اس ہو گیا ہے اس کو ہرگز نہیں رہنا ہے اسے وداع کریں جہاں جاتا ہے جائے اسے بار بار کہنا بے سود ہے۔

اس بی بی نے سواری والی خچر خوب تیار کروا کر منگوائی اس پر سنہری زین لگا کر اسے خوب سنگار کیا اسے خوب سجایا گیا۔

اور اپنے دیکھنے والا شیشہ شہزادے کو دیا اور کہا کہ کوئی بھی تجھے راستے میں ملے گا اسے یہ دکھانا اور پیٹھ کر کے چلتے جانا رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بی بی کہیا سیف ملوکا بہت تنگی تھ تھ سختی پھر ہن رب خوشی وچ آندوں کیوں لوڑیں بدبختی

راج حکم کر بیٹھا اتھے تیرے بھ سلامی میں بھی نوکر ہوساں تیری دعویٰ پکو غلامی

ہر اک نار اتھے جیوں پریاں چنن جیہی دیہی جیہڑی چاہیں حاضر ہوسی پھر ایہ خواہش کیہی

سیف ملوک کہیا سن بی بی تھ جاتا کیہ رکھا تخت ولایت چھوڑ بدلیسیں پھراں رناں دا بھکھا

خوراں پریاں ناریں تک کے یار ولوں نہیں ہٹاں دوئے جہان لہمن بن یاراں موڑ پچھاہاں سٹاں

بی بی جاتا سچا پکا عاشق ہے دلبر دا جھلے غم صنم دی خاطر عیثاں چت نہ دھردا لگی چھک اوداسی ہویا مول نہیں اس رہناں

رضت کرینے جتول جاندا کاہنوں مز مز کہناں خچر خوب سواری والی کر تیار منگائی

زینت زین سنہری کر کے بچھی طرح سہائی شیشہ اپنے دیکھن والا شاہزادے نوں دتا

کہیا جو کوئی ملسی دنیں جائیں چلا کنڈ دتا

ایک نہایت حسین و جمیل خادمہ شہزادے کے ساتھ لگائی جو ساتھ جاتے گی شہزادہ خچر پر سوار ہو کر چلا اور وہ بی بی الوداع کرنے کے لیے آئی۔

اس نے کہا ہماری حدود تک کوئی خطرہ نہیں ہے بے فکر ہو کر چلو اور جب کہ ہماری حد ختم ہو جائے گی تم آگے خود جانو۔
شیشہ اور خچر اسے واپس دے کر گولی کو واپس کر دینا اور آگے اللہ پر توکل رکھ کر اکیلے ہی چلے جانا جو اللہ کو منظور وہی ہوگا۔

گولی ہک جوان سندر تک نال شہزادے لائی
ہو اسوار خچر تے ٹریا، بی بی ٹورن آئی

کہیا حد اساڈی توڑی خطرہ رکھ نہ کوئی
جس ویلے ایہ حد تسانوں تم تمامی ہوئی
شیشہ خچر دے کے اوتھوں موڑیں گولی تائیں
رکھ توکل ہک ہکلا پھر اگوں توں جائیں

مقولہ بی بی شاہ زناں

اس کو خرچ دے کر روانہ کر دیا کوئی بس نہ چل سکا وہ خود بھی نہیں رہتا ہے اور ساتھ بھی نہیں لے جاتا ایک الگ ہی مشکل بن گئی ہے۔
غیب سے خدا نے دولہا ملایا تھا اور خوشیوں کی کوئی حد نہ رہی تھی اور چھوڑ چلا ہے رہتا نہیں ہے میں نے لاکھ شیرنیاں مانی ہیں لیکن بے سود۔

خود ہی آیا گھر کی رونق بڑھ گئی تھی اور خود خدا نے ہی ملایا تھا اب ہمیں زخمی دل کے ساتھ چھوڑ کر پھینک گیا ہے جب ہمارے دل میں اس کا عشق سما گیا ہے۔

اب وہ دوبارہ ملنے کی امید بھی نہیں ہے پھر کوئی اس طرف آئے گا پیارا پریت توڑ گیا ہے ایسے جھوٹے دلا سے دے کر ہم ایسے ہی اسے اپنا سمجھتے رہے ہیں۔

وہ سوہناں پیارا خوب طرح دیکھا بھی نہیں ہے یہ میری بے نصیبی ہے حد سے زیادہ پیارا ایک جھلک دکھا کر چلا گیا ہے۔

اس نے کلجے میں آگ لگا کر لوٹ لیا ہے بہت روکا لیکن نہیں رکا ہے خوشیوں کے لیے اس سے محبت کی اب دکھوں نے آن گھیرا ہے۔

دے کے خرچ روانہ کیتا وس نہیں کجھ چلے
آپ نہ رہندا نال نہ کھڑا مشکل بنی اولے
غیبوں رب ملایا بتا خوشیاں رہیا نہ بناں
چھڈ ٹریا ہن رہندا ناپیں لکھ شیرینی مناں

آپے آیا گھر سہایا مینوں رب ملایا
سٹ ٹریا ہن پھٹ اسانوں جاں گھٹ عشق سمایا

نہ کوئی آس ملن دی مڑ کے کون آئے اس پاسے
چھوڑ گیا نیونہہ تروڑ پیارا کر کے کوڑ دلا سے!

سوہنا مٹھا رنج نہ ڈٹھا چٹھا میرا گلیا
لعل پیارا اپن اپارا لاء چکارا چلیا!
ٹھگ گیا لاء آگ کلجے روک تھکی نہیں اڑیا
سنگھاں کارن لائی آہی آن دکھاں لڑ پھریا

اس بات کی اگر میں شرح کروں تو بات بہت دور چلی جائے گی اس لیے بہتر ہے اے محمد بخش صبر کر کے قصہ سناتے چلو۔
نفس اور عشق کا جھگڑا ختم ہو گیا عشق نے رٹ ختم کر دی اور سیف الملوک نے منصف بن کر بات ڈال دی ہے۔

اے میرے رب اگر تو مجھے میرے محبوب کے ساتھ ملادے گا تو تب اس وقت کسی کے ہاتھ سے مجھے ٹھنڈا پانی ضرور پلا دے گا اگر تو نے مجھے زندہ رکھنا ہے۔

اگر ایک گھڑی مجھے پانی نہ ملا تو یہ ظالم غضب کی لویہ مجھے جلا کر مار

جیکر شرح کراں اس گل دی دور سخن ٹر جاندا
کر کے صبر محمد بخشا قصہ چل سناندا
نفس عقل دا جھگڑا ترنا عشقے رٹ مکائی
سیف ملوکے منصف بن کے فال آتے گل پائی
کہندا ربا جے توں مینوں دلبر نہ ملائیں!
تاں اس وقت کسے دے ہتھوں پانی سرد پلائیں

جے اک گھڑی نہ پانی لدھا ظالم لو قہر دی

گلاب کے کانٹے دیکھ کر اگر درد سے ڈر جائیں تو خار کی چونب برداشت کریں خون بہے تب جا کر پھولوں سے دامن بھرتا ہے تب پھول نصیب ہوتے ہیں۔

اگر باشک ناگال دے سر گاہیں آون ہتھ خزانے رت ڈوبیں پھٹ کھادیں شاہا سوکھے نہیں یرانے

خدا کے حکم سے سیف الملوک شہزادے کو اس بزرگ نے اسم اعظم بتایا اور سیف الملوک دانانے پڑھ لیا اور اس کی بدولت یہ تمام مشکلیں آسان ہوں گی۔

اس خداوند تعالیٰ کے ملائک نے اپنی لالچی سے زمین پر لکیر لگائی اور فرمایا اسی رخ پر جانا اور ہر جگہ تلاش کرنا رخ نہیں بدلنا ہے۔ اور خود وہ فرشتہ شہزادہ کو چھوڑ کر غایب ہو گیا اور سیف الملوک بڑا خوش ہو کر چل پڑا تمام خوف دور ہو گیا اور بے خوف ہو کر چل پڑا۔ ملنے کی امید لگ گئی اور کوئی ڈر خطرہ نہ رہا اور خوشی سے اٹھ کر چل دیا جیسے جنگل کا شیر بے خوف چلتا ہے۔

آگے بڑی خشکی جھاڑ جنگل بیلا آ گیا تھا اس کی لمبائی چوڑائی حساب سے باہر تھی کوئی حد نہیں تھی کہ کب ختم ہوگا۔ اگر تمام روئے زمین کی خلقت بھی اس میں جا کر چھپ جائے تو ایسے ہی تھا جیسے آٹے میں نمک ملا دیا گیا ہو اس کا نام و نشان نہیں ملتا ہے۔

وہ جان لیوا ویرانہ اور صرف یہ اکیلا اور ساتھ کوئی نہ ساتھی اور نہ کوئی مددگار تھا بس واحد جان تھی اور اکیلا چل رہا تھا۔ رات بڑی اندھیری تھی اور چاروں طرف دیو اور کئی قسم کی بلائیں آوازیں نکال رہی تھیں عاشق کے بغیر کسی میں یہ خوبی نہیں تھی کہ ایسی جگہوں سے بچ جائے۔

سیف ملوک شاہزادے تائیں حکمے نال ربانے اعظم اسم فرشتے دنیا پڑھیا شاہ سیانے

عاصے نال فرشتے سچے لیک زمیں پر پائی کبھوس اسے رخ تے جائیں لوڑ کریں ہرجائی

آپ فرشتہ غائب ہویا چھوڑ شاہزادے تائیں سیف ملوک خوشی کر ٹریا ہویاں دور بلائیں

خاطر جمع تسلی ہوئی خطرہ رہیا نہ کوئی چامل پایا تے اٹھ دھایا شیر جنگل جیوں ہوئی

جنگل بر آجاڑ وڈیری ہور اگوں پھر آئی! انت حساب شماروں باہر چوڑائی لمبائی

جے بھ خلقت روئے زمیں دی جا اودھے وچ چھپنے جیوں آٹے وچ لون نہ دسا تیویں ساری کھنے

بار مریلی جان اکیلی یار نہیں کوئی ساتھی غول ڈرادن تے کول آون دیو وڈھے جیوں ہاتھی

رات ہنیری خوف چوفیرے بولن دیو بلائیں عاشق باہجہ نہ قدر کسے دا پتھے اہیں جائیں

غول: ٹولی۔ اہیں، ایسی۔ پتھے، پتھے۔ کھنے: سما سکے۔

بار مریلی جان اکیلی یار نہیں کوئی ساتھی غول ڈرادن تے کول آون دیو وڈھے جیوں ہاتھی رات ہنیری خوف چوفیرے بولن دیو بلائیں عاشق باہجہ نہ قدر کسے دا پتھے اہیں جائیں

جانوروں کی باتیں سیف الملوک کو سن رہی تھیں جو بھی بولیاں وہ بول رہے تھے اس کے پاؤں کے نیچے جواہر رل رہے تھے اور وہ ان کی طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔

وہ اس بنگلے کے ہر کونے میں دیکھ رہا تھا شاید کوئی اس میں راز موجود ہو جو مجھے میرے محبوب کی خبر دے دے اس کی پتہ نشانی بتا دے۔

سیف الملوک نے تمام بنگلے پھر کر دیکھا بالکل خوف نہ آیا یہ لعل جواہر سونے اور موتیوں سے بھرا ہوا تھا کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ پھرتے پھرتے اسے ایک اور دروازہ نظر آیا اس گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور آگے کیا دیکھتا ہے آگے اسے کیا نظر آیا ہے۔

دروازہ کو زنجیر اور کنڈا لگا ہوا تھا اور تالے لگے ہوئے تھے زنجیر کنڈے اور تالہ سنہری موتیوں سے جڑا ہوا تھا۔

اور کلا کے شیر راستہ رو کے کھڑے تھے اصل شیروں کی طرح دکھائی دے رہے منہ کو خون لگا ہوا تھا بڑے خونی نظر آ رہے تھے۔ دیکھنے کے ساتھ ہی شہزادہ پر حملہ آور ہوئے لیکن اس کے قریب نہیں آتے تھے اطراف سے ہی ڈراتے تھے کہ یہ ڈر کے پیچھے ہٹ جائے۔

سیف الملوک شیروں پر غالب تھا جیسے چوہوں کے لیے بلی غالب ہوتی ہے اور دوسری عشق کی طرف سے بڑی اچھی طرح کی پان چڑھی ہوئی تھی۔

عاشق ذرا بھی موت سے گھبراتا نہیں تھا اس نے جان ہتھیلی پر رکھی ہوئی تھی اگر وہ ڈرنے والا ہوتا تو پھر کہیں اس سے پیچھے ہی مرجاتا۔

وہ فرشتے والی بات اسے اچھی طرح یاد تھی کہ تمہیں تمہارا محبوب ملے بن موت نہیں آئے گی یہ دل میں پکی دلیری کر لو وہ اس پر یقین کرتا تھا۔

جانوراں دے خوش آوازے سیف ملوک سنیندا پیراں بیٹھ جواہر رلدے ناہا مول چنیندا

بنگلے اندر کرے نگاہاں ہر ہر گوشے جائے مت کوئی سزا ایسے وچ ہووے دس سجن دی پائے

بنگلے سارا پھر کے ڈٹھا سیف ملوک نہ ڈریا لعل جواہر مانک ہیرے سونے موتیں بھریا پھردے پھردے نظری آیا بوہا ہور اک گھر دا اوس خانے ول ہويا روانہ نظر آگوں کبہ کردا بوہے سنگل گنڈا جویا جنڈریاں سنگ کڑیا سنگل کنڈے قفل سنہری موتی ہیرا جویا دو کلاں دے شیر وڈیرے رستہ مل کھلوتے سچلے شیر خونامی دین نال لہو مکھ دھوتے دیکھن سات شہزادے آتے حملے کر کر آون پر اس دے گل پیندے ناہیں پاسوں پاس ڈراون

سیف ملوک شیراں پر بھرا جیون چوہیاں تے بلی دوجا اتوں پیٹھ عشق دی خوب طرح دی ملی

عاشق موتوں ذرہ نہ ڈردا جان تلی پردھردا جے اوہ ڈرنے والا ہوندا پچھے کدھرے مردا

گل فرشتے والی اس نون آہی یاد بھلیری یار ملے بن مرناں ناہیں پکی رکھ دلیری

بال ایسے تھے جیسے چنن کے درخت کے ساتھ سیاہ ناگ لٹک رہے ہوں اور انہوں نے اسے بل مارے ہوں یا دلوں کی زنجیر سے یا قاتل کی کمند تھی۔

آنکھیں جیسے ایک فولادی تیز چھری کی طرح میان میں ڈالی ہوئی ہو سرخ میان سجائی ہو جیسے سلائی لگائی ہو سیون کا نشان ظاہر ہو رہا تھا۔

ناک اللہ کے نبی ﷺ کی انگلی اور چھری اور تلوار سے بھی تیز تھا آسمانوں کی طرف معجزات کی غرض سے اشارات کرتا۔

دونوں گال جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوں بندی لگا کر سنگارے ہوئے ہیں اور بندی بڑی اچھی لگتی تھی جیسے زحل ستارہ ہوتا ہے۔ اصل یا قوت کی طرح سرخ ہونٹ کسی ماہر کاریگر نے سنگارے ہوئے ہوں اور دانت ہونٹوں کے اندر چھپے ہوئے تھے جیسے صبح و شام کی سرخی میں ستارے ہوں۔

ٹھوڑی بہشتی سیدب کی طرح تھی عناب کی طرح سرخ رنگ اور گردن شیشے کی صراحی کی طرح جیسے وہ شراب سے بھر پور ہو۔ سینہ چنن کی صاف تختی کی طرح کسی اچھے کاریگر نے جوڑا ہوا ہو اور اس کے اوپر پتان لگائے تھے جیسے چاندی کے پھول بنا کر رکھے ہوئے ہوں۔

جب منہ بند کرتی تو ایسے ہی لگتا تھا جیسے سرخ انار کی بند کلیاں ہیں بناوٹ ہتھیلیوں کی ایسی تھی جس طرح چاندی کے روپے کی مانند۔ تلی سفید چاندی کی تختی تھی اور انگلیاں قلموں کی طرح تھیں اور ناخنوں کا منہ ایسا شگرف سے عشق کا کلمہ لکھا ہوا ہونا سخن شگرف رنگت کے تھے۔

پتلی سی باریک کمر جو مٹھی میں آجائے اور تازے نرم مکھن کی طرح جسم تھا واہ سبحان اللہ اس خالق کی قدرت جس نے گندے پانی سے ایسی صورت بنائی تھی۔

زلفاں ناگ چنن نگ لٹکے ول ول کندل مارے یا زنجیر دلاں دے آہے یا کمند ہتھیارے

آنکھیں تیز کٹار فولادی آہیاں وچ میاناں سرخ میان بناتی ملیا سیون وچ نشاناں

نک انگشت نبی اللہ دی تیز چھری تلواروں آسماناں ول کرے اشارت معجزیاں دے پاروں چن دوکھن دونویں رخارے بندی نال سنگارے بندی بندی پھدی آہی وانگ زحل ستارے سوہے ہوٹھ یا قوت کھرے تھیں کاریگر سنوارے دند لبان وچ کجے آہے وچ شفق جیون تارے

ٹھوڑی سیو باغ بہشتوں سوہا رنگ عنابوں گانا وانگ صراحی کچ دی جیونکر بھری شرابوں سینہ تختی صاف چنن دی خوب کاریگر جوہ کے اوس آتے پتان لگائے چاندی دے پھلن گھر کے

میٹے وات ایویں سی جیویں سرخ اناراں کلیاں گھڑ تل ڈبل روپے والی صاف ہتھیاندیاں تلیاں تلی چٹی سی لوح روپے دی انگلیاں سن قلموں شگرف منہ بھرے نوہنہ سوہے لکھ عشق دا کلمہ

پتلا لک مٹھی وچ آوے الہا مکھن دیہی گندے پانی تھیں رب سرجی صورت پاک اچھی

گل داؤدی کی طرح دو پستان سرنگوں تھے یا وہ پانی کے بلبلے کی مانند بالکل سفید تھے بالکل کافور کی طرح سفید تھے۔

اگر باغوں میں باد صبا سینکڑوں برس تلاش کرتی رہے تب بھی ایسا خوبصورت پھول نہ مل سکے میں اس کی کیا صفت بیان کروں گا۔

سفید کافور بھی دانتوں کی چمک دیکھ کر شرماتا تھا ٹھوڑی سیدب کے آدھے حصے کی طرح اور اس کا پخلا حصہ نہایت اچھا لگتا تھا۔

چاندی کی طرح بدن سفید اور ہونٹ چینی اور مصری سے شیریں تھے مصر کے حسین اس کا حسن دیکھ کر مصر کے حسن کو بھول جائیں۔

پریوں سے بھی حسین اور دل کو موہ لینے والی اس پر جوانی کی بہار تھی خوبصورت شکل اور بڑی عقل مند اور اس کی آنکھ جادو کرنے والی تھی جادو گر تھی۔

صاف دل اور عشق برداشت کرنے والی خوبی اس میں موجود تھی نازک اعضاء اور گلاب رنگ اور ایک دلیر پری تھی۔

شکر کی طرح میٹھی خوبصورت اور اچھی عادات لیٹی اور ہیر سے خوبصورت عذرا اور چودھویں کا چاند اور زلیخا کو بھی دیکھ کر دل کو سکون ملتا تھا۔

نئی جوانی میٹھی آواز نجم النساء کی طرح ریلی سیف الملوک اور بدیع جمال کو وسیلہ بن کر ملانے والی انہیں عاشق اور معشوق کا میل کرانے والی۔

تیز زبان یونانی شاعر بھی اس کی صفات پر زبان گونگے ہو جاتے کچھ کہنے کی طاقت نہ رہتی اس میں اتنی بے حساب خوبیاں تھیں۔

بڑی ہوشیار طبیعت کی مالک تھی ہندوستانی فردوسی کی مانند اس کی ناز اور ادا اور اس کی جوانی ایک عجوبہ تھی لکھنا آسان نہیں تھا۔

مانی اور ارژنگ ایک مشہور مصور دانش مند اپنی ہنر کی تدبیروں سے اس صورت کی تصویر بنانے سے قاصر تھے اور وہ اس کی تصویر نہ بنا سکتے۔

گل داؤدی منہ دے وانگر کوچاں نویں انگوری یا اودہ آب حباب حسابی آہے عین کافوری بے باغاں وچ داؤ فخر دی لوڑ کرے سے برساں ایسا سندر پھل نہ لہجے میں کیہ صفتاں کرساں نیسانی کافور دندان ول دیکھ بہوں شرماوے غنغب صاف سینو دی پھاڑی ٹھوڑی پیٹھ سہاوے چاندی وانگر رنگ جسے دا ہوٹھ میٹھے کھنڈ مصری مصری سوہنے اس ول تک کے حسن مصر دا وسری پریوں سوہنی تے من موہنی جو بن دی رنگ رتی شکل نہایت عقل بغایت جادوگر اکھ متی

دل آمیزی عشق انگیزی آن ادا بھری سی نازک انگ تے رنگ گلابی سینہ سنگ پری سی شیریں شکر شکل شمال لیٹی ہیر ملاحات عذرا بدر منیر زلیخا دیکھ ہووے دل راحت

تازہ روپ آوازہ مٹھا نجم نساء ریلی سیف ملوک بدیع جمالے میلے بن ویلی

تیز زبان یونانی شاعر صفت اودھی دے وارے گنگے ہوندے بول نہ سکدے خوبی بے شمارے چت طبیعت ہندوستانی فردوسی دی ثانی!

ناز کرشمہ ساز جوانی لکھن نہ آسانی مانی تے ارژنگ سیانے کہاں دی تدبیروں اس صورت دے نقش نگاروں عاری سن تصویروں

حباب: بلبلہ۔ مانی اور ارژنگ۔ دنیا کے مشہور مصور تھے۔

وہ اس کی دوستی والی بات مجھے زہر لگتی ہے۔ میں پھر سیدھے منہ بات نہیں کرتی اور کہتی ہوں کہ تمہارے سر میں راکھ ڈالتی ہوں۔ اور پھر مجھ پر ناراض ہو کر جادو کر کے سلا دیتا ہے اس تختی میں کوئی جادو کرتا ہے اور میں ہوش و حواس کھو بیٹھتی ہوں۔

تو وہ چلا جاتا ہے اور ایک ماہ کے بعد واپس آتا ہے اور اسی طرح میں نے اس قید میں دس برس گزار دیئے ہیں۔ دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔

ملکہ خاتون کی ساری کہانی سن کر شہزادہ سیف ملوک بڑا حیران پریشان ہو گیا۔ اس کے لیے بڑا فکر مند ہو گیا۔ اس کے لیے غور کرنے لگا۔

ایک سے ایک بڑھ کر مجھ پر مصیبتیں آرہی ہیں۔ ایک ختم نہیں ہوتی دوسری پہلے ہی آجاتی ہے۔ یہ قلعہ اور وہ خونی دیوبس رب ہی بچانے والا ہے۔

اپنے چھپنے کے لیے بھی جگہ نہیں ہے میں کہاں چھپ جاؤں گا۔ اب دیو جانے نہیں دے گا بہت تکلیفیں دے دے کر مارے گا بہت بری موت مارے گا۔

خیر اپنی بات تو ایک طرف رہ گئی جو ہو گا سو ہو گا لیکن یہ لڑکی قید میں پڑی پوری زندگی روتی رہے گی اسے کون چھڑانے آئے گا۔ ملکہ خاتون کو چھوڑ کر بھاگ جانا یہ کوئی مردانگی نہیں ہوگی یا تو میں بھی ادھر ہی مر جاؤں گا یا اس کو بھی اس قید سے رہائی ملے گی۔ یہ بھی انسان اور میں بھی انسان اور پھر یہ مجھے بھائی بھی کہتی ہے۔ یہ رب کا ہی کوئی؟؟؟ ذریعہ اور راز ہے تب ہی میں اس جگہ آیا ہوں۔

دیو کے ساتھ لڑیں جس کو اللہ دے گا۔ میں اپنی ہمت اور کوشش میں فرق نہیں کروں گا آگے رب جانے اپنی جان لڑاؤں گا میرا اللہ بہتر کرے گا۔

اوہ گل اس دی یاری والی موہرا لگدی مینوں سدھے منہ نہ بولاں کہندی بھس سر پاواں تینوں پھیر میرے تے غصے ہو کے جادو پاء سنوالے تختی وچ ہنر کجھ کر کے ہوش سنبھالا ٹالے آپوں جاندا پا مہینہ پھیرا ات ول مارے ایسے ڈولے قیدے اندر میں دس برس گزارے

ملکہ خاتون دی گل ساری سیف ملوک شہزادہ سن حیران تعجب ہویا کردا فکر زیادہ

ہک تھیں ہک چڑھیندی ڈاڈی شکل میں سر آوے ایہ قلعہ اوہ دیو مریلے کیویں رب بچاوے

جائی نہ اپنے چھپن جوگی کتول چھپاں نساں دیوے نے ہن جان نہ دیناں مارگ دے دے کساں

اپنی گل رہی اک پاسے خیر جیویں کجھ ہوسی پر ایہ لڑکی قیدے اندر پئی ہمیشاں روسی ملکہ خاتون نوں چھڈنسن ہے نامردی خاصی یا میں بھی مر جاساں اتھے یا اس ہوگ خلاصی ایہہ بھی آدم میں بھی آدم نالے ویر بلائیوس رب سبب بنایا کائی تاں اس جائی آئیوس

دیوے نال لڑائی کریئے جس دیوے تس اللہ ہمت اندر فرق نہ رکھیے آپ کرے مت بھلا

ملکہ خاتون نے جب شہزادے کا حال دیکھا تو ایک لمبا سانس لے کر کہنے لگی اے میرے بھائی میری بات غور سے سنو۔ میں رب کی پائی کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس کے بنا اور کوئی رب نہیں ہے وہی معبود ہے اور تمام عبادتیں اسے کے لیے ہیں۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔

اگر میں اپنے باپ کے گھر میں شہر سراندیپ میں ہوتی میں تجھے بدیع جمال سے اپنے ہی گھر میں ملاتی۔ میں اس سے تمہاری ملاقات کراتی۔

لیکن اب کوئی چارہ نہیں چل سکتا ہے اب میرے بس کچھ نہیں ہے۔ میں تمہاری معالجات بنوں اگر میں اس قید سے رہا ہوں لیکن یہ بڑی بڑی قید ہے۔

تمہارے دکھ مصیبتیں سن کر میرے دل کو بڑا دوساں لگا ہے مرنے تک اس کا بڑا افسوس رہے گا۔ میرے دل سے یہ بات کبھی فراموش نہیں ہو سکے گی۔

مجھے اپنی قید کا ابھی غم نہیں رہا ہے اب تمہارا فکر بہت زیادہ ہے۔ اگر تو کبھی مجھے میرے گھر میں ملتا تو میں تیرے پیارے محبوب کو تجھ سے ملادیتی۔

لیکن اب میں ایک جزیرے میں قید بند ہوں جس کے چاروں طرف مضبوط قلعہ ہے۔ یہ زور آور کی قید ہے اس سے رہائی نہیں ملتی کہ تیرے ساتھ چلوں ناممکن ہے۔

ملکہ کی بات سن کر شہزادہ عاجزوں کی طرح تختے سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی تعظیم کرنے لگا نہایت آداب سے اس کی تعظیم کی۔ ملکہ خاتون سے ہاتھ گھماتا اور اس پر قربان ہوتا تھا۔ زمین چومتا اور سلام کرتا اور بار بار جھک کر اسے سلام کرتا۔

اے ملکہ جس راستے سے تو آئی ہے میں تو اس سے قربان ہو جاؤں اور جس منہ سے تم نے یہ کلمات کی ہے اس کی ایک سانس

ملکہ خاتون نے جب ڈٹھا شاہزادے دا رولا مار اوساں لگی فرماون سن بھائی مقبولا قسم کراں میں رب سچے دی جس بن رب نہ دوجا اوسے دی بھ زہد عبادت اوسے دی بھ پوجا

بے میں گھر پیو دے ہوندی سر اندیپ شہر وچہ نال بدیع جمال پری دے تدھ ملاندی گھر وچہ

پر ہن کجھ نہ چارہ چلدا کیہ وس لاواں بندی تیری بید ہوواں بے پھٹاں قید میرے تن مندی

دکھ قضیے تیرے سن کے برم لگا دل میرے مرنے تیک نہ جاسن مینوں ایہ افسوس گھنیرے

قید اپنی دا غم نہ رہیا برم لگا ایہ بھارا بے توں گھر وچ ملدوں مینوں دسوی یار پیارا

میں ہن قید ہوئی وچ ٹاپو محکم کوٹ چو فیرے ڈاڈی بند خلاص نہ ہوندی بے چلاں سنگ تیرے

ملکہ دی گل سن شاہزادہ ہو کے مثل یتیمیاں اٹھ کھلوتا تختے اتوں کرن لگا تعظیمیاں ملک اتوں ہتھ گھمائے صدقے ہو ہو جائے چم زمین سلاماں کردا مڑ مڑ سیس نوائے جس رستے توں آئی ملکہ میں صدقے اس راہواں جس موہوں ایہ گل الائی جند داری اس ساہوں

جب اسے کوئی ہمزاد ملے اور دکھی کے دکھ بانٹے۔ اس کی پوری کہانی بتائے اور اس کی پکی خبر دے کہ وہ کہاں ہے، کون ہے۔ اچھی ادا سے اور ربلی آواز سے اس کی صحیح بات سنائے اے محمد بخش پھر خود ہی اندازہ کرو کہ وہ بات کتنی اچھی لگتی ہے اور کتنی غور سے سنی جاتی ہے۔

ملکہ خاتون نے کہا اے بھائی میری بتائی ہوئی باتیں یاد رکھنا۔ ہم تین بہنیں تھیں اور ایک ہی ماں نے ہمیں جنم دیا تھا۔ تینوں حقیقی بہنیں تھیں۔

میری ایک بہن بدرہ خاتون جو ابھی ماں کی گود میں ہی تھی دودھ پی کر جھولے میں ہی کھیلتی اور اس کی موتیوں جیسی صورت یعنی بڑی حسین تھی۔

ایک دن میری ماں اس وقت حوض پر آئی جس حوض سے یہ ظالم قصائی دیو مجھے پکڑ کر لایا ہے۔ اس پر آئی تھی۔

تمام حسین خوبصورت دائیاں اور خدمتگار کھڑی تھیں اور ماں کے پاس بدرہ خاتون کا جھولا پڑا ہوا تھا۔ جس میں بدرہ خاتون تھی۔ نرم کباب بھونے جا رہے تھی ان کی ہر طرف خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ رنگ برنگی چاول کلیے اور ہر نعمت تازہ موجود تھی۔

اس حوض کے کنارے پر میری ماں بیٹھی ہوئی تھی سر پر ایک گھنا سایہ دار چکڑی (جس کی کنگیا بنتی ہیں) کا درخت تھا۔ اس کے نیچے سائے میں بیٹھے تھے۔

میری ماں کیا خداوند کریم کی قدرت دیکھتی کہ اس درخت سے ایک بوڑھی مائی اچانک زمین پر اتر آئی۔ میری ماں دیکھ رہی تھی۔

میری ماں کے ساتھ آ کر فوراً پلنگ پر بیٹھ گئی۔ میری ماں کو اسے دیکھ بہت زیادہ خوف آیا وہ اس سے ڈر رہی تھی۔

اس بوڑھی عورت نے میری ماں سے کہا حوصلہ رکھو ڈرو مت۔ اے بی بی میں تیری پڑوسن ہوں مجھ سے بالکل نہ ڈرو۔

جاں اس نوں کوئی محرم لہے دکھے دکھ وڈائے دے بھ کہانی اس دی دس پکیری پائے نال اداء آواز بھلیری بات صحیح سناوے کرو قیاس محمد بخشا کیسی گل سکھاوے

ملکہ کہندی سن وے ویرا رکھیں یاد سنایاں ایں تریوے بھیناں آہیاں یکے پیٹوں جائیاں

بھین میری اک بدرہ خاتون جاں اوہ کچھو بیسی ماماں پی پنکھوڑے کھیڈے صورت موتیں جیسی

ہک دن ماں میری اس ویلے حوضے آتے آئی جس حوضے توں پکڑ لیاںدا مینوں دیو قصائی

دائیاں خدمتگاراں کھلیاں ہر اک دا مکھ لالہ ماڈ کول پنکھوڑا نکیا بدرہ خاتون والا

نرم کباب بھجن تر تازے دھم گھتی خوشبوئی چاول کلیے رنگ برنگی نعمت چیز زروئی

اس حوضے دے دندے آہا ماں میری دا ڈیرا سرتے سایہ دار کھلوتا چکڑی رکھ وڈیرا

مائی میری سی کہ مکدی قدرت نال خدائی رکھ اتوں اک بڑھی مائی دھرتی اتر آئی

ماں میری دے کول پلنگ تے بیٹھی آن شابی ماں میری نوں اس تھیں آئی دہشت بے حسابی

بڑھی عورت ماں میری نوں کہندی رکھ دلاسا میں گواہنڈن تیری بی بی نہ ڈر میٹھوں ماسا

جو دوستوں کو دوست ملا دیتا ہے اور جدائی کے زخم بھر دیتا ہے خداوند
تعالیٰ ہمیشہ غریبوں کو نوازتا ہے۔ واہ سبحان اس کی بادشاہی ہے۔
اے بھائی میں نے سچی سچی بات کی ہے جو میں نے اپنی
آنکھوں سے دیکھی ہے۔ میں سچ اور جھوٹ کو جدا کر کے تجھے
دکھا دوں اگر تمہارے نصیب اچھے ہوں۔

مجھے افسوس ہے اگر میں وہاں پہنچوں تو پھر تمہیں سچ بتاؤں میں
بدلیع جمال پری کے ساتھ تجھے بٹھا دوں تب تجھے جھوٹ اور سچ کا
پتہ چل جائے تب تجھے یقین ہو۔

ملکہ کی بات سن کر شہزادہ گلاب کے پھول کی طرح کھل اٹھا۔
خدا کا ہزار شکر کرتا کہ شکر ہے رحمت کا دروازہ کھلا ہے۔

پریشان دل کا باغ تر و تازہ ہو گیا جیسے اس پر بہار کا آبر برسا
ہے۔ محبوب کی خبر پریشان زندگی کو پھر امید لگ گئی۔

نا آمیدی کی جو آگ دوزخ کی مانند جل رہی تھی باغ ارم
دکھانے کی امید سے وہ آگ بجھ گئی وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ اب محبوب
کی امید لگ گئی تھی۔

وہ ملکہ کی بات شہزادے کے دل کو بہت اچھی لگی جس طرح
کرب و بلا کے پیاسے کو جیسے ٹھنڈا پانی مل گیا ہو۔ اس کی
پیاس بجھ گئی ہو۔

جیسے راہ سے بھٹکے ہوئے پردیسی کو اندھیری رات کو اچانک بدر
منیر روشنی کر دے اس کا اندھیرا ختم ہو جائے روشنی ہو جائے۔
یا جس طرح ایک موت کے مریض کو ایک معالج سنیاسی مل
جائے۔ جسے امید ہو جائے کہ اللہ اس کی دوا سے مجھے شفا دے
دے گا۔

یا جس طرح موسم گرما میں بادل برسے اور فصل کی امید ہو
جائے۔ یا بھوکے موشیوں کو ہریالی مل گئی رب تعالیٰ نے اپنا
فضل کر دیا۔

جو یاراں نوں یار ملاوے سیوے پھٹ جدائی
رب غریب نواز ہمیشہ جس دی دھن خدائی
سچو سچ سنائی ویرا جو گل اکھیں ڈٹھی
کوڑوں سچ نکھیر دسا لاں بے تده ہووے چٹھی

ہائے افسوس بے پہنچاں اوتھے تاں ایہ سچ دسا لاں
نال بدلیع جمال پری دے تینوں چل بہالاں

ملکہ دی گل سن شہزادہ وانگ گلاباں پھلا
کدا شکر ہزار ہزاراں رحمت دا در کھلا
سکا باغ دلے دا ہویا تازہ آبر بہاروں!
جان حیران لگی پھر آسا دلبر دی اخباروں
نا آمیدی والی آتش دوزخ وانگن بلدی!
اس لقاویوں دس ارم تھیں سرد ہوئی کجھ جلدی

اوہ کہانی ملکہ والی شہزادے دل بھانی!
کربلا دے تے تائیں جیوں کر ٹھنڈا پانی

جیوں پردیسی راہوں بھلے رات ہنیری اندر
اجن چیتی چان لایا چوہ چودھیں دے چندر
جیوں کر کئی مدت دے روگی ملیا بید سناسی
اس لگی مت ساس بدن وچ موئی پاک وساسی

جیوں روڑے وچ بدل ڈٹھا لگی اس فصل دی
بھکھے مال لدھی ہریالی کرپا ہوئی فصل دی

شہزادہ سیف الملوک ابراہیم خلیل اللہ کا خاص امتی تھا۔ اس نے اپنے دل میں ارادہ رکھ کر دو گانہ نقل ادا کیے اور اپنے رب سے بچاؤ کی دعا کی۔

اور پھر سجدے میں سر رکھ کر زور و زور دعا میں کرنے لگا۔ اے باری تعالیٰ تو ہی آسانی اور مشکل میں سب کی مدد کرنے والا ہے تو ہی میرا کھوالا مددگار ہے۔

بے بسوں کی مدد کرتا ہے اور بے سہاروں کو تیرا ہی سہارا ہوتا ہے ہر گھرے کو تو ہی اٹھاتا ہے اور ہر مشکل تو خود ہی حل کرتا ہے۔ اب تیرا ہی سہارا ہے۔

تو اپنی رحمت سے گنہگار انسانوں پر کرم کرتا ہے انہیں نوازتا ہے۔ اے مالک تیری رحمت سے ناامیدی ابلیس کا کام ہے۔ اپنے بندوں کی تو مدد کرتا ہے۔

بے شک ہم بڑے گناہی بدکار انسان منہ کالے ہیں۔ لیکن پھر بھی اے باری تعالیٰ ہم تیرے فضل و کرم کی امید رکھنے والے ہیں۔ لاکھوں منوں کی گندگی پلیدی شہروں میں ہوتی ہے لیکن جب تیری رحمت برستی ہے تو وہ پلوں میں صاف کر دیتی ہے۔

اے باری تعالیٰ ہم کمزور عاجز بندے ہیں تو ہمیشہ غریبوں کو نوازنے والا ہے تو کرم کرے تو ہمارا چھٹکارا ہے ہم تیری رحمت کے طلبگار ہیں۔

تیرے بناں کوئی مددگار نہیں ہے میری جان بڑی بڑی مشکل میں پھنس گئی ہے تو اگر مجھے چھڑائے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ دشمن دیو بڑا طاقتور ہے۔

میرا مان غرور ہے اور نہ ہی کوئی فخر ہے ایک تیرے ہی درگاہ کا سہارا ہے اور میرا کوئی مددگار نہیں ہے۔ تیرے بغیر میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

امت خاص خلیل اللہ دی آہا آہ شاہزادہ دو رکعتاں نفل گزارے دل دا رکھ ارادہ

پھر سجدے سر دھر کے رناں رو رو کرے دعائیں ربا تو ہیں حافظ ناصر ادھی سوکھی جائیں

بے یاراں نوں یاری کرناں آس تیری بے آساں ہر ڈھٹھے نوں آپ اٹھا لیں کر مشکل کم آساں

بخش کر کے فیض بچاویں او گنہگار انساناں رحمت تیری تھیں نو میدی ہوندا کم شیطاناں

توڑے ہاں بدکار گناہی ایس بندے منہ کالے پھر بھی دائم فضل تیرے دی آسا رکھن والے لکھ مناں چرکین پلیتی شہراں اندر ہوندی پل وچ پاک کرے جس ویلے رحمت تیری پوندی توں غریب نواز ہمیشہ ایس بندے درماندے کرم کریں تاں ہے چھٹکارا بھکھے ہاں کرماں دے

تدھ باہجوں کوئی ساتھی ناہیں پھاتھی جان اولی توں چھڑکاویں تاں میں چھٹاں دیو دشمن سنگ ہلی

مان تران نہ زور نمانے نہ کجھ شیخی میری کو پرنا تکیہ تیرا ہور نہیں دھر ڈھیری

عاجز سیف ملوک کی آواز تیرے دروازے پر ہے اے مالک میری مدد فرما۔ یہ بد معاش دیو مسکین انسان کو قصاب کی طرح بے دردی سے مار دے گا۔

اے باری تعالیٰ بس تیرا ہی سہارا ہے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے تو جس چراغ کو روشن کرتا ہے وہ کسی سے گل نہیں ہوتا ہے اے کوئی سمجھا نہیں سکتا ہے۔

بازوں اور چڑیوں کا بھی تو ہی رب ہے تو چاہے تو چڑی سے باز مروا دیتا ہے، شیروں اور سانپوں کا گوشت تو انہیں کبڑے ڈال کر انہیں کھلا دیتا ہے۔

تو ایک بے بس انسان سے بھی دیوؤں کو مروا دیتا ہے۔ واہ سبحان تیری قدرت کاراز کوئی نہیں پاسکا ہے۔ تیرے راز کوئی نہیں جان سکا ہے۔

میں ایک غافل بھٹکا ہوا انسان ایک گناہی بندہ ہوں۔ میں نے تیری بندگی نہیں کی ہے اور تصویر کے پیچھے پھر رہا ہوں۔ ایک صورت کی تصویر دیکھ کر اس کے پیچھے فضول بھاگ رہا ہوں۔ مجھ پر فرض تھا کہ میں تیری واحدانیت کو تلاش کرتا۔ تیری عبادت کرتا۔

ہر شکل میں تیری ہی قدرت ہے تیرے ہی معنی ہیں۔ لیکن میں نے تیرے ساتھ عشق یعنی تیری عبادت نہیں کر سکا اور ایک صورت کے پیچھے پاگل ہو کر اپنی پہلی زندگی بھی برباد کر لی۔ ماں باپ کی خدمت کرنا مجھ پر فرض تھا اور میں انہیں بھی روتے چھوڑ کر آ گیا ہوں میں نے بڑی بے وقوفی کی ہے۔ میں گمراہ ہو گیا ہوں۔

تیرا نام غفور رحیم ہے مجھے ناکارے کو بخش دو۔ میں ملکہ خاتون کو یہاں سے نکال کر لے جاؤں اور دیو کو مار دوں یا رب میری مدد فرما۔

سیف ملوک غریب شوہدیدی کوک تیرے درسایاں دیو غنیم یتیم بندے نوں کوہی وانگ قصایاں

تیری اوٹ پناہ خدایا ہور نہیں کچھ سمجھدا جس دیوے نوں آپوں بالیں کد کے تھیں سمجھدا

چڑیاں بازاں دا توں سائیں چڑیوں باز کوہاویں گوشت شہاں سپاں والا کبڑے پا کھواویں

توں بندے ناچیزے ہتھوں دیوتیاں نوں مرواند واہ قادر دھن قدرت تیری انت نہ پایا جاندا

میں غافل گمراہ تیرے تھیں بندہ پر تصویراں نہیں عبادت تیری کیتی مگر پھراں تصویراں صورت دی ہک صورت تک کے بھج بھج مراں اضاعیں آہا فرض میرے سر لوڑن وحدت تیری تائیں

ہر صورت وچ معنے تو ہیں تیرا عشق نہ چایا صورت پیچھے جھلا ہو کے اپنا جرم گویا

ماؤ پیو دی خدمت کرنی فرض میرے پر آہی اوہ بھی روندے چھڈ کے ٹریا بہت کیتی گمراہی

تیرا نام غفور سنییدا بخشیں میں نکارا ملکہ خاتون نوں لے جاواں دیو مرے ہتھیارا

ملکہ خاتون نے کہا اے پیارے بھائی میری بات سُنو۔ میرے دل میں ایک سوچ آئی ہے اس سے ہم اس مصیبت سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر دو سلیمانی شاہ مہرے ہمارے ہاتھ لگ جائیں خدا کرے تو پھر ہم اس قید سے رہا ہو سکتے ہیں وہ ہمیں اس قید سے رہائی دلا سکتے ہیں۔

میں نے ایک دن دیو سے یہ ساری بات پوچھی تھی کہ اس تمہارے قلعے کا کیا نام ہے اور یہاں کس کی حکومت ہے۔ یہاں کون سردار ہے۔

اور پھر دیو نے مجھے بتایا کہ یہ بہت بڑا جزیرہ ہے اس کا اسفند باش نام ہے اور اس کا راج حکم سب میرے ہاتھ میں ہے۔ میں ہی سردار ہوں۔

پھر میں نے پوچھا یہاں سے انسانی آبادی کتنی دور ہے یہاں سے کتنا سفر ہے کتنی دور ہے مجھے تو بالکل خبر نہیں ہے مجھے کوئی پتہ نہیں ہے۔

دیو نے کہا انسان یہاں بالکل نہیں آسکتا ہے۔ انسانوں کی آبادی تک جاتا ہوا بڑا دیو بھی تھک جاتا ہے۔ انسانی آبادی یہاں سے بڑی دور ہے۔

انسانوں بستی کا یہاں سے کوسوں کا کوئی شمار نہیں ہے۔ اڑنے والی پری بھی یہ فاصلہ دس برس میں طے کر سکتی ہے۔ اتنا لمبا سفر ہے۔

ایک یہ بھی بڑی روایت ہے کہ ایک دو دن کا فاصلہ ہے اتنا فرق کیسے ہوگا عقل اس بات کو نہیں مانتا ہے۔ یہ بڑا فرق ہے۔

راستے میں بڑے پہاڑ اور ویرانے اور بے حساب ندیاں ہیں اڑنے والی پر یوں کے لیے یہ سفر اتنا مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اڑنے والی ہوتی ہیں۔

ملکہ خاتون نے پھر کہیا سن توں ویر پیارا ہک تدبیر میرے دل آئی اس تھیں ہے چھٹکارا

جے سلیمانی دو شاہ مہرے ہتھ اساڈے آون اللہ بھاوے تاں اس قیدوں اوہ سانوں چھڑکاون

میں دیوے تھیں ہک دھاڑے پچھی سی گل ساری کئیہ کجھ نام اس کوٹ تیریدا کس دی ہے سرداری

دیوے نے پھر دیا اگوں ٹاپو ایہ وڈیرا اسفند باش ہے ناواں اسدا راج حکم سبھ میرا

پھر میں پچھیا ایس مکانوں آدمیاں دا واسا کتنا پنڈھ دوراڈا ہوسی خبر نہیں میں ماسا

دیوے کہیا آدم اتھے مول نہیں آسکدا آدمیاں دی جاؤں توڑی دیو وڈا بھی تھکدا

آدمیاں دے واسے اتھوں نہیں شمار کوہاں دا اڈن والی پری آگے بھی پینڈا برس دہاں دا

ہک روایت ایہ بھی ڈٹھی پینڈا ہک دہیں دا ایڈا فرق ہووے گا کیکر ناہیں عقل مسنیدا

رتے وچ کوہ قاف اجاڑاں ندیاں انت نہ کوئی پریاں اتوں اڈیا جانوں مشکل پنڈھ نہ ہوتی

پھر میں نے پوچھا تمہاری کتنی زندگی ہوتی ہے انسانوں جتنی یا ان سے کم یا زیادہ ہوتی ہے یا انہی کے برابر ہوتی ہے۔
 اُس نے کہا ہماری عمر بڑی لمبی ہوتی ہے انسانوں کی عمر میں بہت کم ہوتی ہیں۔ پھر میں نے کہا تمہاری زندگی کہاں تک ہوگی۔
 اُس نے کہا میں سات سو برس تک زندہ رہوں گا ہم سو برس کی عمر میں خوب جوان ہوتے ہیں۔ اس سے کم بچپن ہی ہوتا ہے۔
 پھر میں نے کہا کیا دیوؤں کی جان ہر جگہ ہوتی ہے تمہاری پیاری جان کہاں ہے مجھے بھی کوئی بات بتا دو۔ میں بھی جاننا چاہتی ہوں۔

پھر میں پچھیا عمر ساڈی ہوندی کتنی کتنی آدمیاں تھیں لمی چھوٹی یا انہاں دے جتنی کہیوس عمر اساڈی وڈی آدمیاں دی تھوڑی پھر میں کہیا تیرے دم دی ہوسی کتھے توڑی کہیوس ست سے برساں توڑی میں پراتم ہوساں سے برساں وچ عمر جوانی زور دیئے تن موساں پھر میں کہیا دیوتیاں دی جان ہوندی ہر جانی تیری جان پیاری کتھے دس مینوں گل کائی

مبارک اسم اعظم پڑھ کر صندوق کو کھولا گیا اور صندوق میں سفید رنگ کا کبوتر اڑنے کے لیے پر تول رہا تھا وہ بھاگنے کی تیاری کر رہا تھا۔

سیف ملوک نے باز کی سی تیزی سے فوراً پنجہ مار کر کبوتر کو پکڑ لیا جیسے مرغابی آبی کیرا پکڑ لیتی ہے اسے فوراً دبوچ لیا۔ اس کا سر جسم سے جدا کر کے بنگلے سے باہر پھینک دیا جب اس کا سر جسم سے الگ ہوا پھر کچھ نہیں ہو سکتا تھا اب اسے مرنا ہی تھا۔ جو ہو گیا۔

اندھیری بارش اور رولا اور گرد و غبار جھکڑ آیا۔ زمین اور آسمان کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف دھند سی چھا گئی تھی۔ آسمان سے خون گرا اور زمین سُرخ ہو گئی اور شہزادے نے ملکہ کو اندر ہی رکھا ہوا تھا کہ کہیں یہ ایسا منظر دیکھ کر گھبرائے نہیں۔ ڈر ہی نہ جائے۔

جب دھند گرد و غبار کچھ کم ہوا اور دیو ہوا سے زمین پر گرا ایک بڑی زوردار آواز آئی جیسے زمین پر کوئی بھینسا گرتا ہے۔ اوپر کا آدھا جسم اس کا بڑا سفید تھا اور نیچے کا آدھا دھڑپاؤں تک سیاہ تھا۔ خواہ تلیاں خواہ ٹخنہ۔

وہ ناک سے سانس لے کر کہہ رہا تھا واہ اے جوان تو بڑا دلیر اور بہادر ہے تمہارے جیسا جوان آج دنیا میں اتنی طاقت والا نہیں ہے۔

میرے جیسے دلیر اور بہادر جو دیوؤں پر بھاری تھا۔ تم نے ایک انسان ہو کر مار دیا ہے تو کوئی انوکھا ہی انسان ہے تو عجیب انسان ہے۔

پہلے تو ایسی جگہ پر آنا انسان کے بس کی بات ہی نہیں ہے تو کوئی بڑی کرامت والا انسان ہے جو دنیا میں اڑتا پھر رہا ہے۔

اعظم اسم مبارک پڑھ کے چا صندوق ہگاڑے وچہ کبوتر چٹا ڈٹھا راہ لسن دی تاڑے۔

سیف ملوک کے بازاں والا کر کے چھٹ شابی پنجے مار کبوتر پھریا جیوں کیرا مرغابی بنگلے وچوں باہر وگایا وڈھ وڈھ وڈھوں سر اسدا جاں سر وکھ ہو یا تاں دھڑ تھیں پھیر نہیں کچھ کھسدا

جھکھڑ مینہ ولوہناں آیا گرد غبار ہنیری انبر دھرتی کچھ نہ دے دھند وکار چو فیری آسماناں تھیں لوہو ڈھٹھا زمیں ہوئی آرتی مت ڈر جاوے ملکہ خاتوں اندر اوٹے گھستی

دھند وکار ہو یا کچھ مٹھا دیو ہوائیوں ڈھٹھا وڈا بلند آوازہ ہو یا جیوں کر ڈھندا کٹا اوپر لا دھڑ سارا اس دا کافوری رنگ چٹا لکوں پیٹھ سیاہ تمامی کیا تلیاں کیا گنفا نک وچ ساس گھنے تے آکھے واہ دلیر جواناں تیرے جیسا دنیا آتے ہے آج کون تواناں

میرے جیسا دلیر بہادر دیو تیاں پر بھارا! تہہ انسانے مار گویا ہیں کوئی لوک نیارا

اول ایسی جانی آون نایں کم انساناں توں کوئی مرد کرامت والا اڈدا پھریں جہاناں

داستان روال شدن شاہزادہ بمع ملکہ ازال قلعہ در دریا و کشتن نہنگ ہوشربا و

بہزارن بردر گنج مراد رسانیدن ملکہ را و بہ سرانندیپ آمدن بمشقت بسیار

اس باغ کا جو مالی ہے بڑا دانا اور بڑا سچا انسان ہے جس کے باغ سے پنیری لے کر میں بھی یہ پودے لگا رہا ہوں۔ میں بھی یہ شجر لگا رہا ہوں۔

ہر جگہ صحیح جگہ کیاریاں بنا کر وہ خود دیکھ کر پودے لگوارہا ہے۔ جو جس جگہ کے قابل ہو وہ اسی جگہ ہی اچھا لگتا ہے۔

اور آگے یہ کہتی ہوئی بسنت بہار پھولوں کی بہار آتی ہے۔ کچھ دن ٹھنڈی خزاں کے رہ گئے ہیں اور پھول کھلنے کی امید ہو گئی ہے۔

باغ میں ہریالی ہوگی اور انگوری شاخیں نکالے گی لالہ اور گلاب آپس میں ملیں گے زنگس اور گل سوری آپس میں ملیں گی۔

جب شاہزادے نے دیکھا کہ مار دیا اس کا کام تمام کر دیا اب اس کا خطرہ نہ رہا تو شاہزادہ ملکہ خاتون کو لے کر چل پڑا وہ جگہیں چھوڑ دیں۔

لکڑیوں کا تیرنے کے لیے ایک ٹلا بنایا اور اسے بڑا مضبوط کرنے کے باندھ لیا۔ ندیوں میں بہت زیادہ رہتا تھا لیکن اس کا دل نہیں بھرا پھر ندی میں کود پڑا۔

قیمتی لعل جو اہر بے شمار نعمتیں تمام سفر کا خرچ کھانے پینے کے لیے ایک ہی دفعہ ٹلے پر رکھ لیا تھا۔ جو کچھ ہو سکتا تھا۔

تمام کھانے پینے کا سامان ٹلے پر رکھ لیا اور اسے اچھی طرح محفوظ کر لیا۔ ملکہ کو لے کر ٹلے پر سوار ہو گیا اور ٹلا رہنے لگا۔ اسے

دریا کی نظر کر دیا۔

سادات دن ندی میں بہتا بڑی تیزی سے جا رہا تھا اور سیف ملوک عبادت الہی میں ہر وقت مشغول رہتا تھا۔ اس مالک کو

یاد رہتا ہے۔

مالی ایس باغچے والا داناں مرد سچا داناں جس دے باغوں لے پنیری میں بھی بوٹے لاواں

ہر ہر جاہ کیارے تک کے بوٹے راس لواندا جس جائے اوہ لائق ہووے او سے جا سہاندا

ایہ فرماندی آئی اگوں رت بسنت پھلاں دی کوئی دن سرد خزاں دے رہندے لگی امید گلاں دی

باغ اندر ہریالی ہوئی کڈھ سی شاخ انگوری لالہ آتے گلاب ملن گے زنگس تے گل سوری

جاں شاہزادے دیوے تائیں کیتا مار ازا میں ملکہ خاتون نوں لے ٹریا چھڈ دیوے دیاں جائیں

لکڑیاں دا ٹلا بدھا بہت پکیرا کر کے رھو رھو رجیا نائیں تریا پھیر ندی وچ تر کے

لعل جو اہر قیمت والے نعمت بے شماری کھانے دانے ٹلے آتے پالنے اکواری

بھہ اسباب ٹلے تے دھریا پکا محکم کر کے ملکہ سنے ٹلے پر چڑھیا ٹلا ٹریا تر کے

اٹھے پھرندی وچ جاندا ٹلا نال شابی سیف ملوک عبادت اندر ذکر ثنا وہابی

اٹھے پھرندی وچ جاندا ٹلا نال شابی سیف ملوک عبادت اندر ذکر ثنا وہابی

اٹھے پھرندی وچ جاندا ٹلا نال شابی سیف ملوک عبادت اندر ذکر ثنا وہابی

مردوں کی ہمت ہر جگہ ہزاروں کام کرتی ہے پھول اور
بھنورے شمع اور پتنگ اور دوستوں کو دوست ملاتی ہے۔ میل
کرا دیتی ہے۔

اے دوستو ہر مشکل کی چابی مردوں کے ہاتھ میں ہے جس وقت
مرد نظر کرم کر دیں اس وقت کوئی مشکل نہیں رہتی ہے تمام حل ہو
جاتی ہیں۔

خدا کی قلم ولی کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو چاہے لکھ دیتا ہے مرد
کامل کو رب تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے کہ لکھے ہوئے نصیب
مٹا دیتا ہے۔ بدل دیتا ہے۔

مرد ہی بنتے اور مرد ہی تننتے ہیں اور مرد ہی اس کو دھجیاں بنا
دیتے ہیں۔ مرد سلائی کر کے پوشاک بناتے ہیں غمگین کو خوش
کر دیتے ہیں۔

رب صاحب نے تمام کام اپنے بندوں کو سونپے ہیں دنیا ایک
باغ ہے ولی اس کا مالی اس کی مرضی ہے اس میں پودے
لگائے یا اکھاڑ دے۔

کہیں کم بیج بوتا ہے اور کہیں زیادہ بیج ڈالتا ہے۔ کہیں کم پانی لگاتا
ہے اور کہیں زیادہ لگا دیتا ہے یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے جو
چاہے کرے۔

ایک درخت سے ڈالی یعنی شاخ کی قلم بنا کر دوسرے پر جوڑ
دیتا ہے۔ اسے پیوند لگا کر میوے بناتا ہے اور پھر خود ہی انہیں
توڑتا ہے۔

ہر کبیری پانی دیتا ہے ہر نالی اور بند کو ٹھیک کرتا ہے اور کچھ کے
پھول توڑ دیتا ہے۔ اسے یہ حق حاصل ہے خود مختار ہے۔

دنیا ایک باغ اور آسمان کنویں کی طرح چلتا ہے ایک رہٹ ہے
سورج اور چاند اس کے بیل ہیں۔ انسان مالی ہے اور مالک
رب تعالیٰ ہے بھور اور عاشق اس کے سیلانی ہیں، سیاح ہیں۔

ہمت مرداں دی ہر جانی کر دی کم ہزاراں
پھلاں بھوراں شمع پتنگاں یار ملاتے یاراں

ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی!
مرد دُعا کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
مردے نوں رب قوت بخش لکھے لیکھ مٹاوے

مرد اُونیندے مرد تَنیندے کردے مرد لویراں
سیون مرد پوشاک بناون شاد کرن دلگیراں

مرداں دے ہتھ کارج سارے آپ خداوند سٹے
دُنیا باغ ولی وچ مالی بوٹے لاوے پٹے

کدھرے پتلا بیج رلاوے کدھرے کرے گنہیرا
کدھرے تھوڑا پانی لاوے کدھرے دے ودھیرا

ڈالی قلم کرے اک رکھوں جادوئے پر جوڑے
پیوند لا بناوے میوہ آپے پھیر تروڑے!

ہر ہر کچھے پانی پھیرے ہر آڈے ہر بنے!
ہکناں نوں سر راس کریندا گل ہکناں دے بھنے
دُنیا باغ انبر کھوہ وہیندا دیمنہہ جن وانگن بیلاں
مالی مرد آتے رب مالک بھور عاشق وچ سیلاں

بے نظر کو (یوسفؑ) کو کنوئیں میں ڈال دیا اور بندی خانے زندگی گذاری اور بی بی نجم نے جوگن بن کر جنگل ویرانے اور پہاڑوں میں تلاش کیا۔

قیس عرب کا شہزادہ تھا وہ مجنوں پاگل بن گیا شیروں اور بھیڑیوں میں پہاڑوں کے اندر اکیلے رہتا تھا۔

مجنوں نے ایک دن قسمت سے ایک عورت دیکھی اس نے مرد کے گلے میں رسا ڈالا ہوا تھا اور گاؤں کی طرف چلی جا رہی تھی۔ مرد کا منہ کالا کیا ہوا تھا اور اس کے بال گلے میں پڑے ہوئے تھے۔ قلندر اور ریچھ کی طرح دونوں آگے پیچھے چل رہے تھے۔

جب وہ مجنوں کے پاس سے گزرے تو اس واحد مرد نے پوچھا کس لئے یہ کام کیا ہوا ہے یہ کیسا مکر بہانہ بنایا ہوا ہے۔

اس بوڑھی عورت نے کہا اے جوان یہ کام پیٹ کراتا ہے میں عورت کو اور اس مرد کو ہر دروازے پر نچاتا پھرتا ہے۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے ایسا کام کرنا پڑتا ہے۔

اس کو میں ہر دروازے پر نچاتی پھروں گی اور خلقت یہ تماشہ دیکھ کر حیران ہوگی ہمیں زیادہ خیر ملے گا زیادہ آمدن ہوگی۔ زیادہ کمائی ہوگی۔

جو کچھ ہمیں ملے گا ہم دونوں اسے بانٹ کر کھائیں گے آدھا یہ اپنے گھر لے جائے گا اور اس میں سے آدھا میں لے لوں گی۔ اس طرح ہمارا گزارا چل جائے گا۔

مجنوں نے اس بوڑھی سے کہا اس کام کے لیے مجھ سے لائق اور کوئی نہیں ہے اے مائی میرے گلے میں رسا ڈالو تجھے آمدنی زیادہ ہوگی۔ زیادہ پیسے ملیں گے۔

میں گھر گھر بہترین ناچ دکھاؤں گا اور ساتھ ہی غزلیں اور بولیاں بھی سناؤں گا۔ لیلیٰ کے گھر تک چلوں گا اور تجھے زیادہ آمدن کراؤں گا۔

بے نظیر دروگ وگایا قید اندر تن گالے نجم نساء بی بی بن جوگی بن بیلے کوہ بھالے

قیس عرب دا راجہ آہا بنیاں مجنوں جھلا شیراں تے بھگیاڑاں اندر وچ پہاڑ اکل! مجنوں نے اک عورت ڈٹھی اک دن نال قضائے مردے دے گل رسا پایا چلی نگرول جائے مردے دا منہ کالا کیتا وال پئے وچ گل دے رچھ قلندر وانگر دوئے آگے پیچھے چلدے جاں مجنوں دے کولوں لنگھے پچھ دا مرد یگانہ کس کارن ایہ کارن کیتو کہیہ ایہ مکر بہانہ بڈھی کہیا سمجھ جواناں ایہ کم پیٹ کراندا میں عورت اس مردے تائیں در در پھرے نچاندا

اس نون میں نچاندی پھر ساں ہر بوہے کر پھیرا خلقت دیکھ تعجب ہوسی پیسی خیر ودھیرا

جی کجھ حاصل ہوسی سانوں ونڈ دوئے زل کھاساں ادھا مرد کھڑے گا گھر نون ادھ میں بھی لیجاں

مجنوں کہندا اس کم لائق میرے جیہا نہ کوئی پا میری گل رسہ مائی کھٹ زیادہ ہوئی

گھر گھر ناچ کراں گا عمدے غزلان بول سناں لیلیاں دے گھر توڑی چلماں کھٹی تھہ کراں

جھولی وچ شاہزادہ تا اس نوں سرت نہ کوئی
 ملکہ کہندی نہیں جگاواں نیند پچی مت ہوئی
 اس دا وال نہ ہووے ڈنگناں ہو بے ارمانی
 اس کی جھولی میں سر رکھ کر شاہزادہ سویا ہوا تھا اُسے کوئی ہوش خبر نہیں
 تھی۔ ملکہ کہتی کہ اسے نہیں جگاؤں گی شاید ابھی نیند پچی ہی نہ ہو۔
 میں صدقے اگر مجھے کھاتا ہے تو میں جان دے دوں گی اس پر
 قربان ہو جاؤں گی۔ اس کا بال بھی بھیکا نہ ہو اُسے بے آرامی نہ
 ہونے پائے۔

۱۰۲۔ کاکا۔ محبت سے جوتا سرور۔ ۲۱۔ رط۔ ۲۲۔ خال۔ ۲۳۔ ترہیں

رکھاتا تھا۔

شوکت شان نشان اچیرا تاج سرے پر شاہی اس کے تمام انداز شہانہ لگتے تھے۔ سر پر شاہی تاج اور بڑا بلند

ہر بیگم ہر لونڈی ہر بی بی ہو بیٹیاں اور بہنیں امیر اور وزیر کی حرم
لازمی آئیں۔ سب کا آنا لازم تھا۔

اس کے اطراف سونے اور چاندی کے تھے اور اوپر سرخ ریشمی
کپڑے کا پردہ ڈالا گیا تھا اور اس کے کنارے چمکارے مار
رہے تھے۔ کیونکہ انہیں سچے موتیوں سے مزین کیا گیا تھا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑے دلیروں کے دل ڈول گئے
تھے۔ اسے دیکھ کر کسی کا دل ثابت نہ رہا بڑے شیروں کی بھی
شیری دلیری ختم ہو جاتی تھی۔

ماسیاں پھوپھیاں چاچیاں تائیاں اور ساتھ کی سہیلیاں کی ہی
ملکہ کو گلے ملیں اور اسے لے کر گھر کو آئیں ملکہ ڈولی میں بیٹھ کر
اپنے گھر میں پہنچ گئی۔

شادی کی طرح خوشیاں منائی گئیں شہزادے نے سب اور اس کے
لوہا حقین کو مبارکیں دی جا رہی تھیں۔ کھوئی ہوئی کو رب نے
دو بارہ ملا دیا تھا۔ ایک طرح اسے دوسری زندگی ملی تھی۔

ہر گھر کی کرتادھرتا عورتیں اور ہر بی بی رانی ندر نے پیش کر رہی
تھیں۔ زیور دو کپڑے تین کپڑے کا لباس لگیوں میں رل
رہے تھے اتنا کپڑا پیش کیا گیا۔

ہزار عورت و احترام اور رسم و رواج پورے کیے گئے اور ملکہ خاتون
کو گھرا لیا گیا اور عزیزوں کے دل کو سکون ملا۔ سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی۔

تخت پر شہزادی کو گھروالے بٹھاتے اور وہ بار بار بیٹھے آجاتی تھی
بار بار اسے کڑا کڑھاتے بٹھاتے تھے وہ تخت پر نہیں بیٹھتی تھی۔

سب اسے پوچھنے لگے کہ اے بی بی اپنے سفر بارے ہمیں کچھ
بتلاؤ۔ تمہیں بارہ برس ہم سے جدا ہوئے بیت چکے ہیں تمہارے
ساتھ کیسی کیسی گزری ہے۔

تم نے کتنی مصیبتیں برداشت کیں اور کتنے اس سفر کے غم برداشت
کیے۔ اور کس طرح تمہیں خدا نے رہائی دلانی کہ تو دوبارہ گھر آئی ہے۔

ہر بیگم ہر گولی بی بی نوہاں دھیاں جیناں
میر وزیر سبھس دیاں حرماں لازم ہویا دیناں
باہیاں سونے چاندی آہیاں خوب اچھاڑ بناتی
کلس کنارے جھل مل کر دے سچے موتی ذاتی

ڈولی دیکھ اس ڈولے یارو ڈولے چت دلیراں
تک بابت دل رہے نہ ثابت بکھدی شیری شیراں

ماسی پھپھی چاچی تائی بھیناں سنگت سیاں!
رو رو ملکہ دیگل مل کے لے گھراں نوں گیاں

شادی دے شہزادے دے ملی مبارکبادی!
گئی گواتی رب لیاندی پھر ملکہ شہزادی

ہر سوانی بی بی رانی دھانی لے تدرانے
زیور زیور نقد ترپور گلئیں رلے شہانے

کر عزت اکرام ہزاراں نال تمام آئینے
ملکہ خاتون اندر آندی ٹھنڈ پتی وچ سینے

تخت آتے شہزادی تائیں گھر دے لوک بہان
مڑ مڑ پھیر ہٹھاں سی ڈھبندی بے سو پگڑا اٹھان

پچھن لگے گل سفر دی بی بی دس کہانی
باراں برس ہوئے تده چھپیاں کس کس طرح وہانی

کی کچھ قید مصیبت جھاگی کیڈک رنج سفر دے
کیکر رب خلاصی بخشی آئیں طرف اس گھر دے

ہمیں تیری جدائی میں روتے روتے آنکھوں کی نیند بھی ختم کر چکے ہیں رب کو معلوم زمانے والے کیا جانیں یہ جدائی کا مرض کتنا سخت ہے۔

ماں باپ بہن بھائی رات دن تمہاری جدائی میں روتے تھے۔ اگر انہیں تمہارا کچھ پتہ چل جاتا تو تم پر تمام قربان ہو جاتے۔ اس ماں کی کوکھ میں تیری جگہ دکھ بھرے گئے اور سکھ بھاگ گئے اس کا روئی کی پونی کی طرح سفید رنگ ہو گیا ہے سوکھ کر تکا ہو گئی ہے۔ اُسے کھانا اور پہننا کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے جن کے جگر کا ٹکڑا جدا ہو۔ والدین اسی کا ماتم کرتے رہتے ہیں اور دل کا بخار کبھی نہیں اترتا ہے۔

تیری سہیلیاں تیرے بنا گھر کو بھول گئی ہیں کام کاج یاد نہیں رہا ٹوٹی چار پائیوں پر پڑی ہیں۔ اک مری ہیں اور پاگل ہیں اور کوئی حُسن ہی گنوا چکی ہیں۔

ان کے اندر تیری جدائی کا داغ گل لالے کی طرح لگ گیا ہے رنگ پہناواں پوشاکیں ہیں لیکن جگر اندر سے سیاہ ہو چکا ہے۔ بننا کھیلنا کسی کی تعریف کے گیت گانا سر میں کنگھی کرنا سب کچھ بھول گیا پاگلوں کی طرح ننگے پیر لگیوں میں پھرتی تھیں۔ اُن کو اپنی خبر نہیں رہی تھی۔

کاجل لگانا بندی وینا تیل وغیرہ سب بھول گیا تھا لکا ہونٹوں کی سجاوٹ دندانہ ملنا شیشہ کسی کو ذرا بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ تیرے بنا بے چین تھیں۔

تیری خوبیاں بیان کر کے روتی تھیں دن رات تیرے غم میں گذرتے تمام سہیلیوں کا سٹکھ چین ختم ہو گیا تھا۔ ملکہ جس گھر میں شمع ہی نہ ہو وہاں پتنگ کیسے آئیں گے۔

تیری جدائی کے تیرے بھائیوں کا دل زخمی کر دیا تھا۔ اپنے مُنہ سے کہتے ہم زندگی سے تنگ ہیں۔ ہمیں ملکہ کی جدائی نے

ایسے فراق تیرے یوچہ روندے نیناں نیند نہ پائی رب معلوم کیا جائے عالم ظالم روگ جدائی

باہل مائی بھیناں بھائی رات وہاں تہہ روندے بے کچھ پتہ انہاں نو لہدا سبھ تصدق ہوندے کوکھ مائی دی تیری جانی دکھ بھرے سکھ بھاگے چٹاپونی رنگ ہو یا سوک ہوئی جیوں دھاگے کھاوں لاوں بھاوں ناہیں جاوں جگر جنہاندے ماپے کرن سیاپے دل وچ رہندے تاپے ماندے

سیاں تہہ بن نگھر گیاں ملیاں منجیاں جھکیاں اک مویاں اک ہویاں خفتی اک جو بن دے دکیاں

اندر داغ وچھوڑے والے کالے وانگن لالے رنگ پہناوا وانگ پشاکاں جگر وچوں پر کالے ہسن کھیڈن سو لے گاوں سیس گنداوں بھلے جھلیاں ہویاں گلیاں اندر چلیاں نے سر کھلے

سرمہ پاوں مہندی لاوں ویناں تیل ملاوں لکا دھڑی دندانہ شیشہ ماسہ کسے نہ بھاوں

وین کرن دن رین غماں دے چین گیا سبھ سگوں جس گھر شمع نہیں کد ملکہ مجلس ہوئی پتنگوں

تیرے دا چیر کلبے ویر پھرن جیوں پھٹے تنگ حیاتوں آکھن واتوں ملکہ خاتوں پٹے

جو کچھ خوبی اس میں ہے یا جو احسان اس نے کیا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ اگر میرا سگا ہوگا تو وہ اس کا غلام بن کر رہے گا۔ تب ہی وہ میرا سگا ہوگا۔

میرا پورا خاندان میری پوری نسل بھی اس کا حق نہیں ادا کر سکتی ہے۔ میرے لیے اس نے حد سے زیادہ بہادری کی ہے۔ جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔

اس کا نام سیف ملوک ہے اور یہ مصر شہر کا شہزادہ ہے۔ یہ میرا بڑا نیک بھائی ہے اور ہر برائی سے پاک ہے اس میں کوئی عیب میں نے نہیں دیکھا ہے۔

مجھے آپ لوگ پکڑ پکڑ کر تخت پر بٹھا رہے ہیں میں اس کے بغیر کیسے بیٹھوں گی۔ جب تک وہ خوش نہیں ہوتا ہے میں پریشان رہوں گی۔

تاج ملوک نے تمام ملکہ بات سن کر جو اس نے کہی تھی۔ سیف ملوک کو مجلس میں بلایا اور اس کی بڑی تعریف کی اسے بہت عزت دی۔ بہو بیٹیوں اور تمام بیگمات سے کہا سیف ملوک سے کوئی بھی پردہ نہ کرے اسے اپنا مادر زاد حقیقی بھائی سمجھو۔ اس سے کوئی پردہ نہیں ہے۔

نہ ہی کوئی بی بی اس سے شرمائے اور نہ ہی کوئی اس سے پردہ کرے یہ ہمیں بیٹیوں سے بھی اچھا لگتا ہے۔ یہ ہمارا حقیقی اولاد سے بھی آگے ہے۔

ملکہ ہماری بیٹی ہے اس سے کون اچھی ہے اس نے اسے بھائی بنا لیا ہے اس نے دوئی دور کر دی ہے وہ ہمارا ہی ہے۔ تاج ملوک تخت پر بیٹھا اور صحن میں فرش سجایا گیا اور اس نے تخت پر اپنے دائیں طرف سیف ملوک کو برابر جگہ دی۔

اور بائیں جانب ملکہ خاتون بڑی خوش ہو کر بیٹھ گئی۔ سارے خدا کا ہزار شکر کر رہے تھے کہ ہم پر رب تعالیٰ نے مہربانی کی ہے۔

جے کچھ خوبی اس نے کیتی ہو نہیں کوئی کر دا
جے کوئی سکا میرا ہو سی زسی اس دا بردا!

اس دا حق مکاون جوگی نہیں میری گل ساری
میں پر ہے وڈیائی اس دی حدوں بیشماری

سیف ملوک ادا ہے ناواں مصر شہر دا والی
ویر اویل دھرم دا بھائی ہر ہر عیبوں خالی

مینوں پھڑ پھڑ تخت بہالو اس بن کیکر بہساں
جاں جاں اودہ دلشادنہ ہووے میں دکھیاری رہساں

تاج ملوک سنی گل ساری جو ملکہ فرمائی
سیف ملوک سدا یا محلیں بہت کیتی وڈیائی
نوباں دھیاں حرماں تائیں سھناں نوں فرمایا
سیف ملوکوں مند نہ کجو جانوں ماں پیو جایا

نہ کوئی بی بی چھپے اس تھیں نہ کوئی پردہ تانے
ایہ فرزنداں نالوں چنگا ہے اساڈے بھانے

ملکہ خاتوں بیٹی ساڈی اس تھیں کبھری چنگی
اس نے اس نوں ویر بنایا دور کیتی دورنگی
تاج ملوک تخت تے بیٹھا وہڑا فرش سہایا
سیف ملوک برابر اپنے سجے پاس بہایا
کھبے پاسے ملکہ خاتوں بیٹھی ہو خوشحالی
شکر ہزار گزارن سارے کرم کیتا رب والی

سرخ شراب یا قوتی پیالوں میں حاضر کر دی گئی فوراً باورچیوں نے عمدہ اور لذیذ کھانے دسترخوان پر لگا دیئے۔

میٹھے مشروبات کے جام پلائے اور پرانی شراب کباب پلاؤ اور فالودے اور طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے۔

تمام عیش اور تفریح حاصل ہوئی کوئی کسر باقی نہ رہی تھی سریلی آواز گویے گارہے تھے اور ساز بج رہے تھے۔

بارہ برس کے بعد خدا نے ڈوبا ہوا بیڑہ پھر کنارے لگایا ہے۔ جیسے خوشی مل گئی دل کو سکون اور چین حاصل ہوا۔

سیف ملوک کلی کی طرح خوبصورت لگ رہا تھا۔ لیکن دل میں پری کا جو داغ تھا نہیں دھویا جا رہا تھا اُسے نہیں بھول رہا تھا۔

منہ سے آہ و بکا نہ کرتا تھا۔ دل میں رب کی آس تھی۔ ایسے درد بھی نہیں کرسہہ لیتے ہیں واہ مردوں کی کیسی برداشت ہے۔

کھاتے پیتے گیت سنتے اور تمام بڑے خوش تھے۔ رحمتوں کے دروازے کھل چکے تھے اور غضب کے بند ہو چکے اب نصیبہ بدل چکا تھا اچھے دن آگئے تھے۔

خط لکھا اور قاصد کو دے کر سرانندپ شہر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ملکہ کی خیریت اور خوشی کی خبر ملکہ خاتون کے گھر والوں کو پہنچادی تھی۔

شہزادہ سیف ملوک پر تاج ملوک بڑا مہربان ہو گیا تھا اس کی حد سے زیادہ خاطر تواضع کرتا کہ اُسے احسان کی چھری نے جیسے ذبح کر دیا تھا۔

دن رات خوشیوں میں گزارتے اور اپنا دل پرچاتے رہتے وہ سیف ملوک شہزادے پر قربان ہوتے تھے۔ سیف ملوک کی ان کے دل میں اتنی قدر ہو گئی تھی۔

شمعیں روشن کرتے مجلس لگاتے اور ایک دوسرے کو پر کر کے جام پلاتے تھے۔ عطر عنبر اور گلاب صندل ہر وقت چھڑکاؤ ہوتے تھے۔ خوشبودھی رہتی تھی۔

سرخ شراب یا قوت پیالے آن ہوئے پھر حاضر ترت باورچی جا ٹکائے کھانے نادر نادر شربت میٹھے پین پیالے ہور شراب پرانے کھان پلا کباب فلودے رنگ رنگاں دے کھانے عشرت عیش ہوئی سبھ حاصل کچھ نہ رہیا باقی خوش آواز سرود الاین سوہنے مطرب ساقی!

بارہیں برسوں ڈبا بیڑا مولیٰ بنے لایا! جینو جینو خوشی مراداں اندر ہو یا چین سوایا سیف ملوک کے وانگ کلی دے ظاہر روپ سہاویے پر اندر وچ داغ پری دا دھوتا مول نہ جاوے موہوں کوک پکار نہ کردا آس رے دل لایا ایسے درد پچاون سب دے واہ مرداں دا دایا پیون کھاون سوہلے گاون خوشی کماون سارے فضلاں دے دروازے کھلے طاق قہر دے مارے

کافذ لکھ دوڑایا قاصد سر اندیپ شہر ول! خیر خوشی دی خبر پچائی ملکہ جیو دے گھر ول سیف ملوک شہزادے آتے تاج ملوک تروٹھا کرے تواضع باہر حدوں گرد احسانے کٹھا

راتیں دیہناں خوشیاں کردے ہر دم دل پر چاون سیف ملوک شہزادے اتو صدقے ہو ہو جاون

شمع جلاں پلان پیالے مجلس لان پیارے عطر عبیر گلاب صندل دے بہت کرن چھنکارے

مطرب۔ گانگ: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

مطرب۔ گانگ: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

مطرب۔ گانگ: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

مطرب۔ گانگ: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

مطرب۔ گانگ: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

مطرب۔ گانگ: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

مطرب۔ گانگ: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

مطرب۔ گانگ: گانے والا۔ گلوکار۔ گرد۔ چھری۔

عود کی گرمی جسم جلاتی، غیر موجود کو موجود کر دیتی۔ درد اپنا اور غم کسی کا دوسرے کے دل کو خوشی دے۔ کسی کے غم شریک ہونا اس کے کام آنا۔

سہ تار کی تار بجائے اور یعنی تار کی تار جب بجتی تو وہ عیب چھپانے والا (اللہ) کا نام لیتی اور خدا نے مہربانی کے دروازے کھول دیئے رباب کی چنگ پکار ہی تھی۔

سارنگیاں (ساز) سارنگ دیکر راگ کی ایک راگنی کا الپ کرتیں اور انہوں نے ایسا رنگ بنا رکھا تھا طبلے نے خوشی سے ہی اپنا خالی پیٹ پھولا لیا تھا۔

خوشی کے لیے ایک رات مقرر کر لی اور تالی بجائے اور خوب پٹاک پٹاک کی آواز آتی تھی۔ اور چنگی کو عشق ہو گیا تھا کہتی کہ باقی کام چھوڑ دو، بند کرو۔

ہر ایک کا دل خوش تھا کوئی بالکل غمگین نہیں رہا تھا اور سیف ملوک کا زخمی تھا دکھی تھا بس ظاہر ہی نہیں کر رہا تھا اندر سے دکھی تھا۔

شراب کا دور چلتا اور پھر اور کباب کا ذائقہ لیا جاتا دس دن اور دس راتیں اسی طرح خوشیاں کرتے ہوئے گزار دیئے۔ بے شمار خوشیاں منائیں گئیں۔

محلوں کے اندر دونوں شہزادے سکون کی زندگی گزار رہے تھے جب دربار میں آ کر تخت پر بیٹھتے تو افواج سلامی دیتی تھی۔

دس دن اور دس راتیں شباب کباب اور رباب کی محفلیں چلتی رہیں اور اس کے بعد ہمیشہ خوشی سے سیر پائے کرتے رہتے تھے۔

جب کچھ روز گزارے تو جوانی کے عیش عشرت کرتے تاج ملوک ایک دن خوش ہو کر اس کی مہمانی کرنے لگا۔

تمام افواج کو عیش کرایا اور تمام خدمت گاروں میں خوشیاں بائیں۔ سیف ملوک کو بڑا دولت مال دیا۔ جو کہ ہزاروں کی تعداد میں تھا۔

عود وجود جلاتے آتش بود نابود بنائے درد اپناتے سوز دوتے دا دل خوشنود کرائے

تار تار ست تار بجائے واہ تار چترے کھول دتے رب باب کرم دے چنگ رباب پکارے

سارنگیاں سارنگ الپن ایسا رنگ بنایا طبلے پڑ خوشبو خوشی تھیں خالی پیٹ پھولایا

تاڑی رات خوشی دی تاڑی مارے خوب پٹاکے چنگی چنگے چائی کہندی چھڈو ہور لٹاکے

ہر اک دے دل خوشیاں موجاں غم نہ آہا ماسہ سیف ملوک کے دا دل گھائل باہروں کوڑا ہاسہ پین شراب شاب پیالے کردے نقل کبابوں دس راتیں دس روز گزارے خوشیاں باہر حسابوں

محلان اندر دوتے شہزادے مان عیشاں موجاں آدر بار تخت پر بہندے کرن سلامی فوجاں

رہے شراب کباب ربابیں دس دن تے دس لیلاں بعد اس تھیں نت رہندے آہے وچ خوشی دیاں سیلاں

جاں کوئی روز گزشتہ ہوتے کردے عیش جوانی تاج ملوک خوشی کر اک دن کرن لگا مہمانی

بھ فوجاں کروایاں موجاں عیاداں خدمتگاراں سیف ملوک کے نوں پھر دیندا دولت مال ہزاراں

اس کے ہاتھ میں لاکھ بھرے خزانے اور شہانے زیورات تھے۔ کئی سچی اور پاک پوشاکیں تھیں کسی چیز کی کوئی کمی نہ تھی۔ اور اُسے پچاس گھوڑے دیئے تمام سونے کے اسباب کے۔ پوزی کلغی چمکارے مارتی ہوئی جس طرح دن کی دوپہر کا وقت ہو۔ ساخت تنیاں (ڈوریں) لگام رکابیں گلے سے تمام سونے اور موتیوں سے جڑے ہوئے اور گھوڑے خوب سنگارے ہوئے تھے۔ اور بار بردار جانور سامان اٹھانے کے لیے اونٹ خچر گھوڑے دیئے اور لباس سونے کی کڑھائی ہوئے۔ زرہیں اور کلغی وغیرہ۔ عماری والے کئی ہاتھی اور زیادہ خونی اور جنگی تھے۔ لڑکے اور نوکر دیئے۔ ترکستانی اور حبشی بھی تھے۔

ہندی بڑے ناز اداؤں والے جو پتلی کمر والے تھے۔ اچھی بولی نرم طبیعت والے جب چلتے تو ان کمر بل کھاتی تھی۔ چھاتیاں سنگ مرمر کی طرح پکے رنگ سانولے (گندمی) بڑے خوبصورت تھے۔ مورچکورا اور ہنسون کی چال اور دل موہ لینے والے۔ بڑے حسین چینی غلام لڑکے جن کے سرخ پھول کی طرح چہرے گورا بدن لیکن بے سکون چینی کے پیالوں کی طرح چمک رہے تھے۔ ان میں کوئی کمی نظر نہیں آتی تھی خطاؤں سے پاک تھے۔ کسی جگہ بھی کوئی کمی نہ تھی کسی جگہ بھی ان میں کوئی خالی نہ تھی۔ نہایت حسین تھے۔

ان کے نقش چگل کے حسینوں کی طرح دل نرم اور حسن بسنت بہار کی طرح تھا۔ ان کی صورت رنگ برنگ کے پھولوں کی طرح تھی اور ہزاروں کے دل موہ لیتے تھے۔

کشمیری زگس کی طرح آنکھیں جو بن پیتے ہی مست تھیں ان میں ہرن کی آنکھوں جیسی کشش جمعہوں شیر پکڑ کر مارے۔

رومی شوخ اور بڑے ہوشیار جو ہنشل ہاتھ لگتے تھے۔ آگے آئے ہوئے چھوڑ جاتے تھے آنکھ جھپکنے کے فرق میں غائب ہو جاتے۔

لکھ خزانے بھرے دہانے زیور ہور شہانے کئی پوشاکاں سچیاں پاکاں زین اسباب ترانے کوتل ہور پنجاہ دتے سن نال اسباب سنہری پوزی کلغی جھلمل کردی جیوں کر دینھ دوپہری ساخت تنی لگام رکابیاں گلے سے سارے سونے موتی نال جزاؤ کوتل خوب سنگارے و ہتر ہور بلیوے والے اونٹ خچر اوٹھ گھوڑے جامے بہت دتے زرکاری زرہاں کلغی توڑے ہاتھی کئی عماری والے بہتے خونی جنگی چھوکریاں تے گولے دتے رومی خنتی زنگی!

ہندی آن اداواں والے پتلے لک جنہاں دے بولی خوب طبیعت ہولی لٹک ترن ول کھاندے سینے سنگ تے انگ پکے سن سانو لڑے رنگ سوہنے مورچکورتے ٹور کہرگاں دی چور دلاں نوں موہنے چینی لونڈے روپاں والے مکھ سوہنے گل لالے بدن صفائی چین نہ کائی چمکن چین پیالے نفر خطائی نہ خط آئے دن پاک خطائیوں ذرا خطائی کسے نہ جائی راس سچن ہر جابوں

نقش چگل دے میوے دل دے حسن بسنت بہاراں رنگا رنگ پھلاں دی صورت کردے قید ہزاراں

زگس نین سیاہ کشمیری بن پیتے متوارے مرگ نیناں دیاں شانال جزا کے شیر جنھاں پھڑ مارے رومی شوخ چلاک لڈ کے جو ہتھ آون چر کے آگے آئے بھی چھٹ جاون روم کھلن دے پھر کے

وہ میرے کہنے سے کبھی انکار نہ کرتا تھا خواہ میں اُس سے اس کا سر ہی کیوں نہ مانگ لوں وہ میرے کہنے پر جہاں کہتا کھڑا رہتا خواہ اس کی ٹانگیں ہی سوکھ جائیں۔

ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوتے تھے ایک جان اور دو جسم تھے۔ ہر پل ادا سے ہی ملتے تھے ہمیشہ ایک دوسرے کو گلے لگاتے تھے۔ رب تعالیٰ نے ہمیں جدا کر دیا ہے دل و جان کے لیے ایک مرض بن گیا ہے۔ ہر وقت کی سوچیں، نہ کوئی اُس کی خبر ہے نہ کوئی پیغام یہ کوئی دکھ کم تو نہیں ہے۔

کیا کچھ میرے دوست پر دکھ تکلیفیں آئی ہوں گی میری اُسے اور اس کی مجھے کوئی خبر نہیں ہے ہمیں ایک دوسرے کا کوئی پتہ نہیں ہے۔

کیا پتہ اب اللہ ہمیں زندگی میں ملائے گا بھی یا نہ مل سکیں گے یا اس جدائی میں انتظار کرتے ہی تڑپتے جان دے دیں گے۔ سمندر میں طوفان تھا جب صاعد دوست بچھڑ گیا تھا اب اگر آپ ہی چاہے تو ملا سکتا ہے تلاش کرنے سے نہیں مل سکتا ہے۔ مگر مجھ اور کئی آفات اور ندی کے سانپ اسے مار چکے ہوں گے وہ اتنی مشکلات میں کیسے بچا ہوگا۔ اتنی بلاؤں سے اُس کا بچنا مشکل تھا۔

پھر سوچنا وہ بچانے والا بھی ہے جس نے مجھے اتنی بلاؤں سے بچا لیا ہے۔ اگر اسے بھی اُس نے بچا لیا ہے تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں وہ بچا سکتا ہے۔

اُس نے حضرت نوحؑ کا بیڑا بھی تو بچا لیا تھا اور یونسؑ کو بھی مچھلی کے پیٹ میں بھی بچا لیا تھا۔ وہ ہر بلا سے بچا سکتا ہے وہ سب کا حافظ ہے۔ ابراہیمؑ کو پتھر میں ڈالنے کے لیے کوسوں میں آگ جلائی گئی تھی۔ جب بچانے والا اس کا رکھوالا ہو گیا تو اُسے ذرا بھی سینک نہ لگا۔ آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

حکم میرے تھیں مکھ نہ موڑے توڑے سر دھڑ منگاں ہتھیں بدھیں رہے کھلوتا بھاویں سکن ٹنگاں

ہک دو بے تھیں جدا نہ ہوندے دو جٹے ہک جندے اٹھے پہر دراگے ملدے گل لگ بندے بندے پایا رب وچھوڑا سانوں جان جگر نون جھورا نہ کجھ خبر نہ سکھ سنیہا دکھ نہیں ایہ تھوڑا

کی کجھ رنج مصیبت ہوسی یار میرے سر آئی میری اس نون اس دی مینوں ہرگز خبر نہ کائی

خبر نہیں ہن وچ حیاتی سانوں رب ملاسی! یا اس داغ وچھوڑے اندر سکدیاں جند جاسی کانگ طوفان سمندر اندر صاعد یار روہڑایا رب ملاوے تاہیں ملیئے لبھدا نہیں لوڑایا ماگر مجھ ہزار بلائیں سپ سنارندی دے کیونکر بچیا ہوسی اندر مشکل بے حدی دے

پھیر کہے اودہ رکھن والا مینوں جس بچایا بے اس نون بھی رکھیا ہووس نہیں تعجب آیا

نوخ نبی دا وچ طوفانے بیڑا ٹانگ لگایوس یونسؑ پیٹ مچھی دے اندر امن امان بچایوس ابراہیمؑ غلیل پتھر تے آگ کوہاں وچ گھتی رکھن والا رکھا ہویا سیک نہ لگا رتی

میں آج عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہوں عشق کے بغیر اور کوئی پریشانی نہیں ہے لیکن یہ تمام راج حکومت اور یہ خوشیاں کوئی مزہ نہیں دیتیں ہیں۔

خبر نہیں ہے وہ میرا دوست بھائی صاعد کہیں کیسی مشکل میں ہوگا اور کس جگہ ہوگا اور کس حالت میں ہوگا کوئی پتہ نہیں ہے۔

اے صاعد خداوند تعالیٰ ہمیں خیر سے خیریت سے ملائے تو جہاں بھی ہے وہیں تمہیں خدا سکھی رکھے تمہاری زندگی سکھوں میں گزرے۔

تیری جدائی نے مجھے بہت تنگ کیا ہے بڑا عرصہ گزر گیا ہے مجھے تیرے غم اور جدائی نے اپنی تمام کہانی بھلا دی ہے مجھے اپنا کچھ یاد نہیں ہے۔

جو میرے سر پر مشکلیں بتی ہیں مصیبتیں گذری ہیں لیکن تمہارے غم میں سب کچھ بھلا دیا ہے۔ اب صرف تمہاری ہی جدائی تنگ کرتی ہے۔

دولت مال خزانہ سب کچھ ملا ہے کسی چیز کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ شہزادے میرے قدموں میں گرتے ہیں مخلوق خدمت کرتی ہے۔

لیکن مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا دن بدن دکھی دکھی ہو رہا ہوں اور خدا کے سامنے گڑگڑا کر دعا کرتا ہوں اللہ پاک مجھے صاعد ملادے۔

اسی طرح شہزادے نے کچھ دن وہاں گزارے لوگوں کے خیال میں بڑی موجیں کر رہا ہے لیکن اس کے دل میں بڑی بھاری دکھ تھے۔ دل دکھی تھا۔

تمام امیر وزیر اور تاج ملوک کا تمام لشکر سیف ملوک کے سامنے ہاتھ بندھا غلام تھا۔ سیف ملوک کے احکام کا پابند تھا۔

سیف ملوک سبھی کو بہت پیارا لگتا تھا ہر ایک اس کا گردیدہ تھا۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا وہ اسی کا ہی ہو کر رہ جاتا تھا۔ سب کا دل موہ لیتا تھا۔

میں آج موجاں عیشاں اندر عشقے باجھ نہ جھورا پر ایہ راج حکومت خوشیاں لذت دین نہ بھورا

خبر نہیں آوہ صاعد جانی یار پیارا بھائی کس مصیبت بھاری اندر ہوسی کیہڑی جانی

ہے صاعد رب خیری مہری سانوں جھب ملائے جس جانی ہیں اوتھے تیرا سکھیں وقت لنگھائے

برا وراگ تیرے میں تایا مدت بہت وہانی درد فراق و ساری مینوں اپنی دکھ کہانی!

جے کچھ سر میرے تے ورتے سفر قصبے بھارے پر ہن غم فراق تیرے دے سہو ہور و سارے

دولت مایا بھ کچھ لدھا کمی نہ رہیا کائی پیراں بیٹھ شہزادے پھر دے خدمت کرے لکائی

پر مینوں کچھ بھاوے ناہیں دن دن ہاں دکھیارا رو رو عرض کراں رب میلے صاعد یار پیارا

ایسے طرح شہزادے اوتھے کوئی دن بیٹھ گزارے لوکاں بھانے موجاں مانے دل اس دے دکھ بھارے

میر وزیر تمامی لشکر تاج ملوکے سندا سیف ملوک آگے ہر ہر سی ہتھیں بدھیں بندا

سبھناں بہت پیارا لگے ہر کوئی عاشق اسدا جو تکیے سو اٹھ نہ سکے ہر اک دا دل مسدا

اور دوسرے بڑے امیر وزیر سردار تمام اشرافیہ اس کے ساتھ تھی۔ ان کے عجیب مقدر جاگے تھے وہ آگے انہیں ملنے کے لیے جا رہے تھے۔

دونوں اطراف سے چلتے ہوئے ایک جگہ آملے اس وقت خوشی سے ملنے کی پوری بات سنائی نہیں جاسکتی ہے کہ اس وقت ان کے کیا مناظر تھے۔

ایک دوسرے کو شاہ وزراء گلے لگاتے تھے اور سرانندیپ کا بادشاہ مبارک بادیں لے رہا تھا۔ تمام لوگ اسے مبارک دے رہے تھے۔

آدا اس ماں باپ ملکہ کو گلے لگا کر بڑے روئے۔ ماں کہتی اے بیٹی میں تجھ پر قربان اس کا منہ چومتی اور سر پر ہاتھ پھیرتی تھی۔ تمام قبیلہ برادری تمام قوم اکٹھی ملی ہوئی تھی۔ باری باری ملکہ سے مل کر قربان ہوتے۔ اسے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

سب خدا کا شکر یہ ادا کرتے اور اس کی حمد و ثناء پڑھتے۔ جس نے گھی ہوئی دوبارہ دی ہے سبحان ہے وہ ہمارا مالک۔

شہزادہ سیف ملوک کو پھر انہوں سلامی دی تمام امراء وزراء اور اکابرین نے رسم غلامی ادا کی۔ وہ شہزادے کے خدمت گزار بن گئے۔

ان کے تمام سر کردے بار بار اس سے ملتے اور اس پر سر قربان کرنے کو بھی تیار تھے۔ اس کے لیے وہ اپنا تمام مال و جان قربان کرنے کو تیار تھے۔

ملکہ خاتون کا باپ سیف ملوک سے ملا اس نے اسے گلے لگا کر اس کا سر منہ چوما اور اسے لاکھوں دعائیں دیتا تھا۔

ملکہ خاتون کو اس کا باپ اور بڑی لمبی جدائی کے بعد ملے تھے۔ خوشی سے پھولے نہیں سمار ہے تھے ان کے سوتے نصیب جاگے تھے۔

ہو وڈے امراء اکابر عزت والے سارے میلے کارن چلے اگیڑے جاگے بھاگ نیارے

دوہاں ولاں تھیں ژدے آہے آن ملے اک جانی خوشیں ملنے دی گل ساری جاندی نہیں سنائی

ہک دوجے گل لا لا ملدے شاہ امیر تمامی سر اندیپ شہر دا والی لئے مبارک کامی

ملکہ نوں گل لا کے رنے مائی باپ ہسیرے مائی کہندی گھول گھمائی سر چھے ہتھ پھیرے

خوشیں قبیلہ بھیناں بھائی قوم رلی سی ساری ملکہ آتے صدے جاون مل مل وارو واری

ہکر بجا لیاون رب دا کہندے حمد ثنائیں گھی گواتی جس ملائی واہ آساڈا سائیں

سیف ملوک شاہزادے آگے ہوئے پھیر سلامی شاہ امیر کبیر تمامی کر کے رسم سلامی

دارد دار ملن سر کردے سر کردے قربانی لاکھ ہزاراں کرن ٹاراں دیناراں زر کانی

ملکہ خاتون دا پیو ملیا سیف ملوک کے تائیں گل لاوے تے منہ سر چھمیں لکھ لکھ دینے دعائیں

ملکہ خاتون دا پیو مائی چر کے ملے وراگے خوشیوں دونے ہو ہو جاون تے طالع جاگے

جب ان باتوں سے فارغ ہوئے پھر تیاری کی اور سراندیپ شہر کی طرف تمام قافلہ روانہ ہو گیا ملکہ خاتون اپنے باپ کے ہمراہ گھر جا رہی تھی۔

ملکہ خاتون اور شہزادوں سیف ملوک پر دہلی وہ بھی ساتھ ہی لے لیا کہ تمہاری مراد بھی اللہ بر لائے گا۔

سراندیپ سے بس نزدیک ایک منزل تھے تو ملکہ کے باپ نے قاصد کو فوراً آگے روانہ کر دیا کہ جا کر شہر میں خبر دے دے۔ اپنے وزراء کو حکم دیا تمام جگہیں خوب سجاویں جائیں۔ ہر کوچہ گلی بازار باغیچہ جو سجایا جائے کسی جگہ کوئی کمی نہ رہے۔

ہر صفہ ہر محل چبارے اور شہانہ دربار کی جگہ جھاڑو دے کر چھڑکاؤ کرایا جائے اور منفرد ہی ہر چیز دکھائی دے۔

کنجر اور کلونت میراثی بھاٹ اور تمام سازندے تمام خیمین اور شہزادے تمام بن سنور کر آئیں ہر چیز کو سجادو۔

تمام افواج لشکر برتن تمام فوجیں تیار رہیں اور سیف ملوک شہزادے کی تمام مل کر تعظیم کریں۔

تمام بازی گر بھگتے ہر طرح کے تماشے اور تمام باقی تمام اشیاء اور بے حساب دانا لوگ تمام تیار رہیں۔

عالم فاضل مولوی اور قاضی مفتی اور قاری تمام لوگ شہزادہ سیف ملوک کا آگے آ کر استقبال کریں۔ اس پیارے کو بہت زیادہ پیار دیں۔

جس طرح بادشاہ کا حکم تھا سب نے اس کی تعمیل کی ہر گیت ہر ساز ہر حسین شہر سے باہر لایا گیا۔ استقبال کی غرض سے۔

ہاتھی سندور لگا کر سجائے اور کئی اونٹ سجائے گئے اور گھوڑوں زین ڈالے گئے اور مرصع کر کے گھوڑے لا کھڑے کیے۔

گھوڑا گاڑیاں بیل گاڑیاں امرانہ سواری اونٹ کا کجاوہ شاہی ٹالکی پر سرخ ریشمی اوچھاڑ اور سنہری چھتر جو خاص تھے۔

ایہ گل کر کے ہوئے باندے کیتی پھر تیاری سراندیپ شہر نوں چلی بنی تنی سواری

ملکہ خاتون تے شاہزادہ سیف ملوک بدلیسی اوہ بھی نالے چاہڑ لیو نے رب مراداں دیسی

سراندیپ شہر دے نیڑے جاں منزل پر آئے ملکہ خاتون دے پیو آگے قاصد ترت دگائے

دتا حکم وزیراں تائیں جائیں خوب سہاؤ ہر کوچے بازار باغیچے بنت بناؤ

ہر صفہ ہر محل چبارے جادربار شہانہ جھاڑو دے چھنکار کراؤ کریو زیب یگانے

کنجراتے کلونت میراثی بھاٹ سمھو ہور سازی سوہنے ہور شہر دے سارے بانک بناون تازی

فوجاں لشکر بھاڈے سارے کرن تیار ایماں سیف ملوک شہزادے آگے مل بکر کرن تعظیمماں

ہر بازی گر بھگتے سارے رنگ رنگ تماشے ہور عجائب چیزاں نالے دانے بے تماشے

عالم فاضل ملاں قاضی مفتی قاری سارے استقبال کرن آ آگے سیف ملوک پیارے

جیوں کر حکم شہانہ آہا سبھ بجا لیاندا ہر نغمہ ہر ساز ہر سوہنا شہروں باہر آندا

ہاتھی لا سندھور بنائے کتنے آٹھ سنگارے تازی زین مرصع کر کے کوتل آن کھلارے

گڈاں بہلاں پینس ہووج پالکیاں تے خاصے ہور چہفان اوچھاڑ بناتی چھتر سنہری خاصے

جہاں توں پانی گرائے ہم وہاں خون بہا دیں گے تو جس طرف
قدم اٹھائے گا ہم اسی طرف چلیں۔ تیری کبی کو تسلیم کریں گے۔
جتنا میرا بس چلے گا دل اور ایمان سے لگاؤں گا اگر تمہارا مطلب
مجھے حاصل ہو جائے تو ہم جان سے بھی فرق نہیں کریں گے۔
سیف ملوک تخت سے اٹھ کر تعظیم کرنے لگا اس کا جواب بڑی
بردباری اور نرم طبع سے نیک لوگوں طرح دیتا۔

جس طرح شاہی رسم و رواج تھے اسی طرح ادب و احترام کرتا۔
سیف ملوک نے بادشاہ کو اپنے جواب سے راضی کر دیا۔

تب پھر ملکہ خاتون کا باپ اس پر بڑا مہربان ہو گیا اسے بڑا پسند آیا۔
اُسے علیحدہ جگہ دے دی جہاں وہ اکیلا آرام سکون سے رہے۔
جو خاص شاہی ماڑی تھی اس کے اپنے بیٹھنے والی وہاں پر
سنہری فرش بچھائے گئے اور خوب صاف ستھرا کر شہزادے کو
وہاں رہنے کے لیے کہا۔

اس میں سونے کا تخت بچھایا گیا جو لعل جوہر سے جڑا گیا تھا اور
مجلس کے لیے نرم قالین بچھائے۔ بڑے بیش قیمت تھے۔
ماڑی کی زبانی میں کیا تعریف کروں۔ وہ زمین پر آسمان کی
مثل تھی۔ اتنی ہی خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ خوب سجائی گئی تھی۔
اس کی پرت خاص ماہرین نے کی ہوئی تھی ہر جگہ ہزاروں
بیل بوٹے طرح طرح کے پھول وہ ایسے ہی تھی جیسے باغ جنت
میں بہا آئی ہو۔

شیشے جھلکتے تھے چاروں طرف اور بڑھاؤ پر موتی لٹک رہے
تھے۔ تمام صفہ نقش و نگار سے سجائے گئے اور سب صحن میں رونق
تھی۔

سیف ملوک کا اس جگہ خوب ڈیرا سجا ہوا تھا۔ شاہی راج اور
حکومت کچھ اگلے سے زیادہ ہی تھا سب کچھ مل گیا تھا۔

جس جانی توں پانی ڈوبلیں او تھے رت ڈوبلیاں
جس پاسے توں قدم اٹھاویں اوہر سیں جھکیاں
جتنا وس لگے گا میرا لاساں دلوں ایمانوں
جے مطلب ہتھ آوے تیرا فرق نہ کرساں جانوں
سیف ملوک تخت توں اٹھ کے کرن لگا تسلیمان
دے جواب اس گل اوہدی دا وانگ اصیل حلیمان
جیونکر رسم روم شہانی کر کے ادب آداباں
سیف ملوک راضی کیتا شاہ نوں نال جواباں
تاں پھر ملکہ دا پیو ہتھوں شاہزادے تے وکیا
بخشی جاء علیحدی جتھے رہے سکھلا نکیا
ماڑی خاص شہانی جوسی اپنے بیٹھن والی
او تھے فرش سنہری کیتے مانجے وانگن تھالی

وچہ سونے دا تخت وچھایا لعل جوہر جویا
مجلس کارن نرم غلیچے انت نہ آوے اڑیا
ماڑی دی تعریف نہ ہووے کیہ گل کراں زبانوں
دھرتی آتے آئی یارو مثل نبی اسمانوں
چھت پرت کیتی اتاداں ہر ہر تھال ہزاراں
بوٹے تے پھل کھیل رنگاں دے باغ بہشت بہاراں

شیشے لاون جھلک چو طرفے موتی لٹکن پچھے
نقش نگار صفائی صفیاں وہڑے رونق رے

سیف ملوک کے دا اس جانی خوب سہایا ڈیرا
لدھا شاہی راج حکومت اگیوں کچھ ودھیرا

اور سراندیپ کا بادشاہ ہمیشہ اس کے پاس بیٹھتا تھا اس کی بہت خوشامد اور خاطر کرتا اسے کھیلوں میں لگا کر اس کا دل بہلاتا تھا۔ چوہٹ گنجنے شطرنج کی ہنس کر بازی لگاتے بدرنگ سے خدا نے رنگ بنادیا تھا اور تازی ہی رحمت ہوئی تھی رب نے رحم کیا تھا۔ پہلے ہاتھ ہی اٹھارہ اٹھ گئے اور تین کانے چھپ گئے پانچ چھ دوئے ہوئے سب من مرضی کے ہی آتے تھے جن کی ضرورت ہوتی وہی آجاتے۔

سات سات بارسترہ پڑتے جب اس کا داؤ رکھا جائے شہزادے کو شاہ نہیں آتا تھا نہ جگ بھول کر مرتا تھا اچھی بازی ہوتی تھی۔ تین داؤ پاشہ رکھتا تھا تین پانچ بھائی اور ساتھ پانچ چاروہاں بند کوئی نہ پڑتا تھا۔ یہ تو اس کھیل (کو کھیلنے والے ہی جان سکتے ہیں) چھ دوئے اور چھ چار اٹھائے اور بارہ اور تیرہ پڑتے۔ کچے بھی ہو چکے ہو جاتے ہیں جب اپنی اصلی جگہ پر پہنچ جائیں جب اصل خانے میں آجائیں۔

اگر مجبوری سے پانچ چھ چار کا داؤ رکھیں تین پانچ بندے بغیر ہی خبریں لائیں سچ کے کانے گنجنے۔

عاشق کئی کئی بار جہنم میں پڑ کر نکلتے ہیں حال سے بے حال ہوئے جب اپنا گھر بار اور ملک چھوڑ کر نکل گئے۔

اپنے ساتھ اور اپنے قبیلے سے مرتا ہوا ہی چھوڑ کر نکلا تھا۔ ہر طرف ہر جگہ دھکے کھاتا ہوا پھر رہا تھا۔ خوار ہو رہا تھا۔

کبھی بے چارہ کہیں قید ہوتا اور کہیں پتا تھا۔ جب اے محمد اللہ کرے تو پیک کر ہی داخل ہوتا ہے جب سب برداشت کرے۔

کبھی شہزادہ علم کلام کا مطالعہ کرتا تھا کبھی کچھری لگا کر سب عام خاص کے لیے انصاف کرتا تھا۔ ہر طرح سے اپنا وقت گزارتا تھا۔

اے ساقی شراب کے پیالے کی طرح چہرہ گل لالے کی طرح اور ہاتھ میں مجھے کے نور صبا جی کا جام پلاؤ۔

سراندیپ نگر دا والی کول اودھے نت آوے بہت خوشامد خاطر کردا کھیڈیں چت بھلاوے چوہٹ گنجنے تے شطرنجوں ہس ہس کردے بازی بدرنگوں رب رنگ بنایا برسا بولی تازی پہلے ہتھ اٹھاراں اٹھے چھپ گئے ترے کانے پیچھے چھکے دوئے پوئے بھ آون من بھانے

ست ست داراں پین ستاراں دا رکھے جد اسدا شاہزادے نوں شہ نہ آوے نہ جگ پھلکے کدا تر میرے دا رکھاوے پاسا چھ ترے پیچ دو بھائی نالے پنجنیں چوہیں او تھے بند نہ پوندی کائی چھے دوئے چھے چار اٹھاوے پون باراں تے تیراں کچے بھی ہو جاوون پکے جگ میلن کڈھ چیراں

پنجرے چھکے جے لا چاروں دا رکھن ترے پیچھے بدھے باہجہ لیاوون ساراں سچ دے کانے گنجنے عاشق زگوں پے پے نکلے کتنی کتنی داراں رنگوں چابد رنگ بنائے چھڈ نکلے گھر باراں! سنگ قبیلے رنگ اپنے تھیں ماری دا اٹھ کردا ہر خانے ہر پاسے گردے دھکے کھاندا پھر دا! کدھرے ہوندا قید نماناں کدھرے وت مریندا جاں ہب سچا کرے محمد پک کے واصل تھیندا کدے شہزادہ کرے مطالعہ دفتر علم کلاموں کدے کچھری لا عدالت کردا خاصوں عاموں ساقی وانگ شراب پیالے مکھ روشن گل لالے ہتھ صراحی نور صبا جی کا سے پور پیالے

پھر جو اس کا کوئی صاعد نام کا پیارا بھائی ہے اس کے بغیر بھی اسے پل آرام نہیں ہے ہر وقت اُسے ہی یاد کرتا رہتا ہے اس کا نام لیتا ہے۔

ہر طرف سے صدق و وفا کا بالکل پکا یہ واحد انسان ہے دوستو ایسے بیٹے جہان میں کم ہی ہوں گے۔ ایسے بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ ملکہ خاتون اور اس بہن بدرہ خاتون رانی جس کی بدیع جمال پری سہیلی من پسند ہے جو اس کی بہن بنی ہوئی ہیں۔

وہ دونوں بہنیں بار بار آتیں اور ساتھ ہی ان کی ماں بھی ہوتی تھی۔ سیف ملوک کے لیے جو چیز اسے اچھی لگتی وہ لاتی تھیں۔ کھانے پوشاکیں طرح طرح کے مشروبات اُس پیارے کے سامنے لا رکھتیں جو بھی اچھی چیز انہیں نظر آتی تھی۔

اُسے عیش و آرام سب کچھ مل گیا تھا اگر کچھ نہیں ملا تھا تو اپنے محبوب کو آنکھوں سے نہ دیکھتا تھا جب تک اے محمدؐ محبوب نہ ملے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔

عاشق کو یہ مال خزانے تخت اور حکومت بادشاہی اس طرح ہی لگتے ہیں جس طرح چوروں کے گلے میں پھانسی کا پھندا ہوتا ہے۔ ایک دن شہزادہ اُداس ہو کر ملکہ سے کہنے لگا کب تمہارا وعدہ پورا ہو گا میری تو ایسے ہی زندگی فضول گذرتی جا رہی ہے۔

جن کے دل میں محبوب کی محبت وہ ایسے آرام سے کیسے بیٹھ سکتے ہیں جب تک تقدیر میں جدائی ہو اس وقت تک تو بس نہیں چلتا ہے۔ لیکن جب انہیں اس کی خبر مل جائے پھر وہ بندھے نہیں رہ سکتے ہیں۔ اس بادشاہی سے محبوب کی گلی کے دھکے ہی اچھے ہیں۔

جس کے دل میں محبوب کی محبت پیار ہوتا ہے وہ ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ اُسے تلاش کرے ملوں لیکن ملکہ تم نے اپنے کیسے وعدہ توڑ دیئے ہیں۔

یا تو میرے میں کوئی گستاخی دیکھی ہے یا تمہیں کسی نے منع کر دیا ہے اسے ملے بنا ہی عمر ضائع جا رہی ہے اس زندگی کے دن

پھر جو یار پیارا بھائی صاعد نام کوئی ہے اس بن گھڑی آرام نہ اس نوں ہر دم یاد سوئی ہے

ہر ہر پاسے صدقوں پکا اہل وفا یگانہ گھٹ گھٹ پیدا کرسی یارو ایسے پُت زمانہ ملکہ خاتون تے بھین اس دی بدرہ خاتون رانی بدیع جمال سہیلی جس دی شاہ پری من بھانی! دونوں بھیناں مر مر آون نالے ماں انہاں دی سیف ملوک کے کول لیاون جو شے اوس سکھاندی کھانے دانے ہور پوشاکاں شربت رنگ برنگی اوس عزیز آگے آ رکھن چیز دے جو چنگی عشرت عیش سہو کچھ لدھا یار نہ اکیں ڈٹھا جاں جاں یار نہ ملے محمدؐ کچھ نہ لگدا مٹھا!

عاشق نوں ایہ مال خزانے تخت حکومت شاہی دلبر باجوں ایویں دبدے جیوں چوراں گل پھابی اک دن ہو اداس شہزادہ کہندا ملکہ تائیں کد اقرار ہووے گا پورا جاندی عمر ازائیں جیہناں دے دل حُب سجن دی سو کیوں بہن نچلے چچر فراق ہووے تقدیروں اچرک وں نہ چلے جاں پھر دس سجن دی پوندی بدھے رہن نہ ٹھلے اس شاہی تھیں اُمدے کوپے بھلے مینوں دھر کله جس دل حُب پیار سجن دا ہر دم ملیا لوڑے کیتے قول اساڈے ملکہ شاید تاں تروڑے یا میں تھیں گستاخی ڈٹھی یا تھیں کسی ہوڑے ضائع عمر ملے بن جاندی جگ جیون دن تھوڑے

وہ صاعد کو ہر وقت یاد کر کے ہوتا اور کہتا تھا کہ کہاں سے میرا اتنا اچھا نصیب ہوگا کہ مجھے صاعد مل جائے۔ میں اُسے دیکھ لوں۔
صاعد میرا پیارا مجھے اچانک ہی اس راستے پر مل جائے۔ اور یہ جدائی غم ختم ہو جائے اور رب کریم اپنی مہربانی اور رحمت کر دے۔ صاعد مجھے نظر آجائے۔

اُسی سیر اور شکار میں شہزادہ پھر رہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ ایک جگہ پر بندہ بوڑھا سادہ سا بیٹھا ہوا ہے۔

اُس کے ساتھ دوسرا ایک جوان عمر کا بندہ بھی بیٹھا ہوا ہے وہ بڑا لاغر بدن پریشان بنا تہ بند صرف ایک گودڑی اور پر اوڑھے بیٹھا تھا۔ مدار یوں کی طرح بال بڑے لمبے لٹوں کی طرح بن چکے تھے نہ سر پر پگڑی تھی نہ ہی ٹوپی سر منہ خاک میں اُٹا پڑا تھا۔ حالت بڑی خراب تھی۔

میل اور سردی کی وجہ سے پاؤں پھٹے ہوئے تھے۔ میل نے رنگ سیاہ کر دیا ہوا تھا نقش حسین مجبوی تھے لیکن بے چارے کی حالت مجذوبی تھی۔

بڑا لاغر اور بڑا کمزور ہو گیا سوکھ کر تنکے کی طرح اور رنگ زرد ہو گیا تھا آنکھوں میں آنسوں چھلکتے۔ غریب کا بڑا بڑا حال ہو چکا تھا۔ ہاتھ پاؤں کے ناخن بڑھ کر نشتر کی طرح ہو گئے تھے اور بنا حجامت کے بال لمبے ہو گئے تھے بڑا بڑا حال ہو چکا تھا۔

اوپر صرف ایک ہی گودڑی تھی اور وہی کمر کے گرد چپ چاپ خاموشی سے بیٹھا کوئی مجذوب دکھائی دے رہا تھا کوئی دیوانہ لگتا تھا۔ نموں جھون حیران پریشان فکر میں بیٹھا اور سر گھٹنوں پر رکھا ہوا تھا اور غموں کی دھوڑ اور گرد و غبار سے اُٹا پڑا تھا۔

جب شہزادے نے اُسے غور سے دیکھا تو اُسے جیسے بھلاوا پڑ گیا ہو۔ ہاتھ پاؤں اور شکل سے صاعد کی طرح ہی لگ رہا تھا۔

صاعد نوں ہر ساعت اندر یاد کرے تے رووے آکھے یا رب سایاں کتھوں ایڈ نصیبا ہووے صاعد یار ملے آج مینوں اجن چیت اس راہوں جاوے داغ جدائی والا ہووے فضل الہوں!

اوسے سیر شکاری اندر پھر دا سی شاہزادہ کی تکدا ہک جانی بیٹھا مرد بڈھا ہک سادہ بیٹھا کول اودے ہور دو جا شخص جوان عمر دا تن رنجوری اوپر بھوری نہ تہ بند کمر دا لمیں وال مداری وانگر لٹاں بن بن آئے ناں سر پگ نہ ٹوپی چولی منہ سر خاک رمائے

پیریں پاڑ بیایاں کیتے میل کیتا رنگ کالا نقش سندر مجوباں والے مجذوباں دا چالا

لاغر انگ ہویا سک تیلہ رنگ کیسر جیوں پیلہ اکھیں پانی ڈل ڈل ڈلے لکے برا غریبے حیلہ ہتھاں پیراں دے نو تہہ ودھ کے نشتر وانگر ہوئے بغلاں ہور حجامت والے لمیں وال کھلوئے کو بھوری تکلا اوپر اوہو لک دوالے!

چپ چپاتا بیٹھا ڈٹھا مجذوباں دے چالے نموں جھان حیران فکر وچ سر زانوں تے دھریا آیا نظر شہزادے تائیں دھوڑ غماں دی بھریا جاں کر نظر ڈٹھا شاہزادے پیا بھلاوا عقولوں صاعد وانگ نمونہ دے ہتھوں پیروں شکلوں

ان گند ذہن لوگوں نے جان لیا کہ یہ کوئی شہزادے کا دشمن ہے۔ اس نے سیف ملوک کو دکھی کیا ہے تو یہ کیسے خیریت سے جائے گا۔ وہ سب ایک دوسرے سے زیادہ مارتے ظالم کوئی بھی ترس نہ کرتا ایک مسکین کے ساتھ کیا ہوا میں کیا بتاؤں اس کا کیا حال کر دیا۔ ٹانگیں گھونے طمانچے وٹے ڈنڈے بدن پر لاسیں پڑ گئیں اور چوٹوں سے کئی زخم ہو گئے اس کا اتنا برا حال کر دیا۔

وہ اُن سے مار کھاتا پتا ہوا گرتا اٹھتا ہمت کر کے بھاگ نکلا۔ ایک علیحدہ سی کوٹھڑی دیکھ کر اس کے اندر جا کر چھپ گیا اور خاموش بیٹھ گیا۔

سیف ملوک پر امراء نے عطر گلاب وغیرہ چھٹکائے اُسے پیچھے جھلے گئے اور اپنے سگے بھائیوں کی طرح اُس کی تلیاں ملیں اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔

جس وقت وہ ہوش میں آیا تو اُس نے پوچھا کہ صاعد کہاں ہے اُسے غلاموں نے تمام حقیقت بتائی کہ یہاں یہ بات ہوئی ہے۔ اس طرح گذری ہے۔

ہم اسی شور میں لگے رہے اور وہ بے چارہ پٹائی سے ڈرتا بھاگ گیا ہے۔ پتہ نہیں کس طرح پہنچ گیا ہے اور کہاں جا کر چھپ گیا ہے۔ سیف ملوک نے کہا اے کم بختو تم لوگوں نے بڑا برا کیا ہے اپنی طرف سے دوست بن کر میرا ہی خون پیا ہے تم نے بڑا ظلم کیا ہے۔ بے وقوف دوست کی بھلائی بڑی زبردست دشمنی ہوتی ہے۔ ظاہری دوست اور دلی دشمنی جنہیں اچھائی اچھی نہیں لگتی ہے۔ شہزادے نے حکم دیا کہ اسے جلد تلاش کر کے لاؤ۔ غلام کہنے لگے کہ بڑا قصور وار ہے اس ملزم کو تلاش کریں اس کو ڈھونڈ کر لائیں۔

نفر اور غلام چاروں طرف تلاش کرنے لگے وہ کہیں نظر ہی نہیں آ رہا تھا اور شہزادہ خود ننگے پاؤں شہر میں بھاگتا پھر رہا تھا۔

سند فہماں نے معلم کیتا شاہزادے دا ویری سیف ملوک کیتا اس دکھیا ایہ کیوں جاوے خیری اک دوئے تھیں سرس اوہ ظالم ترس نہ کردا کوئی اس عاجز دے وٹڈے یارو کمیہ دساں جو ہوئی لتاں مکے مار طمانچے نال تراڈاں وٹاں! سوٹے سے سو لاساں پائیاں بھنیاں پٹاں سٹاں ماراں کھاندا ڈھنڈا ڈگدا کر ہمت اٹھ نٹھا ہک اگلی کوٹھی اندر چھپ کتے ونج ڈھٹھا

سیف ملوک اُتے چھٹکائے عطر گلاب امیرا کچھے جھلے تلیاں ملیاں وانگن سکیاں ویراں

جے ویلے شاہ ہوش سنبھالی پیچھیوس صاعد کتھے سہ حقیقت نفران دسی ایہ کجھ گزری اتتھے

ماری دا اکٹھ نٹھا صاعد ایس رہے وچ روے خبر نہیں ونج چھپیا کتھے ہے پچیا کس ڈوے سیف ملوک کہیا کم بختو برا ہنیر کیتوئے اپنے ولوں سجن بن کے میرا لہو پیتوئے احق سجن دی بھلیائی ویر ہوندا سترانا تن دے سجن دل دے دشمن جنہاں زہد نہ بھاناں شاہزادے فرمایا اس نوں پیدا کرو شابی نفران جاتا ہے تقصیری کریئے ڈھونڈ خرابی

نفر غلام جو طرفی دوڑے آوے کتوں نظر وچہ او اہناں پیروں آپ شہزادہ بھجدا پھرے شہر وچہ

میں اک تختے اُتے رہیا رھڑیا ورج جلائی
قدرت پاک خدائے رکھیا شاہوں پئی جدائی

میں ایک تختے پر پانی میں بہتا رہا اور پاک الہی کی قدرت نے
مجھے بچا لیا لیکن میں اپنے شہزادے سے جدا ہو گیا تھا پتہ نہیں
وہ کہاں گیا تھا۔

شاہزادے دے درد فراقوں بہتر سی ڈب مرناں
ڈاڈے نال نہ زور محمد جو بھاوے اس کرناں
چوہداں برساں دے ہن نیڑے مدت ہوئی وچھنے
سنبھ گیا بھ آنسو پانی دیدے اتنے رُٹے
سرگردان رہیوں نت پھر دا ہر ٹاپو ہر بندر
نساں دی قوے پہلاں پائیوں قیدے اندر
پنجرے اندر پاء انہاں نے کیتا مینوں قیدی
نال درخت رکھن لٹکائی نہ گل سمجھ کسے دی
درداں نال ہویا پڑسینا خوب بلند آوازے
غزلاں گاواں من پرچاواں شعر پڑھاں تر تازے

شہزادے کے غم جدائی میں بہتر تھا کہ میں بھی ڈوب مرتا لیکن
اے محمد زور آور کے ساتھ کوئی زور نہیں جو چاہے وہی کرتا ہے۔
اب جدائی ہوئی کو چوداں برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اب آنکھوں
کا پانی بھی رو رو کر ختم ہو گیا ہے۔ آنکھیں خشک ہو گئی ہیں۔
اس طرح گھومتا پھرتا رہا ہر ٹاپو اور ہر بندر گاہ پر پھرا۔ پہلے مجھے
نساں کی قوم نے مجھے قید کر لیا اور قید میں ڈال دیا۔

انہوں نے مجھے پنجرے میں ڈال کر قید کر دیا۔ درخت کے ساتھ
پنجرہ لٹکائے رکھتے تھے اور ان کی کسی بات کی سمجھ نہیں آتی تھی۔
غموں سے دل نہایت پریشان ہو گیا تھا اور بڑی اونچی آواز
میں روتا کر لاتا اور غزلیں گاتا اپنا دل بہلاتا اور نئے نئے
اشعار پڑھتا تھا۔

نہ میں گل آنہاندی سمجھاں نہ اوہ سمجھن میری
مینوں جان پکھیرو لادن آگے دانے ڈھیری

نہ ہی میں ان کی بات سمجھتا تھا اور نہ ہی وہ میری بات سمجھتے تھے
وہ مجھے ایک پرندہ سمجھ کر میرے آگے چوگ کے لیے دانے
ڈالتے تھے۔

کچے دانے پاوان مینوں کھاوان کارن چوگاں
اوہ نہ کھاواں پیٹ سکاواں رب دی دتی بھوگاں

سخت دانے میرے چگنے کے لیے ڈالتے تھے وہ میں نہیں
کھاتا تھا اور پیٹ سوکھ گیا تھا اور خدا کی دی ہوئی مشکل برداشت
کر رہا تھا۔

پنجرہ میرے والا ہووے نال رکھاں دیاں ڈالاں
موری دچوں جیلہ کر کے باہر ہتھ نکالاں
میوے کول ہون بے پکے توڑ شابی کھاواں
تاں اُونہاں پھر معلوم کیتا ہے ایہ مرغ سچاواں
میوے پکے دیون لگے دانے بھن چراون
فجرے شام نکالن باہر جنگل بول کراون!

میرا پنجرہ درختوں کے ڈالوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہوتا تھا میں
سوراخ سے کوشش کر کے باہر ہاتھ نکال لیتا تھا۔
اگر قریب کوئی پکا ہوا پھل ہو تو میں فوراً توڑ کر کھا لیتا تھا۔ تب پھر
انہوں نے معلوم کیا کہ کوئی اصل مرغ ہے۔

پھر وہ مجھے پکے پھل اور بھنے ہوئے دانے ڈالنے لگے۔ صبح شام
پنجرے سے باہر پیشاب اور رافع حاجت کے لیے نکالتے تھے

صاعد نے دوبارہ ہوش سنبھالی اور اس کا دل جگہ پہ آیا وہ شہزادے کے پاؤں میں گر گیا اور زبردستی اس کے پاؤں کو چوم رہا تھا اس کے پاؤں میں گرا تھا۔

اور کہتا کہ ہزار ہا شکر ہے کہ دوبارہ دیکھا ہے کہ دوبارہ تمہاری صورت نظر آئی ہے کہ میں زبان سے اس کا کیسے شکر یہ کروں جس رب نے یہ مہربانی فرمائی ہے۔

شہزادہ اور صاعد دونوں اٹھ کر ایک دوسرے کے گلے ملے اور دونوں کی پوشاکیں آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں سے گیلی ہو گئیں تھیں کہ وہ اتنے روئے تھے۔

سراندیپ کے بادشاہ اس کی فوج اور رعیت اہل حرماں اور تمام خدمت گاروں کو بڑی خوشی ہوئی کہ جس کے لیے شہزادہ پریشان تھا وہ مل گیا ہے۔

کہ شہزادے کا دوست رب تعالیٰ نے کھویا ہوا پھر دوبارہ ملا دیا ہے۔ حجام کو بلا کر اس کی حجامت بنوائی اور اسے حمام سے غسل کروایا۔ اس کے لیے نہایت قیمتی پوشاک منگوائی اور اس پر عطر چھڑکایا گیا اور صاعد کو پہنائی اور اس کا روپ سوا یا بڑ گیا۔

اور پھر گانے بجانے کی مجلس اور کوئی سوہلے گانے کے لیے آیا اور اس کا حسن ہی نہایت نکھر آیا تھا وہ گل لالہ اور زعفران جیسی رنگت دکھائی دیتی تھی۔

اس کا ہر بال سونے کی طرح چمک رہا تھا جیسے بال نہیں سونے کی تاریں ہوں۔ بے حساب روپ چڑھ آیا تھا جیسے بسنت میں پھولوں کی بہار آگئی ہو۔

شہزادے نے پھر کھانے طلب کیے اور خدمت گاروں نے حاضر کر دیئے۔ مدت کے بعد پیارے ملے دونوں مل کر کھانا کھانے لگے۔

صاعد نے وت ہوش سنبھالی آیا جیٹو ٹکانے شاہزادے دی پیریں ڈھٹھا چمے قدم دھگانے

کہندا شکر ہزار ہزاراں ڈٹھیوں پھیر سوکھلا
کیہ کجھ شکر زبانوں آکھاں کرم کمایا اللہ

صاعد تے شاہزادہ دونویں اٹھ ملے گل لگ کے
ج گئی پوشاک اکھیں تھیں ہنوں نالے وگ کے

سراندیپ نگر دے شاہے نالے فوج رعیت
اہل حرماں تابعداراں ہوئی خوشی جمعیت

گیا گواتا یار شہزادے مولی پاک ملایا!
سد حجام حجامت کیتی جا حمام نہایا
قیمت دار پوشاک منگائی عطر اوپر چھنکایا
صاعد دے پھر بدن لوئی چڑھیا روپ سوا یا
نعے ناچ ہوئے ہر کوئی سوہلے گاون آیا!
چڑھیا روپ سویا لالہ کیسریاں رنگ لایا!

ہر ہر وال کڈھے چمکارے جیوں سونے دیاں تاراں
حسن بے انت بسنت پھلاں دی دیکھن لوک ہزاراں

شاہزادے پھر کھانے منگے خدمتگاراں آندے
مدت تکھے ملے پیارے زل مل دونویں کھاندے

شاہانے ہی رنگ راگ تھے اور انوکھے ہی ناچ گانے تھے
سات سروں اور تین گراموں میں خاص ماہر فن اور دانشمند کا
رہے تھے۔

ساز و آواز کی خوب محفل سچی تھی سازندے اور گانک گاجار ہے
تھے شراب کا دور چل رہا تھا اور رباب سن رہے تھے بڑی مجلس
تازہ تھی۔

بے ریش یعنی بغیر داڑھی کے تمام خدمتگار حوروں کی طرح حسین
تھے تمام کے رخسار سمن کے پھولوں کی طرح اور سنبل کے بالوں
کی طرح پریشان تھے۔

ان کی پگڑیاں کلنی تک چمک رہی تھی اور سونے کی تاروں
والے دوپٹے خوب گھیرے دار پشوازیں تھیں جیسے خوب گوہرا
رنگ کسی نے انڈیل دیا ہو۔

جب مجلس کے گرد چکر لگاتے آتے جاتے تو اندھیروں میں روشنی
ہو جاتی تھی۔ سریلی آوازیں خوب رقص نے سماں باندھ دیا تھا۔
زاہد اور صوفی اس مجلس کی طرف دور سے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے
جو دیکھتا وہ پھر جا نہیں سکتا فن کی کشش اسے پھر جانے نہ دیتی
تھی۔ ایسا حسین منظر تھا۔

جب عیش و عشرت میں سکون ملا اور دلی پریشانی ختم ہو گئی تو
اس نگر کا بادشاہ نہایت میٹھی زبان سے پوچھنے لگا۔ ان سے
دریافت کرنے لگا۔

کہ اے بیٹا صاعد ہمیں اپنی ساری حال حقیقت بتاؤ کہ کس ذریعہ
سے تجھے اللہ پاک نے بچایا اور تمہاری زندگی کیسے بسر ہوئی۔
تمہارا وقت کیسے گزرا۔

صاعد کہنے لگا اے بادشاہ سلامت میرے درد کی کہانی سنئے میں
بیان کرتا ہوں۔ جب میں شہزادے سے علیحدہ ہوا تو پانی مجھے
دور بہا کر لے گیا۔

تان ترانے کرن شہانے نغمے ناچ یگانے
سات سراں تے تین گراماں گاون گینئے دانے

پردے رود سرود خوشی دے گان بجاون سازی
پین شراب رباب سنیندے مجلس ہوئی تازی

حوراں ہار بہار بنائے خدمت گار بریشاں
گل رخسار سمن برسائے سنبل وال پریشاں

چیرے کلنی توڑی چمکن طلے وار دوپٹے
گھیرے دار نرم پشوازاں گوہرے رنگ اولٹے

مارن پھیرے گرد چوہیرے روشن کرن ہنیرے
سن آوازے تازے تازے ہوندے رقص گھنیرے
زاہد صوفی دیکھ نہ سکدے اس مجلس ول دروں
جو تکیے سو جا نہ سکے تاب حسن دے نوروں

جاں عیشاں وچ ہوئے سوکھلے دور ہوئی دل گیری
شاہ نگر دا چچھن لکا کر کے صیہہ مٹھیری!

صاعد بیٹا دس آسانوں حال حقیقت ساری
کس سبب بچاویں مولی کیکر عمر گزاری

صاعد کہندا سن توں شاہا میری درد کہانی
جاں شاہزادے نالوں کریا دور رھرایا پانی

چالیس دن تک ظالم مخالف ہوا چلتی رہی تھی اور میں لکڑی کے تختے پر بہتا جا رہا تھا۔ مجھے کوئی جہان نظر نہ آیا تھا کچھ دکھائی نہ دیا۔ اور وہ تختے چکر کا تار ہا اتنے عرصے تک پھرتا رہا چاروں طرف پانی ہی پانی تھا ز میں تو کہیں تلاش کرتے بھی نہیں ملتی تھی۔ تاہم نظر پانی ہی تھا۔

آفات اور لہریں گلے مل رہی تھیں اور خونی گرداب لیکن ابھی رزق پانی ختم نہیں ہوا تھا یہ اس لیے مالک نے بچالیا۔ وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

ایک دن جھکڑ اور ہوارک گئی گردوغبار بھی ختم ہو گیا زمین اور آسمان نظر آنے لگے مالک نے اپنی رحمت کر دی تھی۔ ایک دن ایک ٹاپو کے کنارے مجھے خدا نے لگا دیا۔ جان بالکل لبوں پر آئی ہوئی تھی بھوک نے زلا دیا تھا بھوک نے بڑا برا حال کر دیا تھا۔ اس ٹاپو کے اندر بے شمار خدا کی نعمتیں تھیں میٹھے پھل ٹھنڈا اور میٹھا پانی اور خوش موسم بہا رکی ہوئی تھی۔

بڑی گھنی چھاؤں تھی۔ ہریالی جگہیں اور سبزہ زار زمین، ہری بھری شاخیں پھلوں سے لدی ہوئی تھیں۔

کچھ عرصے کے لیے میں نے اس بندرگاہ میں قیام کیا اور آخر ایک دن لکڑیوں کا بھاری ٹلا باندھ کر میں وہاں سے چل پڑا۔

جو کچھ اس ٹلے پر رکھ سکتا تھا پھل پانی اس پر رکھ لیا۔ مشکل وقت میں بھوکے پر دیسی اور مالک خود ہی رزق دینے والا ہے۔

پھر وہ ٹلا پانی پر چار مہینے تیرتا رہا اگر اس سختی کی باتیں بتاؤں تو دل جلنے لگتا ہے اور سننے والے بھی پریشان ہوئے بنا نہ رہ سکیں۔

ساری عمر اگر اس بھاری مصیبت کی باتیں کرتا رہوں تو سینکڑوں سے ایک ہی ختم نہ ہو جو پریشانی دیکھی ہے۔

مگر مجھ کچھوے بلہن تندوے سب مل کر آتے اور کہیں جلیہوڑے اور کئی قسم کی بلائیں مارنے کے لیے تیار تھیں۔

چالی روز رہی سی جھلدی دا مخالف ظالم تختے میں رہتا رہتا نہ دیا کوئی عالم سرگردان رہیا اوہ تختے اتنی مدت توڑی چاروں طرف دسے جل مارا ز میں نہ لہدی لوڑی

آفت ٹھاٹھاں دیہن کلاوے گھمن گھیر قہر دے دانہ پانی آجے نہ مکے لکھے لیکھ امر دے

ہک دن جھکڑ دا کھلوتی ہوئی دور غباری انبر دھرتی دن لگے کیتی رب غفاری

ہک ٹاپو دے دندے مینوں جا صاحب نے لایا جان لبوں پر آئی آئی بھکھ پیاس رولایا

ٹاپو اندر نظری آئی نعمت ودھ شماروں ملھے میوے ٹھنڈے پانی خوش ہوا بہاروں

گھنیاں چھاواں سچیاں جائیں سبزی دھرتی۔ کئی ہریاں شاخاں میوے بھریاں کوئی نہ سگی بھی!

کوئی مدت اس بندر اندر کیتا وقت گزارا اوڑک ٹریوس بنھ کے ٹلا لکڑیاں دا بھارا!

میوہ پانی تلے آتے پالٹی کچھ خرچی اوسر وقت بدیسی بھکھے آپ حکیم بورچی

پھیر اوہ ٹلا پانی آتے ٹریا چار مہینے اس سختی دیاں گلاں دساں سو بل اھن سینے

ساری عمر رہاں جے گندا اوہ مصیبت بھاری سیکڑیاں تھیں اک نہ مکدی ایسی رنج گذاری

مجھ کچھوے تے بلہناں تندوے سب سنار جماعتاں لڈھر کہیں تے جلیہوڑے ہور ہزار آفاتاں

اس قدرت کے مالک کی قدرت گنتی میں نہیں آسکتی ہے
اے محمدؐ اصلی قصہ سناؤں دوست آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

صاعد نے کہا اے شاہا میں عمان شہر میں آ گیا۔ ایک سال کا عرصہ
میں نے اسی شہر میں گزارا میں پورا ایک برس نہیں رہا۔

آخر دل اُداس ہوا اور میں تنگ آ گیا وہاں سے ایک قافلہ بڑا
آ رہا تھا وہ بڑا اچھا ساتھ تھا اس کے ساتھ ہولیا۔

میں بھی ان کے ساتھ اس جگہ چلا آیا تھا اور جب میں نے اپنے
شہزادے کو دیکھ لیا ہے تو مجھے تمام دکھ تکلیفیں بھول گئی ہیں کچھ
یاد نہیں رہا ہے۔

پیارے کی صورت دیکھ کر تمام غم بھول گیا ہوں تمام تعریفیں اسی
کے لیے ہیں اور تمام منتیں اسی سے ہی مانتے ہیں اور وہی
پوری کرنے والا ہے۔

یار پیارے کے حسن کی بہار دیکھ کر تمام دکھ بھول گئے ہیں اور
سکھ نصیب ہوئے ہیں رب تعالیٰ نے اپنا خاص کرم فرمایا ہے۔

سیف ملوک پیارا دوست صاعد پھر کہنے لگا اے شاہزادہ تو بھی اپنے
سفر کا سارا حال بتا تیرے ساتھ کیا بتی۔ تو نے کیا دکھ برداشت کیے۔

سیف ملوک نے اپنی تمام حقیقت اُسے سنا دی اور دوست
دوستوں کے دکھ بانٹتے اور گریہ زاری کرتے، ایک دوسرے کا
حال جان کر پریشان ہوئے۔

صاعد نے شہزادے کی درد کہانی جب سنی کہ اکیلا ہی رہ گیا تھا
اُسے اپنے تمام دکھ مصیبتیں سختیاں بھول گئیں۔

پھر وہ شہزادے سے پوچھنے لگا اے میرے دل جانی باغ ارم
اور بدیع جمال کے بارے بھی کوئی خبر کوئی پتہ نشانی ملی ہے۔

کوئی پتہ چلا ہے۔

اگر تجھے محبوب کی کہیں کوئی خبر ملی ہے تو شاید کہیں کیسے اُسے ملیں گے۔
ورنہ ہمارے تمام دکھ مصیبتیں اسی طرح رائیگاں ہی جائیں گی۔

قدرت قادر والی والی گنتر وچ نہ میوے
قصہ دس محمد بخشا یار کھوتے میوے

صاعد کہندا سن توں شاہا شہر عمان میں آیا
اس نگری وچ میں غریبے پورا برس لنگھایا

اوڑک ہو یوس اوداسی اوتھوں آئی دے نوں تنگی
قافلہ اک ٹریا بھارا سنگت سی اوہ چنگی

نال انہاندے میں بھی ٹریا ایس ولایت آیا
رنج مصیبت بھلے سارے جدوں شہزادہ پایا

دیکھ جمال کمال خصم دا دور ہوئی غمناکی
الحمد و المنت اللہ اوسے نوں بھ پائی

تک دیدار بہار حسن دی یار پیارے والی!
دکھ گئے سکھ حاصل ہوئے کرم کمایا والی

سیف ملوکے نوں پھر کہندا صاعد یار پیارا
توں بھی دس شہزادہ اپنا سفر قضیہ سارا

سیف ملوک حقیقت اپنی کھول سانی ساری
یار یاراں دے دکھ وٹاندے کر کر گریہ زاری

صاعد نوں سن درد کہانی شہزادے دی کلی
رنج مصیبت محنت سختی اپنی ساری بھلی

پھر شہزادے کولوں پچھدا دس میرے دل جانی
باغ ارم بدیع جمالوں لبھیا کچھ نشانی

بے کر دس سخن دی پیا متے ملانگے کیویں
نہیں تاں رنج مصیبت سارے گئی اساڈے ایویں

صفحہ: شاید رنج: دکھ غم۔ ایویں: اس طرح۔

چہرے پر خوبصورت خط تھا بڑی میٹھی اور ریکی زبان تھی بادشاہ کو بڑے اچھے انداز سے دعائیں دیتا تھا۔

جب اس نے زبان سے باتیں کیں اس مصری وزیر نے تو تمام حکمران دھنگ رہ گئے اور اس کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ سب اس کے خدمتگار بن گئے تھے۔

شاہزادہ اور صاعد اس مجلس کو چھوڑ کر جس ماڑی میں ان کا قیام تھا اس میں آ کر دونوں اکیلے بیٹھ گئے تھے۔

ایک دوسرے کے ساتھ دل کی باتیں کر رہے تھے۔ کیونکہ پیار محبت اور عشق کی باتیں بالکل بتائی نہیں جاسکتی ہیں۔

ہر سانس کے ساتھ اللہ کی حمد و ثناء پڑھتے اور اس کا شکر بجالاتے کہ خدا نے دونوں ترستے ہوئے دوستوں کو پھر ملا دیا ہے۔

جو جو بھی ان کے ساتھ دکھ تکلیفیں پیش آئی تھیں ان کو یاد کر رہے تھے۔ دونوں بیٹھ کر عشق کے بیوپار کا نفع گن رہے تھے کہ اس میں کیا حاصل ہوا ہے۔

کہ سیف ملوک سُکھ بیچ کر دکھ خرید لیے۔ کھانا پینا سونا بھلا دیا ہر مل صرف پری کا انتظار کہ کب اس سے مل سکوں گا۔

کبھی سرہانے کی طرف اور کبھی پائنتی کی طرف بستر پر نہیں لیٹ سکتا تھا۔ صبح و شام محبوب بغیر اے محمد نیند اور آرام نہیں تھا۔

محبوب ملے تو تب کام سنور جائیں غلط بھی درست ہو جائیں۔ رات کو ایک بیل بھی آنکھ نہیں لگتی تھی۔ ہر وقت راستے ہی دیکھتا رہتا تھا۔

اس ظالم دشمن کا نام لینے سے بھی دل کانپتا تھا۔ جدائی سے جدائی کا انتظار بڑا ہے۔ بال بال جلتا ہے آگ کے لہبے نکلتے ہیں۔

موت اور وقت نزع سے بھی زیادہ سخت محبوب کا انتظار ہے۔ یہ نیند بھوک صبر و قرار کے نام تک کو ختم کر دیتا ہے۔ یہ عاشق کے قریب نہیں آتے۔

سوہنا خط صفائی والا منھی صیجھ ریکی بادشاہے نوں دے دعائیں نال کلام ریکی

جدوں کلام زبانوں کیتی اوس عزیز مصر دے مالک ملک ولایت والے ہو گئے بھ بردے

شاہزادہ تے صاعد دونوں اُوہ مجلس چھڈ چلے جس ماڑی وچ ڈیرا آہا بیٹھے آن لگے!

بکدو بے سنگ گلاں کردے پھون بھیت دلاندے سخن پیار محبت والے دے مول نہ جاندے

دم دم نال الحمد گزارن کر دے شکر ہزاراں کرم کیتیا رب پھیر ملایا سک سکیندیاں یاراں

جو جو رنج مصیبت گزری یاد کریندے آہے بیٹھ پیارے لیکھا گندے عشق و رنج دے لاہے

سیف ملوک دتی سکھ دولت دکھ متاع خریدی کھاؤں پیوں سون بھلایا گرم اڈیک پری دی

کدے سرہاندی کدے پواندی بستر پاس نہ لاوے شام فجر بن شام محمد نیند آرام نہ آوے

شام ملے تاں کام سوارے ہون درست شکستے رین پلک بھرنین نہ سوندے پکن تگدے رستے

ظالم عدو وچھوڑے والا نام لیاں دل کنبے بری اوڈیک جدائی نالوں لوں لوں بلن لہبے

موتوں سخت اڈیک سجن دی تلخی جان کندن تھیں نیندر بھکھ قرار صبر نوں کڈھے مار وطن تھیں

سکیندیاں ترستے ہوڈوں کو۔ رنج: بیوپار۔ لاہے: منافع۔ عدو: دشمن۔ جان کندن: وقت: نزع۔

نظر آتی ہیں۔

سچا اور صاف خون چمڑی کے اندر چمک رہا تھا جیسے شام کے شہر حلب کے شیشے کے اندر شراب چمک رہا ہوتا ہے جیسے وہ چمکتا ہے۔ حسن کی ناز و ادا کی لہریں اور بہت زیادہ شان و گمان تمام صفت بیان کرنے کا مجھے اختیار نہیں ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ بدرہ خاتون کی صورت اسی طرح تھی جس طرح شمع کی لاٹ (روشنی) ہوتی ہے۔ صاعد دیکھتے ہی اپنا دل جلا بیٹھا جیسے پتنگ حل جاتا ہے۔

پہلی ملاقات میں ہی عشق کا تیر دونوں طرف گزر گیا۔ محبت نے ایسی کاری کر ضرب لگائی کہ ذرہ بھی صبر نہ رہ گیا۔ بے قرار ہو گیا۔ دوشیزہ کے دو جادوگر (نین) آنکھوں نے ایک پل میں اسے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ مائل کیا اے محمدؐ کیا بات بلکہ اس کا دل ہی زخمی ہو گیا۔

محبت کا خار (کانٹا) جگر میں چبھ گیا تھا بدرہ خاتون کو بھی صاعد نے ٹھگ لیا دونوں کو ایک دوسرے سے عشق ہو گیا تھا۔ بدرہ خاتون کو عشق کی بڑی غلطی لگی اور غموں نے زنجیر ڈال کر قیدی بنا لیا اور دل بے قابو بے بس ہو گیا تھا۔ اس پر فدا ہو گئی تھی۔ صاعد کا ناک شہادت کی انگلی کی طرح اونچا تھا۔ اور بدرہ خاتون کا دل اس نے ایک اشارے سے ہی دو ٹوکے چاند کی طرح کر دیا تھا۔

ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر دونوں ہی اور سب کچھ بھول چکے تھے جس طرح شہزادے کو پری کی صورت دیکھ کر ہوا تھا۔ ایسا ہی ان کے ساتھ ہو گیا تھا۔

ایک دوسرے کی صورت کے ایسے پجاری بن گئے تھے دیکھنے سے کسی کا بھی دل نہیں بھرتا تھا خداوند تعالیٰ نے محبت کی زنجیروں کو ڈال دیا تھا۔

سچا صاف لہو وچ چمڑے خوب آہا چمکیندا جیونکر شیشے طلی اندر چمک شراب مریندا آن ادا حسن دیاں لہراں شان گمان وڈیرا ساری صفت بیان کرن دا قدر نہیں کجھ میرا صورت بدرہ خاتون والی لاٹ شمع دی آہی صاعد ویکھ ہویا دل بریاں وانگ پتنگ سپاہی

پہلے جنگ خدنگ عشق دا لنگھ گیا دو پاسہ کاری سانگ پر م نے ماری صبر نہ رہیوس ماسہ جادو گر دونیں کڑی دے پل وچ کیتا مائل مائل دی کی گل محمدؐ ہو گیا دل گھائل

کنڈا سخت محبت والا آن جگر وچ پڑیا بدرہ نوں بھی صاعد مُٹھا جوڑ دوہاں دا جویا بھاری بدر عشق دی لگی بدرہ خاتون تائیں کیتی قید زنجیر غماں دی ہو یوس چت ازائیں صاعد دانک اچا آہا وانگ انگشت شہادت بدرہ دا دل بدرے وانگن چریا نال اشارت

ہک دو بے دی صورت تک کے بیٹھے بھن غزورت مورت تے شہزادے والی ہوئی دوہاں دی صورت

کوس کسے ول دیکھ نہ رجدے صورت دے متوالے سخت زنجیر محبت والی رب دوہاں ول ڈالے

ظاہر کی بات چھوڑ کر باطن میں کیونکر گھس گیا ہے رمز حقانی بتاتے چلو مجاز کا پردہ ڈال کر۔ اور اسے مجازی پردے میں ہی رکھو۔

اے میرے بھائی سنو شہزادے والی بات آگئی ہے۔ شہر سر اندیپ میں آ کر شاہ پری کا ڈیرا اتر گیا ہے بدیع جمال پری سر اندیپ میں آچکی ہے۔

شہزادہ پری کے آنے کی خبر سن کر پھولا نہیں سمار ہا تھا۔ بڑا خوش تھا۔ اس کا چمکتا ہوا گلابی چہرہ انار کی طرح ہو گیا تھا۔

جن کی کوئی خبر نہیں ملتی تھی اور نہ ہی ان کی کوئی بات بتاتا تھا۔ خداوند کریم نے کرم کیا اور انہیں ہمارے پاس لے آیا ہے۔

اور ساتھ ہی اُسے یہ بھی فکر لاحق تھا کہ کہیں یہ بات نل ہی نہ جائے۔ مشکل وقت میں مولا پری کے دل رحم ڈال دے۔ اسے مہربان کر دے۔

جن کے لیے گھر بار چھوڑا ہے بادشاہی اور حکومت ٹھکرائی ہے۔ جو میرے نصیب میں لکھی ہوئی تھی چودہ برس تک مصیبت برداشت کی ہے۔

جب تک اس کا پتہ نہیں چلتا تھا اس کے بارے بات سننے کا بڑا شوق تھا۔ جب اس کا پتہ پلا تو یہی فکر تھا کہ اس تک کیسے پہنچا جائے گا کیسے ملوں گا۔

جب پہنچ گیا سمجھ نہیں آتا ہمیشہ نیا ہی غم مل جاتا ہے کہ بدیع جمال پری کا جلد از جلد کیسے دیدار کر سکوں۔ اسے کیسے دیکھ سکوں۔

اب جب پری پیاری آئی ہے تو دل کو بڑا بھاری فکر لاحق ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں پری کے ساتھ کیسے ملاقات ہوگی کیسے

کاتبوں باطن اندر وڑیوں ظاہر دی چھڈ بازی رمز حقانی دسا پلپس پردہ پا مجازی

آئی گل شاہزادے والی سن توں بھائی میرے - اندیپ اندر آلتھے شاہ پری دے ڈیرے

شاہزادہ سن خبر پری دی ہک تھیں چار ہویا سی بجاہ بجاہ کردا رنگ گلابی وانگ انار ہویا سی

جنمناں دی دس پوندی نائیں نہ کوئی گل سناندا لطف کیتا رب پاک انہاں نوں کول اساڈے آندا

نالے ایہہ اندیشہ کردا گل نہیں نل جائے مشکل وقت ایہو رب میرا مہر پری دل پائے

جنمناں کارن گھر در سئے راج حکومت شاہی چودال برس مصیبت جھانگی جو کجھ لکھی آہی

جاں جاں دس نہ پوندی آہی شوق آہا دس بھجہ دا دس پئی تاں فکر ایہو سی کیویں اتول پھجدا

جاں پجاتاں کجھ نہ سبھا نت نواں غم کھاواں ترت بدیع جمال پری دا کیویں درشن پاواں

جاں بن آئی پری پیاری فکر پیا دل بھارا خبر نہیں کس طرح ہووے گا نال میرے ایہہ کارا

کہ کہیں ہاتھ سے چھوٹ کر گری نہ جائے۔

پر یاں ناری ہیں اُن کا بدن لباس پاک صاف ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہیں مجھے دھکے دے کر بھگا دے میں تو بے چارہ خاکی انسان ہوں۔
وہ شاہ شاہپال کی صاحبزادی ہے اس ملک میں بڑی جانی پہچانی ہے میں تو یہاں پر ایک غریب الوطن ہوں بے شک مصر شہر میں اس کا ثانی تھا۔

اے بھائی پتہ نہیں اب یہاں ہمارے ساتھ کیا ہو گا۔ اس کی شان کے لائق نہیں ہوں میں کیا اور وہ کہاں کیا جانے وہ ہمیں پسند ہی نہ کرے۔

اگر خداوند تعالیٰ محبوب کے دل میں مہر ڈال دے تو کیا ہے کیوں کہ وہ خود دلوں کا مالک ہے۔ کیونکہ اسی کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہئے۔ یہ سچا فرمان ہے۔

یہ باتیں کر کے شہزادے نے وضو کیا غسل کیا اپنے آپ کو پاک صاف کیا اور تمام شہانہ زیور پہن کر اپنی تیج پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔
اسم اعظم کا ورد کرتا اور نبی ابراہیم خلیل اللہ کو یاد کرتا اور سیف ملوک نیک انسان نے شاہ مہرے سلیمانی بھی کھول لیے۔
پری کی صورت دیکھ پہلے اُس کے قدم چومے۔ اُس شکل کے پاؤں چومے۔ بار بار صدقے کرتا اور منہ پیشانی اور آنکھوں پر اُسے ملتا تھا۔

پھر تہہ کر کے تعویذ بنا کر بازو کے ساتھ باندھ لیا اور کہتا کہ سب تمہاری ہی برکت سے یہ وقت آیا ہے (یعنی ملنے کا)۔

صاعد کے سوا وہاں نہ کوئی خدمتگار اور نہ ہی کوئی غلام رکھا دونوں اکیلے بیٹھ کر شراب پی رہے تھے وہاں کوئی شور شرابہ نہیں تھا۔
شراب کے جام پور کر پی رہے تھے اور پی کر مست ہو رہے تھے چہرے آتش بازی کی طرح روشن آنکھیں چراغ کی طرح روشن تھیں۔

پر یاں نوری لوک کہاوں جتنے جامے پاکی دھکے دے کھدیڑے نائیں میں بیچارہ خاکی اوہ بیٹی شاہپال شاہے دی ایس ولایت منی میں اتنے پردیسی توڑے مصر اندر ساں سنی

خبر نہیں کی ہوندا بھائی باب اساڈے اتتھے شان اودھی دے لائق نائیں میں کتھے اوہ کتھے

پر بے مہر پیا دل پاوے مالک آپ دلاں دا لا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ يَارَا قَوْل سچا فرماندا

ایہ گل فرما شاہزادہ غسل وضو کر پاکی بن تن تیج آتے چڑھ بیٹھا زیور پہن پوشاکی اعظم اسم مبارک پڑھا سورے نبی خلیل شاہ مہرے سلیمانی کھولے سیف ملوک اسیلے مورت دیکھ پری دی اول قدم شکل دے چہمیں پھر اکیں منہ متھے ملدا مز مز جاندا چہمیں

پھیر لپیٹ اندر تعویذے بازو بند کر بدھا کہندا برکت تیری پیچھے میں ایہہ ویلا لدھا صاعد باجہ نہ رکھیا اوتھے خدمتگار نہ گولا پین شراب ہکلے بیٹھے نہ کوئی شور نہ رولا بھر بھر پین شراب پیالے پی پی تھیون کھیوے چہرے روشن مثل متابی نین بلن جیوں دیوے

حیران ہو جاتا۔

اُس کی نورانی پیشانی دیکھ کر بدر منیر کو داغ لگ گیا آنکھ برابر کر کے دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ پیشانی سورج کی طرح چمکتی تھی۔

کالی سیاہ زلف میں خوب یعنی لعل سہیل (ستارہ) ستارے کی طرح چمکتی تھی۔ عاشق کی کھال (بلغار) طرح طرح کارنگ چڑھ جاتا۔

اُس کی پیشانی اونچی اور کشادہ شیشے کی طرح چمکتی تھی اس کا حسن جمال قدرت کا عطا کردہ تحفہ دکھائی دیتا جو بھی اُسے دیکھتا تھا۔

پیار اور غرور بھرے صندوق (بھڑوٹے) دو کالی بھنویں ان کی سرخی دو عید مبارک کے چاند دکھائی دیتے تھے۔

اُس کی پیشانی حسن کا آسمان تھا وہ قوس قزح کی طرح تھے۔ محبوب کی زلف کی سرخی میں کالی گھٹائی طرح تھے جیسے کالی گھٹا ہو۔

اُس کا چہرہ جنت کی ڈیوڑی کی طرح اور بھنویں محراب کی مانند تھیں۔ اے محمد بخش واہ واہ اس مصور کے جس نے یہ رنگین نقش بنائے تھے۔

اس کا رخ محبوبوں کے لیے کعبہ اور وہ اونچے محراب عاشق جس کے چاروں طرف نمازیں ادا کرتے نیازیں دیتے اور سجدہ ریز ہوتے۔ مشرق و مغرب شمال والے کعبہ کی طرف ہی منہ کرتے ہیں۔

اُن کا کام ہمیشہ زور آزمائی کرنا بھنویں سخت کمان کی طرح تھیں ظالم آنکھیں بہادر سپاہی کی مانند جوانوں کو زخمی کرتیں جو بھی دیکھتا دل ہار بیٹھتا تھا۔

زہر آلود تیر کی طرح پلکیں خدنگ کے تیز تیر کی طرح تھیں زہریلے تیر نادان ناگ کی طرح چوری سے دلوں کو ڈس لیتی تھیں۔ دل پر زہر آلود ڈنگ مارتی تھیں۔

اُس کی آنکھیں تیز چھریوں کی طرح چاروں طرف مار کرتی تھیں۔ چوراہے چھپ کر آنکھوں کے وار کرتے (یعنی کے

چوہدیں دا چن داغی ہو یا متھا دیکھ نورانی اکھ بھڑا نہ تکن ہوندی سورج ہار پیشانی کالی لیل زلف وچ آہا خوب سہیل یمن دا عاشق دی بلغارے تائیں رنگ دیہی ون ون دا اچا متھا بہت کشادہ شیشے ہار چمکدا روپ انوپ خدائی دے اوس اندر جو تکدا لاڈ تکروں بھر بھروٹے بھروٹے دو کالے لالی اندر نظری آون چن مبارک والے متھا سی آسمان حسن دا اوہ وچ قوس قزح سن شام زلف دی لالی اندر کالی گھاٹ طرح سن چہرہ صاف بہشتی صفہ ابرو طاق بنائے واہ نقاش محمد بخشا جس اوہ رنگ لگائے

مکھ محبوباں دا بیت اللہ اوہ محراب اوچیرے کرن نماز نیازاں عاشق سجدے دین چو فیرے

زور کماناں کم ہمیشہ ابرو سخت کماناں! رستم نین سپاہی ظالم گھائل کرن جواناں

پہنی کانی زہروں پانی ترکھے تیر خدنگدے بسے ناگ ایانے چوری نال دلاں نوں ڈنگدے

اکیں تیز کٹاراں وانگر کرن چو طرفی ماراں اکھ منکے چور اوچکے چھپ چھپ کردے واراں

بھیجا: مغز: کنگ: بکر: بک: بہرنی کا پچہ: سمند: سمندر: بحر۔

بڑے ماہر کاریگروں نے سچا موتی بندھ کر لگا دیا ہو یا وہ پتاشے
کی طرح مصری کی مانند میٹھایا بڑا لذیذ مکھانے کی طرح۔
اس کے سرخ ہونٹ سچے پاقوت کی طرح تھیں جیسے شکر (چینی)
یا مصری کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔ سرخی اور باریکی ایسے جیسے گل
عباسی کی کلیاں ہوں۔

پتہ مغز بادام گری تھیں جس وقت وہ منہ بند کرتی تھی جب بات
کرتی جیسے چھوہارے بانٹ رہی ہو اور ہنستی تو ایسے لگتا جیسے
پھول پنچھا اور کر رہی ہو۔

اس کے سرخ ہونٹوں کی سرخی دیکھ کر مصر شہر کا شہزادہ اپنی
غرض کے لیے تصویر کے آگے غلام ہو گیا تھا۔ بن خریدے غلام
بن گیا تھا۔

اس کے سفید دانت جیسے ہیرے کے ٹکڑے بڑی گھنی گھنی لانتوں
میں کسی ماہر کاریگر نے برابر کر کے خوب قطاریں بنائی تھیں۔
یا وہ بن سوراخ کے موتی تھے جو قدرت نے تار کے ذریعہ
باندھے ہوئے تھے یا وہ چنبے کی کلیاں تھیں جو پانچ دفعہ چار۔
ایک اور گیارہ کی تعداد تھی۔

خوب سجاوٹ سے سفید اور سرخ اور چوٹی پر کنگرے بنائے گئے
پھولوں کی طرح اے محمد بخش سرخ لہر میں دانتوں کی سجاوٹ
نظر آرہی تھی۔

طوطے کی طرح میٹھی بولی جیسے بولنے والی میناں ہو اور جیسے کہہ
رہی ہو کہ ہر ایک سے آسانی سے بولنے والی نہیں ہوں۔ میں کسی
سے بے مقصد بات نہیں کرتی ہوں۔

اس کی ٹھوڈی باغ ارم کے سید کی سی تھی بیشک لاکھ کوشش
کے باوجود بھی سوالی اس تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ بالکل ناکام رہتا۔
پاک چشمہ حسن کے آب سے بھر پور تھا اور ٹھوڈی کے نیچے ایک
سلاخ لگائی ہوئی تھی جیسے حسن کا مگر چھ تیر رہا ہو۔

سچا موتی سل ٹکایا کاری گراں سیاناں
یا اوہ گرد پتا سہ مصری لذت دار مکھاناں
لعل لبان یا قوت سچے سن شکر مصری ڈلیاں
لالی تے باریکی ولوں گل عباسی کلیاں

پتہ مغز بادام گری سن جس ویلے منہ میٹھے
گل کرے ونڈدے چھوہارے ہسے تاں پھل ویٹھے

لالی ویکھ لبان دے والی والی مصر شہر دا
مورت آگے نال ضرورت ہو گیا سی بردا!

دند سفید ہیرے دیاں کنیاں گھنیاں گھنیاں لاراں
اتاکار برابر کر کے رکھیاں خوب قطاراں
یا ان بدھے موتی بدھے گھت قدرت دیاں تاراں
یا اوہ چنبے کلیاں جڑیاں پنج جو کے ہک یاراں

خوب سجاوٹ چٹے تے سوہے کنگری چوٹی داراں
گلیاں ہار محمد بخش سرخ دن دند لہراں

طوطے وانگن جیٹھی مٹھی سی مینا بولن والی
آکھے میں نہ بولن والی ہر اک نال سکھالی

ٹھوڈی سیو باغ ارم دا ہی سی رس والی
جھلے لکھ آیب نہ پہنچے اس دے کول سوالی
چوہا پاک آہا وچ ٹو آ جو بن پانی بھریا
ٹھوڈی یٹھ سلاک جڑی سی چھ حسن دا تریا!

گلاب کی طرح حسین چہرے والی پری حسن کے باغ میں
سہیلیوں کے ساتھ مل کر کھیل رہی تھیں جس طرح چمن کے
پھول ہوں۔

پری کا چہرہ ایسا ہی تھا یا پری کا دیدار ایسے ہی تھا جیسے پروانوں کو
جلانے والی شمع کی روشنی جسے دیکھ کر پروانے اُس پر آ کر اپنی
جان جلا ڈالتے ہیں۔ شرم سے آنکھیں نیچی رکھتی تھی۔

ہوا میں اڑتے پرندے زمین پر گرتے اگر ایک نظر وہ اُسے
دیکھ لیتے۔ اگر اُسے آسمان پر چمکنے والے ستارے دیکھ لیں تو
وہ گر کر زمین پر آ پڑیں۔ اس کی تاب نہ لا سکتے۔

پری کی شوخ آنکھوں کو دیکھنا ایک جہانی فساد کی طرح ہے
جیسے دنیا میں ایک شور برپا کر دینا۔ اس کی میٹھی باتیں اُس کی
خوبصورت رنگت بہت پیاری لگتی تھی۔

عاشق کا کام ہوتا ہے حُسن کی آگ میں جلنا جیسے پروانہ شمع کی
روشنی پہ جلتا ہے نئی جوانی پھول جیسا بدن جیسے باغ اِرم سے
ہرن کا بچہ ہو۔

اگر اے بھائی پری کی صفت اور زیادہ کروں آگے لے جاؤں تو
مجھے خوف ہے کہ پیاسے عاشق اس کے گرد پروانوں کی طرح
جل کر مر جائیں جیسے شمع پہ پروانے جل مرتے ہیں۔

چاہنے والوں کو محبوب کا شوق یہ سُن کر اور زیادہ ہو جائے گا یہ ایسے
ہی ہو گا جیسے جدائی کی آگ پہ تیل ڈالا جا رہا ہے جس سے وہ اور
زیادہ بھڑکے گی۔

جوشِ محبوب کے دیدار کے پیاسے عقل ہوش کھو بیٹھیں گے
اپنے دل کو جلا لیں گے مانند کباب اُس کے حُسن کی تاب نہ لا
سکیں گے۔ یہ اُن کی بساط سے باہر بات ہوگی۔

پری کی مست نظر اور اُس کے قاتل نین (آنکھیں) مردہ دلوں
کو زندہ کرتے ہیں جس طرح آبِ حیات کر دیتا ہے۔ اُس کی

پری گلاب سندر مکھ والی وچ گلزارِ حسن دے
سنگ سیاں رَل کھیڈن پیاں جیوں پھل ہور چمن دے

شمع پتنگ جلاون والی گرم لقاء پری سی
بہتا جھکے نیواں تکے شرم حیا بھری سی

لڈ دے پنکھی ڈھین ہوائیوں جے اک جھاتی پاون
دیکھن تارے چمکن ہارے ڈگ زمیں پر آون

شوخ آشوب جگت دا فتنہ شور انگیز جہانوں
مٹھی جیبھ ملیح سلونی بہت پیاری جانوں

عاشق سوز پتنگاں وانگن روشن لاٹ چراغوں
نو نہال اُتے گلبدناں بگ اِرم دے باغوں

جے کجھ صفت پری دی بھائی ٹوراں ہور اگیرے
ڈر لگدا مت عاشق تے سڑ سڑ مرن چوہیرے

مشاقاں نوں شوق سخن دا سن سن ہوگ سوایا
اگ وچھوڑے والی اُتے تیل جدوں ایہ پایا

جوشِ خروش بھرے دل والے بے سدھ ہون ہوشوں
جگر کباب شتاب کرن گے تاب حسن دے جوشوں

مست نگاہ پری دی اندر خونی نین بہادر
مویاں دلاں نوں زندہ کردے آبِ حیات برابر

ملک شہر ویرانے جنگل بڑے چھان مارے۔ لیکن کسی جگہ سے بھی تیری کوئی خبر نہ ملی۔ تمام خالی ہاتھ واپس لوٹ آئے۔ خشکی پر تمام جگہوں پر تلاش کیا اور تمہارا کہیں بھی کوئی پتہ نہ چلا۔ مگر اگلے دن بھی میری ماں افسوس کر رہی تھی اور تیرے بارے ہی کہہ رہی تھی۔

میرے باپ سے وہ کہہ رہی تھی یہ سستی اور دیر نہ کرو۔ سمندروں میں جزیروں میں ساحلوں پر ملکہ خاتون کو تلاش کرو۔ اسے ہر حال میں تلاش کرو۔

دیو اور پریوں کے لشکر بانٹ کر ہر جزیرے کی طرف روانہ کرو۔ میری بیٹی ملکہ کو تلاش کرو اور نبی سلیمان کو یاد کرو۔ ان سے فریاد کرو۔ کوہ قافوں میں دریاؤں سارے جہان میں اسے تلاش کرو ملکہ خاتون ملے تو تب عزت رہتی ہے ورنہ ہم ظالم ہیں ہم قاتل ہیں۔ تمام پہاڑ جزیرے چھان مارو ہر جگہ تلاش کرو۔ آپ ہماری عزت تب ہی رہ سکتی جب ملکہ خاتون مل جائے اگر وہ نہ ملی تو ہماری عزت نہیں رہے گی۔

میرا باپ بھی آگے ہی دن کوئی گھڑی کوئی وقت ہی دیکھ رہا تھا لشکر کو ضروریات سفر اور مہم پر خرچ کرنے کیلئے سامان دینے کا فکر کر رہا تھا۔

بڑے بہادر دیو اور بھوت پریت ہزاروں کی تعداد میں تیار تیار کر رہے تھے۔ اب تجھ پر خدا نے اپنا ہی کرم کر دیا ہے اور تو آگئی ہے۔ نہ کسی کا کوئی احسان ہے نہ لحاظ اور نہ کسی کا چڑھاوا ہے بس اسی پر احسان کی امید ہے جس نے آگے سارے کیے ہیں۔ اسی سے احسان کی امید ہے۔

ملکہ نے کہا مجھ پر رب تعالیٰ نے احسان اور اپنی رحمت کی ہے لیکن اس نے ایک سبب ضرور بنایا جس سے یہ تمام مشکلات آسان ہوئیں۔

ملک ولایت ہو جاڑاں دسے شہر لوڑائے کدھروں خبر نہ لہھی تیری بھ گھریں مر آئے خشکی دی بھ تھاں لوڑائے کدھروں پتہ نہ لگا پر اترو کے ماں میری سی کردی ایہہ او سرگا

باپ میرے نوں کہندی آہی آبلک ڈھلاں چھوڑو ورج سمندر ٹاپو بندر ملکہ تائیں لوڑو!

دیواں پریاں دے وڈ لشکر ہرٹاپو دل ٹورو ڈھونڈو ملکہ بیٹی میری نبی سلیمان سورو کوہ قافاں دریاواں اندر ڈھونڈھ کرو جگ سارے ملکہ لہھے تاں رہ آوے نہیں اسی تیارے پٹ اولٹ پہاڑ جزیرے ہو لوڑاؤ سبھے پت ساڈی ہن تاہیں رہندی بے مر ملکہ لہھے

باہل بھی اترو کے آہا ساعت روز تکیندا طلباں خرچ مہم گھلن دا لشکر تائیں دیندا

راکش دیو عفریت ہزاراں کردے سان تیاری ہن تینوں رب آپ لیاندا لطف ہو یا سرکاری ناں احسان سروت ساڈے نہیں کسی دے بھارے ہک احسان او سے دا ایہ بھی جس دے اگلے سارے

ملکہ کہندی آہو میں تے لطف کیتا رب آپے لیکن ہک سبب بنایوس تاں چک گئے سیاپے

اے میری حسین چہرے والی پری بہن میرا دل یہ کہہ رہا ہے کہ ایک بڑے عرصے سے بیمار بندہ ہمارے باغ میں رہ رہا ہے وہ بڑا پرانا مریض ہے۔

وہ بے چارہ بڑا بے بس مسکین ہے اور غریب الوطن ہے۔ اگر تو اجازت دے تو میں تیرا یہ بچا ہوا نہیں کھانا اس کے لیے بھیج دوں۔ یہ تیرا پس خوردہ کھانا کروہ مرض سے شفا پائے گا اور وہ تجھے دل سے دعائیں دے گا جب اُسے مرض سے شفا مل جائے گی۔

شاہ پری نے ہنس کر کہا جو کام تم مناسب سمجھتی ہو وہ کر لو۔ جو تو اپنی عقل سے بہتر سوچتی ہے وہ کرو تمہیں کون روکنے والا ہے۔ میری طرف سے اجازت ہے جسے تو چاہتی ہے اُسے فوراً دے دے۔ مجھے کیا اعتراض ہے اگر اس مریض کو شفا ملتی ہے تو اچھی بات ہے۔

اگر کسی مریض کو میرے جھوٹے کھانے سے شفا ملتی ہے تو اسے یہ کھانا اور شراب جلدی دو تا کہ وہ کھا کر شفا یاب ہو۔ آفرین ہے مسکین آدمی کئی روز سے بھوکے کے کیسے نصیب ہیں کہ اپنے محبوب کا بچا ہوا کھانا ملے اور اُسے کھا کر اُس کے شکم میں سکون ہو۔

بن دیکھے ہی پیارا محبوب اگر پہلی مہمانی دے۔ تو نا امید انسان کو اُمید یقین ہو جائے اور اُس کی حیرانی اور پریشانی دور ہو جائے۔

شاہ شمس تبریزی نے اپنا جھوٹا سرخ شراب کا ایک گھونٹ علام رومی کو جو دیا تھا اور اُس پر رُب تعالیٰ نے اپنا کرم کر دیا تھا۔ شاہ دولا دمزی والی سرکار اپنا پس خوردہ مجھے بھوکے کو دیں تو تب ہی میری بھوک ختم ہو گی اور میں پیٹ بھر کر کھاؤں اور خوش ہو جاؤں۔

ہے سندر مکھ پرے بھینے ایہ دل میرا کہندا اک بندہ بیمار چروکا باغ اساڈے رہندا

اوہ عاجز پردہ سی شہدا بہت غریب نما ناں جے آکھیں تان بھیجاں اس نوں جوٹھا تیرا کھاناں ایہہ تبرک تیرا کھاسی خیر آزاروں پاسی لوں لوں نال دعائیں دیسی دکھ اودا جد جاسی شاہ پری نے ہنس کے کہیا کم مناسب جیہڑا عقل تیری وچ چنگا لگا ٹھاکن والا کیہڑا میرے ولوں دیہہ شابی جس نوں تیری مرضی دکھ نہیں کجھ مینوں بھینے جے سکھ پاوے مرضی

درد منداں دے درد ونجائے جے میرا پس خوردہ دیہہ طعام شراب شابی گرم ہووے افسردہ واہ نصیب غریب بندے دے کئی دنال دے بھکھے دلبر دا پس خور وہ لہے امن پورے وچ ککھے

ڈٹھے باجھ پیارا جانی دے اول مہمانی لگے آس نراس بندے نوں دور ہووے حیرانی

شاہ شمس تبریزی جوٹھا اک گھٹ سرخ شرابوں ملاں رومی نوں جیوں دتا ہویا کرم جتاںوں شالا دولو دمزی والا جوٹھا اپنا کھاناں دیوے میں بھکھے نوں تاہیں رَج رَج مویاں ماناں

سے ملاپ کی امیدیں لگا بیٹھا تھا۔

غفلت اور غم کی بیماری سے شفا مل جائے گی اور بال بال خوش ہوگا۔ اے محمدؐ جب شاہِ بغداد بندہ ناچیز کو یاد فرمائیں گے۔
واہ سبحان اللہ بادشاہوں کے بادشاہ حضور عبد القادر جیلانی ذات الہی کا ظہور ہیں۔ سر پر محبوبی کا تاج ہے اور اولیاء اللہ کے بادشاہ ہیں۔
غوثِ قطب اور ابدال نے ان کے قدم مبارک اپنے کندھے پر اٹھائیں ہیں۔ ان کے کرم سے سینکڑوں برسوں کے مرے ہوئے زندہ ہوئے۔

ان کی مدد کے نبی اور مرسل بھی محتاج ہیں۔ ایسے سچے مرد کامل کی تعریف کرتے قربان ہوتے ان ہی کے گن گاتے۔
ہر وقت شاہوں کی صفت و ثناء کریں اس سے اور کوئی کام بہتر نہیں ہے۔ تیری باتیں اے گنہگار فقیر اس لائق ان کی تعریف کے لائق ہیں۔
جب ان کا نام مبارک آیا ہے تو دل نہیں رہ سکا میں نے ان کی شان میں چند ہی شعر کہے ہیں اور میری سوچ کو آگے ڈر لگتا ہے۔ خوف آرہا ہے۔

شاید کوئی ایسی بات نہ کہہ جاؤں جس کی وجہ سے میں ان کے دروازے سے راندھانہ جاؤں اے محمدؐ اس بے نیاز سے بخشش کی دعا مانگو۔ اس کی مدد چاہو۔

خدا کرے میرے جیسے انسان کو بھی میرا شاہِ گیلانی یاد فرمائیں میری بھی مشکل خداوند تعالیٰ آسان کر دے اور مجھے بھی خوشی نصیب ہو جائے۔

میں اپنے محبوب کا ذکر چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں لیکن میرے بس میں کچھ نہیں ہے۔ لیکن اے محمدؐ شہزادے کی بات بڑی دور رہ گئی ہے۔ اس کا بھی خیال کرو۔

سیفِ ملوک باغ میں رہ گیا اور ملکہ خاتون جانے لگی وہ چلی گئی اور شاہِ پری کی خاص مجلس میں جا کر فوراً شامل ہو گئی۔ وہاں جا بیٹھی تھی۔

غفلت غم دی مرض و بے نگی لوں لوں ریمیسی شادی جس دم کرسی یاد محمدؐ حضرت شاہِ بغدادی واہ واہ شاہنشاہ جیلانی مظہر ذاتِ ربانی سر چھتر محبوبی والا ولیاں دی سلطانی غوثاں قطباں تے ابدالوں قدم جہاندے چائے سے برساں دے موتے جواتے ایسے کرم کمائے

مدد دے محتاج جہاندے مرسل نبی پیارے ایسے سید مرد سچے توں صفت کریندے وارے دمدم صفت شاہاندی کہیے اس تھیں کجھ نہ چنگا سخن تیرے کی لائق اوتھے او گنہگار ملنگا نام شریف اونہاں دا آیا رہ نہ سکیا جگرا تھوڑے سخن کہے ہر اگوں ڈر کھاں ناقص فکر

مت کوئی گل ادلی نکلے رو ہوویں اس بابوں بخشش مدد منگ محمدؐ بخشا بے پرواہ جنابوں

شالا یاد کرے میں بندے میراں صاحب والی روڑے تھیں رب ساون لائے بہت ہوئے خوشحالی

ذکر سخن دا چھوڑ نہ سکاں وس نہیں کجھ میرے شاہزادے دی گل محمدؐ رہ گئی دور پدیرے

سیفِ ملوک رہیا وچ باغِ ملکہ خاتون چلی مجلسِ خاص پری دی اندر جا شابی رلی

شاہ پری پوچھنے لگی اے ملکہ خاتون بتاؤ تم کہاں تک گئی تھی۔ اس ہماری مجلس سے کس کے لیے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ کیا کام تھا۔ ملکہ خاتون نے کہا یہ بتانے والا راز نہیں ہے میں کہاں گئی تھی۔ مجھے ایک بڑا ضروری کام تھا میں اس کے لیے باغ میں گئی تھی۔

اتنی بھیڑ دیکھ کر شاہ پری نے آگے کوئی بات نہ پوچھی کہ تمہیں باغ میں کیا کام تھا جو تو خود وہاں چلی گئی تھی۔ تمہارا وہاں جانا ضروری تھا۔

پھر من موہنی شاہ پری مجلس سے اٹھ بیٹھی اور ملکہ اور بدرہ کی انگلی پکڑ کر اس (بھوہرے) خاص حجرے میں چلی گئی۔

اس حجرے کے دوہرے دروازے تھے ان کو زنجیر اور تالے لگا دیئے تمام باقی لڑکیاں واپس چلی گئیں اور تینوں ہی وہاں رہ گئیں۔ محمد اس (بھوہرے) حجرے کی پوری تعریف نہیں کر سکتا ہے۔ گویا وہ جنت کا ایک خانہ تھا۔ جہاں ہر جگہ نوری چمکیں تھیں۔ نوری مینار سورج کا گھر اور ساتھ ہی دو برکت والے ستارے۔ سورج شاہ پری کو سمجھیں اور دونوں برکت والے ستارے ملکہ خاتون اور بدرہ دونوں بہنیں تھیں۔

ملکہ وہ تھی جس نے آسمانی فرشتے بابل کے کنوئیں میں ڈالے اور بدرہ آسمانی حسن کا چاند جس کی صفت کی نہیں جاسکتی ہے۔ اتنی حسین تھی۔

آگے بھی شاہ پری اس بھوہرے میں بیٹھا کرتی تھی۔ ملکہ اور بدرہ خاتون کے علاوہ کوئی بھی سہیلی اور ان کے پاس نہیں ہوتی تھی۔ خاص دوستوں کے علاوہ عام کے لیے وہ جگہ نہیں تھی۔ اس جگہ خاص آشنا اور سچے دوستوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ جب تینوں بہنیں وہاں بیٹھ گئیں تو پھر شاہ پری نے کہا۔ ملکہ خاتون سے کہنے لگی کہ اے ملکہ خاتون کوئی بات آہستہ آہستہ کرو۔

پری پچھیندی دس توں ملکہ کتھے تیک گئی میں ایس ترخن ساڈے وچوں اٹھی کس لئی لیس ملکہ خاتون نے فرمایا بھید نہ دن ہارا باغ وچ گئی ساں بھینے کم آہا اک بھارا

دیکھ ہجوم نہ پچھی اگوں شاہ پری گل کوئی کی کم سی تده باغ اندر پھیرا آپ کیتوئی

مجلس تھیں پھر اٹھ کھلوتی شاہ پری من بھانی ملکہ بدرہ دی پھڑ انگل بھورے وچ سدھانی بھوہرے دے دروازے دوہرے سنگل قفل چڑھاتے سیاں پرت گیاں پھر اندر بیٹھ رہیاں اوہ ترائے بھوہرے دی تعریف محمد ساری آکھ نہ سکدا جنت دا اک خانہ آہا جھل مل نور چمکدا نوری برج شمس دا خانہ نالے دو سعدیناں! شمس پری سعدین پچھانوں ملکہ بدرہ بھیناں

ملکہ اوہ جس ملک فلک دے بابل دے کھوہ پائے بدرہ بدر آکاش حسن دا صفت نہ کیتی جائے

آگے بھی اس بھوہرے اندر شاہ پری سی بہندی ملکہ بدرہ باہجہ سہیلی پاس نہ کوئی رہندی عامان دا اوہ تھاں نہ آہا خاصاں باہجہ رفیقاں اس جانی کوئی مٹدا ناہیوں بن محرم صدیقاں بیٹھ رہیاں جد ترائے بھیناں شاہ پری پھر بولی ملکہ خاتون نوں فرماندی کر گل ہولی ہولی

سُنی باتوں پر کیا بھروسہ ہے۔ کتابی علم کے علاوہ اور یا جو عالم کے منہ سے سُنی جائے وہ حساب میں سچی ہوتی ہے۔ باقی کا کیا اعتبار ہے۔

یا پھر پیر و مرشد کامل والے کہیں اُن تمام کوچ مانوں۔ ان کی بات کو عین سچ جانوں اس میں ذرا بھر بھی خامی نہیں ہوتی ہے۔ بے شک وہ بات کو گھما پھرا کر ہی کیوں نہ کریں جس کا اندازہ بھی نہ لگایا جاسکے سمجھ میں ہی نہ آئے وہ پوشیدہ راز ہوں تمام سچ لیکن ان کے بناں انہیں کون جانیں۔

اللہ والے ہمیشہ ہمیشہ سکھی ہوتے ہیں یہ رب کی طرف سے چراغ روشن کیے ہوئے ہیں۔ یہ دیدار کے نشے میں ہی ہر وقت مست رہتے ہیں۔ انہیں اور خیال نہیں ہوتا ہے۔

اے بھائی یہ جیسے جیسے لوح و قلم کا لکھا دیکھتے ہیں۔ اس میں ایک بال برابر بھی فرق نہیں ڈالتے ہیں۔ ہر بات کی خبر دیتے ہیں۔ ان کی بات پر اعتبار کرو یقین سے مانوں یہ بالکل سچ کہتے ہیں اسے آیت کی طرح سچی مانوں چاہے یہ سوتے میں ہی باتیں کرتے ہوں۔

افسوس بھائی پری کی بات پھر ایک طرف رہ گئی ہے۔ شاہ پری نے ملکہ خاتون کو یہی بات کہی ہے اسے یہی سمجھایا ہے۔

دیکھی اور سُنی سنائی باتوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی بات کرو میرا بھی یہی مطلب ہے جو تم نے خود دیکھی ہے وہ کہانی سناؤ۔

ملکہ خاتون نے بڑی ریکی زبان سے کہا پری نے آگے وہ خوش کلامی اور خوش بیانی آگے کبھی نہ دیکھی تھی جواب اس کی گفتگو میں جھلک رہی تھی۔

بڑی میٹھی باتیں بڑی معقول گفتگو علم عقل اور ہوشیاری بنسری اور شہنائی سے بھی زیادہ اس کی بول چال میں صفائی تھی ہر لفظ

سنیاں گلاں تے کی باور باہجوں علم کتابوں جو عالم دے موہوں سینے سوئی کھری حسابوں

یا جو سائیں والے آکھن اوہ سچ من تمامی پکی جان کلام انہاندی ذرہ نہیں وچ غامی توڑے الٹ پلٹ فرماون وچ قیاس نہ اونے گوجھی رمز ہوسی سب سچی کون انہاں بن پاوے

سائیں والے سدا سکھالے رب دے بالے دیوے مت الٹ شراب وصل دے ہر دم رہندے کھوے

جیتوں جیتوں لکھیا ویکھن بھائی آنھر لوح قلم دا والے جتنا فرق نہ پاون دین پتہ ہر کم دا باور کرو یقین لیاؤ گل انہاں دی اتے آیت وانگر سچ کر منوں توڑے پچھن تے

ہائے ہائے گل پری دی بھائی پھر برطرف رہی ہے شاہ پری نے ملکہ تائیں ایہو بات کہی ہے ڈٹھیاں سنیاں گلاں اندر ہوندا فرق بتیرا اکھیں ڈٹھی کہیں۔ کہانی ایہو مطلب میرا

ملکہ خاتون بی بی بولی نال زبانی مٹھی! اوہ فصاحت آتے بلاغت پری نہ آگے ڈٹھی

بول ریلے رنگ رنگیے علم عقل چترائی مرلی بینسریوں کجھ آتے وچ آواز صفائی

پچھن۔ سوتے میں بات کریں۔

بے وفائی کر جاتے ہیں۔

محبوب کے ساتھ پیار کرتے ہیں اور اُسے دھوکے فریب سے مائل کر لیتے ہیں جب وہ محبوب انہیں مل جاتا ہے انہیں پیار کرتا ہے پھر فوراً ہی آنکھیں بدل لیتے ہیں۔

یہ لڑکیوں سے بڑے دھوکے فریب دغا بازی کرتے ہیں جب دل بس میں ہو تو کرتے ہیں اور بعد میں اسی محبوب کے سر میں راکھ ڈالتے اُسے رسوائی کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔

پریوں سے اور ہی طرح کا انسانوں کا چال چلن طریقہ ہے یہ دونوں اجناس علیحدہ علیحدہ ہیں ان کی آپس میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ یہ نہیں مل سکتے ہیں۔

پریاں ہمیشہ وفادار ہوتی ہیں۔ اپنی زبان کے کیے وعدے پورے کرتی ہیں۔ اپنی جان سے بھی اُس کو عزیز جانتی ہیں۔ جسے یہ اپنا محبوب کہتی ہیں اس پر جان بھی قربان کر دیتی ہیں۔

ہمارے لیے انسانوں کی دوستی بڑی بے کار ہے۔ یہ عاشق بن کر پوری دنیا میں معشوق کو بدنام اور بے عزت کر دیتے ہیں کسی کی عزت کا خیال نہیں کرتے۔

جب ان س پیارا معشوق ملتا ہے اسے گلے لگا کر بڑا پیار کرتے ہیں یہ اس نعمت کی قدر نہیں کرتے ہیں کوئی ایک ہوتا ہے جو اس کی قدر و قیمت جانتا ہے۔

ملکہ خاتون اور بدرہ خاتون نے فوراً اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ بڑی منت سماجت کے بعد پھر اسے جواب دیا۔

تیری اور ہماری بڑی پیاری محبت اور مضبوط برادرانہ رشتہ ہے۔ بہت ہی پیارا اے لڑکی بڑا بیٹھا اور بہت زیادہ قرب ہے۔

ہم نے شہزادے سے پہلے ہی پکے وعدے کیے ہوئے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہو تو شاہ پری کی تم سے ملاقات کروادیں گے۔ تمہیں اس سے ملا دیں گے۔

محبوبان دا نیوں لگاون کر کر مکر بھلاون
جاں دلدار ملے گل لاوے جھبڈے ہی رَج جاون

گھی دغے فریب بتیرے کردے نال سیاں دے
جاں دل دس کرن تاں پاون بھس سروں پیاں دے

پریاں نالوں ہور طرح دا آدمیاں دا چالا
ایہ دو جنساں دکھو دکھی رَلا نہ نسبت والا

پریاں دائم لوک وفائی پالن قول زبانی
جانی نالوں اتم جان جس نوں آکھن جانی

ساڈے بھانے آمیاں دی یاری بہت نکاری
عاشق بن بدنام کریندے وِج ولایت ساری

جاں معشوق پیارا لہے رَج رَج لین کلاوے
اس نعمت دا قدر نہ جان کوئی وِلا مل پاوے

ملکہ خاتون بدرہ خاتون بدھے ہتھ شابی
منت کر کے شاہ پری دل ہویاں پھیر جوابی

تیری ساڈی مہر محبت گوہڑا بھائی چارا!
بہت پیارا مٹھا کڑیئے حدوں بے شمارا!

اساں شہزادے نال پکائے پکے قول اگیرے
اللہ بھاوے میل دیاں گے شاہ پری سنگ تیرے

پری اٹھ کر ملکہ خاتون سے کہنے لگی آؤ ذرا تمہارے باغ کی یہ کریں اور ہوا خوری کریں ذرا باغ میں گھوم پھر کر دیکھیں۔
ملکہ خاتون کا دل بڑا خوش کہ رب تعالیٰ نے امید لگا دی ہے ایک دوسری کی انگلی پکڑو وہ دونوں باغ کی سیر کرنے لگیں۔
بار بار باغ کے چکر لگا رہی تھیں اور ہوا خوری کر رہی تھیں چوک کنارے فوارے چشمے اور حوض اور سرائے دیکھ رہی تھیں۔
رنگ محل چبارے دھولہ تہہ فانی اور بارہ دریاں اور اس حضوری باغ میں پریاں بھی پر نہیں مار سکتی تھیں جس میں وہ پھر رہی تھیں۔
ہریالی پانی سے ڈھل کر حضرت خضرؑ کی پوشاک کی طرح سبز تھی اور گلاب کے پھول سکندر ذوالقرنین کی طرح تخت سجا کر بیٹھے تھے۔
بڑے نلا واداسے سرو کے پیڑ جھول رہے تھے کلیاں قطاریں باندھ کر کھڑی تھیں جیسے قیمتی موتی کسی لڑی میں پروئے ہوں۔
زنگس کو شاہ پری کی آنکھوں کی محبت نے مست کر دیا تھا اور شگوفہ سر نکال کر کہتا تھا کہ میں نے بھی پری کا دیدار کرنا ہے۔
میں نے بھی اسے دیکھنا ہے۔

چنار بازو پھیلا کر زاہدوں کی طرح کنارے کھڑے تھے اور دعائیں کر رہے تھے رب تعالیٰ ہمیں پری دکھا کر ہی مارے۔
ایک دفعہ ہمیں پری کا دیدار کرادے۔

سرخ منہ کھول کر بڑا بن سنور کر بڑا حسین اور چمک کر اندرونی جدائی کا داغ گل لالہ بھی کھول کر دکھا رہا تھا۔ وہ بھی اپنی جدائی کا حال بیان کر رہا تھا۔

اور چنبے کی شاخ اٹھ کر جھکتی جیسے اپنے گورو کے سامنے اس کے چیلے (مرید) جھکتے ہیں اور گل عباسی جمائی لے کر کہہ رہا تھا کہ آج ہی نشے کا وقت ہے۔

آج شاہ پری دیدار کرانے والی ہے ہماری بھوک ختم ہوگی اور خوش ہوں گے۔ نگلی چلی جائے گی اور نشہ چڑھے جب اس سے

شاہ پری اٹھ آکھن لگی ملکہ خاتون تائیں!
آ اس باغ تیرے دے اندر لئے سیر ہوائیں
ملکہ دے دل خوشیاں ہویاں مولیٰ آساں لایاں
ہک دوجی دی انگل پھڑ کے باغے اندر آیاں
ژ ژ سیر کرن وچ باغے پھر پھر لین ہوائیں!
چوک عراق پھوبارے دیکھن چشمے حوض سرائیں
رنگ محل چبارے دھولہ بھوہرے باراں دریاں
اوس حضوری باغے اندر پر نہ مارن پریاں
سبزہ وانگ پوشاک خضر دی پاک ہو یا جل نہا کے
پھل گلاب سکندر وانگر بیٹھے تخت سہا کے
ناز آزاد صحیح سلامت جھولن سرد کھلوتے
کلیاں بنھ قطاراں کھلیاں در یتیم پروتے
زنگس مست محبت کیتا شاہ پری دیاں نیناں
عرض کرے سر کڈھ شگوفہ میں بھی درشن لیناں

ہتھ کھلار چنار کھلوتے زاہد ہار کنارے
کرن دعائیں مولیٰ سائیں پری دکھا کر مارے

سوا مکھ کشادہ کر کے بن تن روپ اجالا
وچلا داغ وچھوڑے والا کھول دے گل لالہ

اٹھ اٹھ نمدی شاخ چنبے دی جویں گورو دل چیللا
گل عباسی مار اداسی کہے نشے دا ویلا!

شاہ پری مکھ دن لگی بھکمہ چکسی سکھ پاساں
تروٹک جاسی نشہ چڑھے گا جاں انگ اس سنگ لاساں

شہزادہ شراب پی کر بیٹھا تھا اور اُسے نشے کی خماری آئی ہوئی تھی۔ اس کا خیال صرف اپنے محبوب کی طرف ہی تھا اور تمام بھول گیا تھا۔

شہزادے کا نشہ عروج پر تھا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ جب زیادہ مستی آگئی تو قانون پکڑ کر بجانے لگا اور گانے لگا۔ کلیاں مندریاں اور بند ملاتا ان کے اچھی طرح گھوڑے بناتا۔ ہر تار کو اپنی جگہ پر خاص سروں کر کے جوڑتا تھا۔ شہزادہ خود مصری زبان میں گانے لگا۔ جس وقت اس نے مسکر ساز بجایا تو تمام پرندے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے تھے۔ کسی کو ہوش نہ رہی تھی۔

جس وقت مضحک بجاتا اور داؤدی آواز میں گاتا تو تمام دکھی لوگ اپنے دکھوں کو بھول کر خوشی سے ہنسنے لگتے۔ دکھ یاد ہی نہ رہتے۔ جب نشے میں مست ہونے والوں کی طرح منوم ساز بجاتا تو زاہدوں رات کو جاگنے والوں کو میٹھی نیند آجاتی۔ اور اڑتے ہوئے پرندے زمین پر گر پڑتے اور بالکل حرکت نہ کرتے جیسے ذبح ہوئے ہوں اور اس کے پاؤں پر سر رکھ کر جنگل کے ہرن سو جاتے۔

جب وہ جستہ ساز چھیرتا تو مردوں میں جان آجاتی تھی۔ انہیں ہوش دلا کر گھروں کو روانہ کرتا جو پہلے بے ہوش تھے۔ باقانون کیا ستر قانون کو اور اس کی ہر تار درست کی ساتوں تاروں کو خوب تمام کو ہی بجاتا تھا۔ پھیر و راگ کا الاپ کرنے لگا بڑی کراری زبان سے اور رام کلی بھپاس کا الاپ کرتا اور ساتھ ہی دیو قندھاری بھی الاپتا تھا۔ پھر اسادری (نام راگ) اور پھر جوابی بھراڑے نوڈی اور رنا کا الاپ کرتا دن چڑھے وقت۔ تمام ہی یہ راگوں کے نام ہیں ان تمام کے بارے میں جاننا بس کی بات نہیں ہے۔

شاہزادہ مدھ پی کے بیٹھا بہت شرابوں مستی دلبر دل خیال دے دا دور کیتی ہور ہستی

نشہ کمال شہزادے چڑھیا لال دے رنگ رتا لے قانون و جاون لگا جاں ہو یا مدھ متا کلیاں مندریاں بند میلے راس بنائے گھوڑے ہر ہر تار مقام اپنے تے خوب سراں کر جوڑے آپ شاہزادہ گاؤن لگا نال زبانے مصری مسکر سازو جائیوس جس دم جانوراں مدھ و سری

جس ویلے مضحک و جاوے بول آواز داؤدی دکھیاں دے دکھ جاون سارے ہسن کر خوشنودی! جدوں منوم سازو و جاندا وانگن مست خماراں! گوہڑی نیندر نینیں آوے زاہد شب بیداراں اڈدے پنکھی ڈھین زمیں تے کٹھیاں ہار نہ ہلدے سر دھر اوہدیاں قدماں آتے سوندے مرگ جنگل دے

جستہ ساز جدوں پھر چھیردے پاوے جان مویاں نوں دیے ہوش گھراں دل ٹورے سخت بے ہوش ہویاں نوں باقانون کیتا سر قانون ہر ہر تار سنواری ستاں تاراں دی اسواری خوب و جائے ساری! بھیر و راگ الاپن لگا نال زبان کراری رام کلی پھپاس الاپے نالے دیو قندھاری گاوے پھیر اسواری اگوں پھیر میان بھراڑے نوڈی رنا دار الاپے چڑدی کلاں وھاڑے

خود تو سہیلیوں سے مل کر کھیلتی ہو تمہارے مقدر میں خوشیاں ہیں
کبھی تو ہم غریبوں سے بھی پوچھ کہ ہم ریگستانوں میں کیوں پھر
رہے ہیں۔

شکر بیچنے والا تاجر خدا کرے ہمیشہ ہی زندہ رہے۔ وہ کبھی پیار
سے کیوں نہیں پوچھتا ہے کہ طوطی تو بھوکی کیوں مر رہی ہے۔
اسے کیا تکلیف ہے۔

اے گلابی پھول کی شاخ تجھے تیرے حسن کا غرور منع کرتا ہے
تجھے روکتا ہے۔ یہ بات تو بلبل سے نہ پوچھو جو تیرے لیے پاگل
ہوئی پھرتی ہے۔ تیری دیوانی ہے۔

جب تم سہیلیوں کے ساتھ مل کر خوشی سے جام شراب نوش فرماتی
ہو اس وقت مجھے بھی یاد کرو جس نے سہکتے ہوئے ہی زندگی
گزار دی ہے۔

پتہ نہیں کیا بات ہے وہ ہم سے کیوں دور بھاگتے ہیں ان کے
دل میں کیا خیال ہے جن کی نہایت سیاہ آنکھیں ہم سے دوستی
نہیں کرتی ہیں۔ ہمیں نہیں پہچانتی ہیں۔

تمہاری خوبصورتی میں باقی تمام خوبیاں موجود ہیں ایک ہی کمی
ہے کہ تیرے حسن میں پیار اور وفا نہیں ہے۔ ان کی کمی ہے۔

اے باد صبا جب تو باغ ارم میں میرے محبوب کے پاس جائے گی
وہاں میری طرف سے میری جگہ ہو کر ان سے ہاتھ باندھ کر عرض کرنا۔
کہ میں ہر وقت تمہاری جدائی کی آگ کا درد اپنے سینے میں
برداشت کر رہا ہوں میں غموں کی کڑاہی تلا گیا ہوں جس طرح
مچھلی جل جاتی ہے۔ تلی جاتی ہے۔

اگر تمام جہاں دشمن بن کر مارنے والا ہے اور پھر تو ہی ایک میرا
دوست ہو تو میں موت سے نہیں گھبراؤں گا ہر پل تیرا شکر ادا کروں گا۔
جب تک عاشق اپنے محبوب کے دروازے پہ نہیں پہنچتا ہے
تب تک جدائی کا ظالم درد اس کی خلاصی کہاں کرتا ہے۔ اسے

آپ سیاں وچ رل کے کھیڈیں ماریں موج نصیباں
کدے تے پچھ غریباں تائیں جو ہوئے صحرائی

شکر و تپکن والا بنیاں شالا جگ جگ جیوے
کیوں نہیں پچھدا صلح کدائیں طوطی بھکھ سکائی

مان حسن دا ٹھاکے تینوں ہے پھل شاخ گلابی
پچھ نہیں گل بلبل کولوں جو تده کان سودائی

نال سیاں دے رل کے جس دم مدھ خوشی دا پیویں
کر کھاں یاد مینوں بھی جس نے سکدیاں عمر لنگہائی

خبر نہیں کی رنگ اینہاں دا کس سببوں ندے
گوہڑے نین سیاہ جنہاں دے کردے نہ آشنائی

حسن جمال کمال تیرے وچ ہور تمامی صفتاں
اکو عیب و فاء محبت نہیں اندر زیبائی

ہے واؤ جد باغ ارم وچ جائیں پاس پیارے
ہتھ بنھ عرض گزاریں او تھے ہو کے میری جائی

میں نت درد تیرے دی آتش سینے اندر جالاں
تلیاں وچ کڑاہ غماں دے جینوں مچھی جل جائی

جے جگ دشمن مارن والا توں اک سجن ہونویں!
موتوں ذرہ نہ ڈرساں کرساں دم دم شکر ادائی

جاں جاں عاشق پہنچے نائیں محبوباں دے در تے
کد خلاصی کردا اس دی ظالم درد جدائی

کا سبق پڑھتا۔

حقیقی حسن سے محبت کرتا اور صحیح نیک بختی پاتا۔ نیک بختوں سے واقفیت کرتا اور بڑا نیک بخت کہلاتا۔

آسمانی زل کا لاپور شہزادے کا گورا رنگ دیکھ کر پکا ارادہ کر کے اس کا حبشی غلام بننا چاہتا کہ میں بھی اس کا خدمت گار بنوں۔ خوبصورت ڈیل ڈول حسین صورت خوبصورت حسین رنگین قد خوبصورت خط (داڑھی) اور سر پر خوبصورت زلف اور بڑی خوش ریلی آواز تھی۔

اس کی بختی پوشاک حسن میں اضافہ کرتی اور اسے ہر لباس اچھا سمجھتا اور اس کی سیاہ زلف سے کستوری کی مہک آتی تھی۔

اور ہتھیار پہن کر جب شکار کے لیے سوار ہوتا اور اس کی بندی کی گولی کھا کر تمام جنگل کے ہرن گر پڑتے۔ بھاگ کر نہ جاسکتے تھے۔

شہزادے کی شکل دیکھ کر بہتا ہوا دریا بھی ٹھہر جاتا اور مگر پٹھ خوف سے کانپنے لگتا تھا جب وہ اپنے ہتھیار دھو تا تھا۔

شاہ پری نے اس کی معصوم آنکھوں کو روتے دیکھا تھا۔ ہر پلک کے بال سے آنسو موتیوں کے ہار پرور ہے تھے۔

اندرونی جوش جدائی کے غم کے بخار سے چہرے پر پسینے کے قطرے ایسے تھے جیسے گلاب کے پھول پر شبنم کے سینکڑوں قطرے موتیوں کی طرح ہوتے ہیں۔

بہشتی سیب جیسی ٹھوڑی گرد آلود ہوئی ہوئی تھی۔ اور درد سے ریلا داؤدی آواز نکل رہا تھا۔ آواز میں بھی وہ درد رچ بس گیا تھا۔

چکڑی اور سرو جیسا خوبصورت قد غموں کی کشش نے مار کر جھکا دیا تھا اب اس نے زمین پر سر رکھا ہوا تھا جدائی کے غم نے جھکا دیا تھا۔

جس وقت کسی غزل یاد ہو ہڑے یا شعر گاتا تو آسمان سے اڑتے پرندے گر پڑتے اور ان کے جسم سے ہوش ختم ہو جاتی۔

روپ سچے دا عشق کماوے عین سعادت پاوے سعداں نال کرے اشائی اکبر سعد کہاوے

کالا چور زل آسمانی گورا دیکھ شاہزادہ بنے غلام حلالی حبشی ثابت رکھ ارادہ

سوہنی بھنی سوہنی صورت سوہناں قد رنگیلا سوہناں خط آتے جھنڈ سوہنی خوش آواز ریلا

بن بن پئے پوشاکی ساری روپ چڑھے ہر ویسوں خوشبوئی کستوری حلے آون کالے کیسوں

پہن ہتھیار سوار ہووے جاں چڑھدا طرف شکارے گولی کھا بندی دی ڈھیندے مرگ جنگل دے سارے

صورت دیکھ شہزادے والی وگدا دہن کھلووے ڈر سناں لگے تھر کنباں جاں ہتھیار ڈھووے

شاہ پری دی نظری آتے نین ایانے روندے ہر پمن دے والوں موتی ہنجوں ہار پروندے

چہرے تے پریوں قطرے جوش بخار الم دے جیونکر پھل گلاباں آتے سے موتی شبنم دے

سیو بہشتی جیسی ٹھوڑی ہوئی گرد آلودی! دردوں درد ریلا نکلے آوازہ داؤدی

چکڑی سرو جیسا قد بانکا سوہناں ہریا بھریا چمک غماں دی مار اڑایا سر دھرتی پر دھریا

جس ویلے کوئی غزل رباعی دوہڑا بیت آلاوے اڈدے پنکھی ڈھین آسمانوں ہوش وجودوں جاوے

پرسو: چکڑی: جس درخت کی لکڑی کنگھیاں بنتی ہیں۔ اڑایا: جھک گیا۔

چھین سکے۔

ہم بھی دیکھ کر معلوم کریں کہ یہ کس کی تصویر ہے۔ ایسی بڑی حسینہ کون ہے جس کی دنیا میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ وہ ایسی کون ہے۔
ملکہ نے کہا اے محبوبوں کی سردار بہن میری بات سنو۔
شہزادے کے جسم میں وہی سچی تصویر جان ہے۔ جان کو جسم سے جدا نہ کرو۔

اسکی جان کو ختم کرنا چاہتی ہو کیوں اس کی جان جسم سے جدا کرنا چاہتی ہو۔ اس بے وطن عاشق کو جان اور جسم سمیت ہی اپنے پاس بلا لو۔

شاہ پری نے کہا اے ملکہ تمہاری بات مان لوں گی۔ لیکن تم ابھی اس بات کی ضد نہ کرو مجت حرس کو تھوڑا اور بڑھنے دو۔

تم بس خدا کے کاموں کی طرف دیکھو وہ کون سے کاموں میں راضی ہے شاید اسے بھی بلا لوں گی تم چند دن اور برداشت کرو۔
ملکہ یہ خوشی کی بات سن کر فوراً شہزادے کے پاس آئی۔ جتنی بھی بات ہوئی تھی تمام شہزادے کے گوش گزار کر دی۔ اسے بتا دیا۔
شاہ پری کا آنا جانا جو اس نے باتیں کیں اس کا ہنسا اور ساتھ تصویر مانگنے والی خواہش بھی بتائی۔

شہزادے نے کہا اے ملکہ تیرے لئے تو یہ ایک تصویر ہی ہے اس کا ایک ایک بال جان کے برابر ہے میرے بغیر اس کی قدر کون جانے گا۔

اگر یہ آنکھ سے پوشیدہ ہو تو آنکھیں آنسوؤں کا پانی نہیں برداشت نہ کر سکتی ہیں۔ دریائے انک کی طرح رُک نہیں سکتے یہ میرے درد کے آنسو۔

وہ زور آور میں کمزور ہوں اگر وہ تصویر واپس نہ کرے تو میں ایک ہل برداشت نہیں کروں گا جیسے بن تیل کے دیا اس طرح جل مروں گا۔

دیکھ ایس بھی معلم کرئیے ہے ایہ مورت کس دی ایسی جو بن متی کوئی دھوم پئی جگ جس دی ملکہ کہندی سن نی بھینے محبوباں وچ آچی شاہزادے دے جسٹے اندر جان اوہ مورت سچی

جند اوہندی نوں مٹیا لوڑیں کیوں نکھیریں تن نوں جندو تنے سمیت بلا لے عاشق بے وطن نوں

شاہ پری نے کہیا ملکہ میں منساں گل تیری پر توں آجے نہیں کر کھڑا ہووے حرس گھنیری!
دیکھ رہے دیاں کماں ولوں کرسی کھیڑے کم کھاں اس نوں بھی مت سد ملاں گی ہور کوئی دن جر کھاں ملکہ سن کے گل خوشی دی جھبڈے جھبڈے آئی جو گذری شاہزادے آگے ساری کھول سنائی شاہ پری دا آون جاون جو کجھ بولی ہسی!
نالے مورت منگن والی خواہش بھاری دی شاہزادے فرمایا ملکہ مورت تیرے بھانے اک اک وال اہے مل جانی میں بن قدر نہ جانے

جے اکھیں تھیں اوہلے ہووے نیر نہ ٹھلن دیدے وانگ انک دے انک نہ رہندے ہنوں درد رسیدے

اوہ ڈاڈی میں رنا جیکر مورت موڑ نہ دیوے گھڑی نہ جرساں تے سرد مرساں جیوں تیلے بن دیوے

سیف ملوک نامی ایک عاصم شاہ کا بیٹا ہوگا اور عاصم شاہ کا باپ شاہ صفوان ہے۔ جو ابھی تخت و تاج کا مالک ہے۔

اس صورت پر عاشق ہو کر وہ زمانے میں پھر کر اسے تلاش کرے گا اور آخر کار بدیع جمال پری کے ساتھ اس کا نکاح ہوگا۔

نبی سلیمان نے یہ دونوں شاہ مہرے لے کر رکھ لئے اور ساتھ اطلس جریر کے تھان جو کئی رنگوں میں رنگے ہوئے تھے۔

یہ پیغمبر کے گھر میں بڑی دیر تک پڑے رہے عرصہ گزر گیا۔ ان کا وہاں سے نکلنے کا سبب تب بنا جب رب تعالیٰ نے وقت بدلا۔ جب ان کے نکلنے کی گھڑی آئی۔

ایک دن صفوان بادشاہ نے حضرت سلیمان کو تحفے اور ہدیے دیئے اور نبی سلیمان کو بے حد خوشی ہو۔ یہ تحفے بڑے قیمتی اور اعلیٰ تھے۔

جب وہ صفوان پر خوش ہوئے کہا کہ میں صفوان کو وہ کچھ دوں جو اس کے گھر میں پہلے نہ ہو کیونکہ انسانوں اور جنات کا بادشاہ ہوں۔

اس وقت یہ حسین صورت والے شاہ مہرے اور اطلس اور جریر کے وہ سچے تھان جو نبی نے رکھے ہوئے تھے۔

ایک اپنے ہاتھ کی انگوٹھی اور ساتھ ہی یہ دو نقشے انہوں نے شہزاد کے دادے کو دیئے تھے اس تحفے کے بدلے میں جو شہزادے کے دادا نے انہیں دیئے تھے۔

اس کے بعد عاصم شاہ شہزادے کے باپ کو ملے اور پھر اس کے ہاتھ آئے۔ انہیں دیکھتے یہ اس پر عاشق ہو گیا اور آج تم تک آپہنچا ہے۔

جب بدیع جمال پری نے یہ تمام حقیقت سنی تو شیشہ لے کر منہ دیکھنے لگی۔ مورت کے کردار کو پرکھنے لگی۔ اور وہ اس حقیقت تک جاننا چاہتی تھی۔

وہ اپنا چہرہ شیشے میں دیکھتی اور ساتھ ہی تصویر بھی دیکھتی تھی۔ کہیں پر ایک تل بھر فرق کسی حساب سے کسی جگہ بھی نہیں نظر آ رہا تھا۔

سیف ملوک ہوسا اس ناتواں عاصم شاہ دا جایا پیو عاصم دا ہے شاہ صفوان جس ہن تخت سہایا

اس صورت تے عاشق ہو کے سرگردانی چاسی اوڑک نال بدیع جمالے اوہ نکاح پڑھاسی

نبی سلیمان لے کے رکھے ایہ شاہ مہرے دوئے نالے اطلس تھان حریروں رنگ رنگ رنگے ہوئے

توشے خانے پیغمبر دے مدت رہے بہتیری! نکلن دا ڈھو ہویا او تھوں مولیٰ ساعت پھیری

اک دن شاہ صفوان بہادر نبی سلیمان جی نوں تحفے ہدیے بہتے دتے ہوئی خوشی نبی نوں

خوش ہویا صفوانے اتے کہندا اوہ کچھ دیواں گھر اس دے جو ہووے نہ آگے میں شاہ آدم دیواں

اوس ویلے پھر ایہ شاہ مہرے صورت سندر والے نالے اطلس اتے حریروں اوہ سچے پرکالے

اک انگوٹھی ہتھ اپنے دی نالے ایہ دو نقشے شاہزادے دے داوے تائیں نبی سلیمان بخشے

اس تھیں بعد لئے شاہ عاصم پھیر اس نوں ہتھ لگے دیکھن سات ہویا ایہ عاشق کہہتا تھہ آگے

جدوں بدیع جمال پری نے سنی حقیقت ساری شیشہ لے لگی منہ دیکھن سنگ مورت کرداری

اپنا آپ تکے وچ شیشے نالے مورت دیکھے تل بھر فرق نہ کدھرے آوے ہر جانی ہر لیکھے

ڈھو: موقعہ۔ پہنچا، پہنچا۔ دیکھن سات: دیکھتے ہی۔

لئیرا ہے۔

ان کے بڑے اچھے نصیب ہیں جن کا محبوب ان سے محبت کرتا ہے۔ سچے عشق نے عاشق کے دل کو مہارڈال کر کھینچ لیا۔ جو عاشق پر عاشق ہوتا وہ دوست نہیں قاتل ہے آخر اے محمدؐ اسے بدلہ مل جاتا ہے اگر وہ برداشت کرے صبر کرے۔ عاشق کہتے ہیں کہ عشق اور محبت ایک روحانی آئینہ ہے عاشق سے محبوب کو نشانی اور حالت بتا دیتا ہے۔ اسے آگاہ کر دیتا ہے۔ عاشق غیب سے ہی حسین خوبصورت لگتا ہے اے محمدؐ کون مجاز ہے ہر ایک حقیقی راز ہے۔ سب حقیقی بھید ہے۔

جب تک زمین آسمان کرسی عرش اور مینارے ہیں اور لوح قلم اور جنت دوزخ اور تمام حوریں اور ملائک ہیں۔ تب تک عشق کے کئے ہوئے نکاح ٹوٹ نہیں سکتے ہیں۔ عاشق اور معشوق اے محمدؐ ہمیشہ نئے پیارے ہوتے ہیں۔ بدرہ خاتون اور ملکہ خاتون اور لڑکیاں کیا دیکھتی ہیں۔ کہ پری کا رنگ زرد اور زلفیں بکھری ہوئی گلے میں پڑی ہوئی ہیں۔ منہ خشک پریشان حال تمام شوخیاں ناز انداز ختم ہو چکے تھے۔ جو اے محمدؐ راز دان معالج ہوتے ہیں وہ دیکھتے ہی مرض کا پتہ لگا لیتے ہیں۔

شاید شہزادے کے عشق نے پری پر اپنا اثر کر لیا تھا۔ اور شاہ پری کا دل لوٹ لیا تھا۔ اور زنجیر ڈال کر باندھ لیا تھا۔ ملکہ خاتون جا کر اس سے آہستہ آہستہ پوچھنے لگی اے بہن طبیعوں سے مرض چھپا کر نہیں رکھنی چاہئے جو بھی بیماری ہو اسے ظاہر کر دینا چاہئے۔

اگر مرض سے شفا چاہتی ہو تو طبیب کے ہاتھ میں بازو پکڑا دینا چاہئے اور اندرونی مرض تمام بتا دے اور دکھوں سے پناہ مانگو۔

واہ واہ بھاگ نصیب تنہاں دے یار جنہاں تے وکیا
سچے عشق عاشق دے دل نوں پا مہاراں جھکیا
عاشق آتے عاشق ہووے جو محبوب ہتھیارا
اوڑک بدلہ لئے محمدؐ پر بے کرے سہارا
عاشق کہندے عشق محبت شیشہ ہے روحانی
حال عاشق دیوں دلبر تائیں دسا کھول نشانی
عاشق نوں از غلیبوں دسا سندر روپ گمانی
کون مجاز محمدؐ بخشا ہر اک سر حقانی
جاں جاں توڑی دھرتی انبر کرسی عرش منارے
لوح قلم تے جنت دوزخ حور فرشتے سارے
تاں تاں تیک نکاح عشق دے نہیں ترن ہارے
عاشق تے معشوق محمدؐ دائم نوں پیارے
بدرہ خاتون ملکہ خاتون کی دیکھن مڑیاں
کیسر ورگا رنگ پری دا زلفاں گل وچ پیال
منہ کملا ناں حال پریشاں شوخیاں بھج گیاں!
محرم بید محمدؐ مرضاں دیکھدیاں لبھ لیاں

شاید عشق شاہزادے والا چڑھیا گھٹاں بنا کے
لٹ لیوس دل شاہ پری دا بدھوس سنگل پا کے
ہولیں ہولیں ملکہ خاتون پچھن لگی جا کے
بھینے روگ طیبیاں کولوں رکھے نہیں چھپا کے

جے مرضوں چھٹکارا چاہیں دیہ بیداں ہتھ باہاں
بیدن دس اندر دی ساری دردوں منگ پناہاں

اس پر قربان ہوگئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ وہ تنہا بیٹھا ہوا ہے شمع روشن ہے پروانے جل رہے ہیں عشق اسے زبردستی لے گیا۔

شہزادہ بیٹھ کر شراب پی رہا ہے اور ہاتھ میں پیالہ پکڑا ہوا ہے۔ اور شراب بالکل دل کے خون کی طرح سرخ ہے۔ اور صاف ہے۔

مستی کا پیالہ شراب سے بھر پور تلی پر رکھا ہوا ہے اور باب کے تار چھیر کر جدائی کے گیت گارہا ہے۔ اپنی جدائی کے دکھ بیان کر رہا ہے۔

جدائی کی لمبی رات سگھی لوگوں کیلئے ایک پل برابر ہے اور اگر کوئی عشق کا قیدی ہے اس کی قدر وہی جانتا ہے۔ دوسرے کو کیا خبر ہے۔

کبھی کبھی یہ درد اور جدائی کے دو ہڑے کہتا۔ میں اسی طرح سناتا ہوں جس طرح شہزادہ گارہا تھا۔ تب ہی مزہ آئے گا۔

مجھ غریب الوطن پر آج رحمت کی رات آئی ہے۔ آج مہربانی کی رات آئی ہے۔ آج محبوب کے محلے میں ہر پل کی گزر ہوئی ہے۔ وقت گزر رہا ہے۔

محبوب کی اصلی صورت اپنے دل میں نظر ڈال کر دیکھوں اے محمد میرے اس غم کی میرے محبوب کو کون ہے جو جا کر خبر دے۔ اسے میرے دکھ سنائے۔

اس کے چہرے کو دیکھنے کی غرض سے زلفیں اور یہ بیچارہ دل کفر سے تو فارغ ہو گیا ہے اور اسلام کا ایک کنارہ پکڑ کر بیٹھا ہوا ہے۔

دل کا چین دل کا سکون لوٹ کر لے گیا ہے۔ انشاء اللہ کبھی تو محبوب مل کر سکون دے گا۔ جب اس کا دیدار ہوگا تو سکون ملے گا۔

باغ کی بہاریں اور چمن کے پھول محبوب کے بغیر کس کام کے جب محبوب ملے تو ہزاروں دکھ ختم ہو جائیں لاکھ بار خدا شکر کروں۔

کی تکی شاہزادہ آگے بیٹھا اک اکل! بلدی شمع پتنگ جلیندے عشق کھری کر بنا

پیندا بیٹھ شراب شہزادہ پھڑیا ہتھ پیالا! لوہو دل دے وانگر سوہا صاف شراب اجالا

کاسہ مت تلی پر رکھے کر بھر پور شرابوں گاؤے گاؤں درد فراقوں تار بلا رباوں

لمیں رات وچھوڑے والی پل جھل سگھیاں بھانے جے کوئی قید عشق دے اندر قدر اوہو کجھ جانے

کدے کدے ایہ دوہڑے آکھے درد وچھوڑے چایا شاہزادے دے موہوں ہو کے چاہیئے سخن سنایا

میں پردیسی نوں آج آئی شالا رات کرم دی یار سخن دے کوچے اندر جال ہوئی ہر دم دی

دل وچ چاہ نگاہ کر دیکھا صورت اصل صنم دی دلبر نوں جا کہے محمد کون خبر اس غم دی

زلفاں منہ اوہدے دی حرصوں ایہ جیوڑا بیچارا کفروں فارغ تے اسلاموں بیٹھا پکڑ کنارا

دل آرام آرام دے دا کھڑیا تے لٹ سارا شالا کدے آرام دیوے گا مل کے یار پیارا

باغ بہاراں تے گلزاراں بن یاراں کس کاری یار ملے دکھ جان ہزاراں شکر کراں لکھ واری!

پہلے دن سے ہی یہ بات نظر آ رہی تھی جب میں نے محبت کی تھی۔
میرے پیار کا صدقہ بھی اسی طرح ہوگا۔ جس طرح شیریں کیلئے
فرہاد کا ہوا تھا۔

کہ میں شاہ پری سے ایک انسان ہو کر محبت کر بیٹھا ہوں وہ کیسے
میرے ساتھ محبت کرے گی کیا میں اس کے لائق ہوں۔ مجھے
وہ اس قابل جانے گی۔

اپنے وطن کو چھوڑ کر بے وطن ہو گیا ہوں میں نے کیسے انوکھے
کام کئے ہیں۔ میں ایسا بے نصیب ہوں کہ میرے حصے میں دکھ
ہی آئے ہیں سکھ نہیں ہیں۔

جس کی محبت میں میں نے جان کی بازی لگائی ہوئی ہے۔ اسے
میرا خیال نہیں ہے۔ میں کس سے فریاد کروں جو اس قلم زیادتی
کا انصاف کرے۔

میری زندگی کے شہر میں میرے محبوب کا حکم چلتا ہے اور حاکم خود بے
انصاف ہے بے گناہ کو پھانسی پر لٹکا کر خود ہنٹا لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔
مجھے کسی پر کوئی افسوس نہیں ہے میں کیسے نصیب لکھا کر آیا ہوں۔
اے محمد کہو کہ لوح قلم کا لکھا ہوا کون مناسکتا ہے۔

اے محبوب ہم تیرے دیدار کو ترستے اور تم نہیں چاہتا ہے۔ ہم تیرے
دروازے پر کھڑے ہیں اور ہمیں کیوں خالی واپس کرتا ہے۔
اگر تو میرے سر پر تلوار مارنا چاہتا ہے تو میں آگے ڈھال نہیں
کروں گا۔ کہ شاید تیرے اعمال نامے میں میرا بھی نام لکھا جائے۔
جس کے عشق نے ہمیں روند کر خاک میں ملادیا ہے۔ میں اس کے
قدم چوموں گا کوئی شکایت نہیں کروں اگر وہ ایک بار نظر آ جائے۔
میں وہ بے وفا عاشق نہیں ہوں قلم سے تنگ آ کر بھاگ
جاؤں اگر تو جان بھی چاہے گا تو دوں گا کوئی بہانہ نہیں کروں گا۔
اگر تو مجھے خوش رکھے تو میں خوش رہوں گا کبھی پریشان نہیں
ہوتا۔ تیرے دروازے کی میں خاک ہوں پاؤں تلے رونداجا

پہلے دن دی سجدی آہی جدوں پریت لگائی
شیریں جان مثل فرہا دے صدقہ ہوگ پر م دا

شاہ پری دا نیوں لگایا خاکی بندہ ہو کے
کہ میرے سگ آفت کرسی کی میں آس دے کم دا

وطنوں چھوڑ ہوئیوس پردیسی پاڑن پاڑ اولے
دکھ سہے سکھ پایا ناپیں سر یا میں کرم دا

جس دی یاری تے جند واری نہ کردی دلداری
کس آگے فریادی جائے کرے نیاں ستم دا

نگری میری حکم سجن دا حاکم آپ انیائیں!
بے دوسے نوں سولی دے کے ہمدان ویکھ پلم دا
ہائے افسوس نہ دوس کسے تے کہے کرم کر آیا
آکھ محمد کون مٹا دے لکھیا لوح قلم دا
ایں تسانوں سکدے سجنان تده نہیں دل سکدا
آن کھلے در تیرے آتے کیوں خالی مر چکدا
جے تلوار میرے سر ماریں ڈھال نہ رکھساں آگے
مت تیرے اعمال نامے وچ نام میرا بھی لگے
جس دے عشق تاز گویا خاکو نال رلایا
قدم چماں گا نہ عذر کراں گا جے اوہ نظری آیا
میں اوہ عاشق کچا ناپیں قلم تکاں بھج جاواں
جان منگیاں تاں حاضر کرساں نہ کجھ عذر لیاواں
خوش بخوش رہاں جے رکھیں کدی بیزار نہ تھیندا
در تیرے دی خاک نماںاں پیراں بیٹھ ملیندا

بھری نظر آئی۔ پر م۔ عشق۔ محبت۔ نیاں: انصاف۔ پلم دا لکھتا۔ سکدے۔ ترستے۔

ملاپ کی بہار آ رہی ہے۔

بلبل گلاب کے پھولوں پر جا بیٹھی اور بھنورہ گل لالہ پر شمع اور پروانے مل گئے چاند اور چکورا بھی اکٹھے ہو گئے تھے۔ سب کو اپنا مطلب مل گیا تھا۔

عاشق کو اس کا محبوب اکیلا نظر آیا اس کے حسن کی چمک ہر ذرے کو سورج کی طرح روشن کئے ہوئے تھی۔ ذرات بھی سورج کی مانند چمک رہے تھے۔

باغ میں جو نہروں کنوؤں اور فواروں میں پانی تھا۔ اے محمد بخش اس کی بوند ایک ندی کی طرح دکھائی دیتی تھی۔

جو خشک تنکے بے کار تھے جو پاؤں تلے روندے ہوئے تھے۔ وہ چنبے اور گل لالہ کی طرح تمام روشن نظر آ رہے تھے۔ چمک رہے تھے۔ رات بڑی روشن ہر طرف دکھائی دے رہی تھی۔ اسے میں زبانی کس طرح بیان کروں۔ گویا باغ حضرت موسیٰ کے کوہ طور کی ایک نشانی پیش کر رہا تھا۔

مشرق سے مغرب سب جل تھل ہی دکھائی دیتا تھا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جس طرف بھی دیکھتا وہی صورت نظر آ رہی تھی جس کا تمام جلوہ تھا۔

شہزادہ خدا کا شکر ادا کر کے پری کے پاس گیا تین دفعہ اس کے چوگر دکھوم کر اس کا طواف کیا اور اس پر اپنی جان دارتا۔ اس کے حسن کا جلوہ دیکھ کر بدن میں طاقت اور حوصلہ نہ رہا تھا۔ اس کی شکل اور نقش بالکل سچ پہچان لیا تھا کہ مجھے لوٹنے والی یہی صورت ہے۔

اسے سلام اور اس کا طواف کر کے پھر اس کے دونوں پاؤں پکڑ کر تلوے چومتا نہیں سر آنکھوں پر ملتا اس کے قدموں میں گرا ہوا تھا۔ خوشیوں سے مگن ہو گیا تھا پوشاک میں نہیں سمرا ہا تھا تب اس وقت اپنی زبان سے یہ شعر کہتا۔ جو میں آپ کو سن رہا ہوں۔

بلبل و نچ گلاں تے بیٹھی بھور لدھے گل لالے
شمع پتنگ اکٹھے ہوئے چن چکورا نالے

عاشق نوں محبوب پیارا آیا نظر اگلا
ہر ذرے نوں سورج کردا اس دا نور تجلا

باغ اندر جو پانی آہے نہراں کھوہ پھوہارے
ہر ہر بوند محمد بخشا ندیاں دا دم مارے
سکے گلچیزے جیہڑے پیراں پیٹھ ملیندے
چنبے تے گل لالے وانگر روشن سبھ دسیندے
روشن رات دے ہر پاسے کی گل کراں زبانی
موسیٰ دے کوہ طورے والی ہویا باغ نشانی

جل تھل مشرق مغرب توڑی ہور نہیں کجھ دسا
جتول دیکھے اوہو صورت جلوہ سارا تس دا

شاہزادہ شکرانہ پڑھ کے گیا پری دے کو لے
ترے داری چوگر دے پھر کے طواف کرے جند گھولے
جلوے روپ گھنے دے کولوں طاقت تران نہ رہیا
صورت نقش صحیح پہچاتی چور میری ہے ایہا

کر سلام طواف چو پھیرے پھر دو پیر پکڑ کے
تلیاں چم ملے سر اکھیں قدماں۔ اندر جھڑ کے
خوشیاں کردا میوے ناپیں دونا ہو ہو بہندا
تال اس ویلے اس مضمونوں بیت زبانون کہندا

انسانوں کا عشق محبت اور ان کے زبانی قول اقرار اس وقت تک ساتھ دیتے ہیں جب حسن اور جوانی جو بن پر ہو۔ نئی جوانی ہو۔ جب کچھ عرصہ اکٹھے گزارتے ہیں پھر محبت پرانی یعنی کم کر دیتے ہیں۔ جوش زیادہ اور گزر گاہ کم جیسے سیلابی پانی کرتا ہے۔ اس میں جوش بڑا ہوتا ہے۔

شاہ پری ایسی باتیں کر کے اپنے عاشق کو آزمانا چاہتی تھی چلتے گھوڑے کو چابک مار کر اس کی تیزی آزما رہی تھی اس کے اندر کی کیفیت جاننا چاہتی تھی۔

لیکن اس کے اندر شہزادے کا عشق چھریاں چلا رہا تھا۔ اس سے غصیلی باتیں کر کے اس کا عشق پرکھنا چاہتی تھی اس کے عشق کی انتہا کو دیکھنا چاہتی تھی۔

اس کے اپنے دل کو کوئی صبر قرار نہیں تھا شہزادے پر مردی تھی۔ اپنے عشق کو چھپا کر محبوب کو آزما رہی تھی آفرین ہے اس عورت کی دلیری پر۔

کئی طرح کے سخت الفاظ اور شہزادے کو طعنہ دیتی۔ محبت کے شربت کو اور زیادہ کاڑھنا (پکانا) چاہتی تھی وہ عشق کی بیماری کی جو مریض تھی۔

عشق اسے بڑے سبز باغ دکھا رہا تھا اس کے دل کو حسین خواب دکھا رہا تھا شہزادے نے اس کا دل موہ لیا تھا۔ اس پر بڑے بدمزہ سوال کرتی تاکہ اس کے دل کی بات جان سکے۔

وہ اس کا دل لینا چاہتی تھی۔ شاہ پری باتیں کرتی اور شہزادہ حیران تھا۔ بالکل چپ چاپ زمین کی طرف نگاہیں اور دل فکروں میں گھرا ہوا تھا۔

زمین کریدتا لیکن بات نہ کرتا اور آنسو بہائے جا رہا تھا۔ اور کبھی کن اکھیوں سے پری کی طرف دیکھتا جب کوئی موقع ملتا تھا۔

آدمیاں دا عشق محبت قول اقرار زبانی اچرک توڑی نال بنا ہو جاں جاں نویں جوانی جاں کوئی روز گزارن کٹھے کرن پریت پرانی جوش وڈاتے گھاٹا و ہلا جیوں کر ہڑ دا پانی

شاہ پری ایہ کر کے گلاں عاشق نون تمچائے چلدے گھوڑے نون جز چابک تا اودھا آزمائے

اندر عشق شہزادے والا پیا وگاوے چھریاں عشق اودھا آزمایا لوڑے کر کر رمزیاں بریاں

دل وچ صبر قرار نہ آپوں شاہزادے پر مردی عشق چھپائے یار آزمائے دھن ناری دی مردی

کئی طرح دے بولی طعنہ شاہزادے نون مارے شربت نیوں پکایا لوڑے ماری عشق آزارے

چاٹ سلونی عشق چٹائے دلوں شہزادہ مٹھا سٹخ جواب ترش رد کردی پھکا جاوے ڈٹھا

شاہ پری ایہ گلاں کردی سیف ملوک حیرانی نموں جھان زمیں ول دیکھے فکر پیا دل جانی

دھرت پھر ولے موہوں نہ بولے ہنوں بھر بھر رووے اکھ چرا پری ول۔ تنکے جاں کوئی ویلا ہووے

بھاگ کر خود بچ گیا۔

میرے اور تمام ساتھی وہاں مارے گئے اس بھاری مصیبت سے خدا تعالیٰ نے خود بچالیا تھا۔ ہر اس کاہی کرم تھا کہ وہ بچائے جا رہا تھا۔

پھر جو وہ باشک ناگ پہاڑ سے نیچے پانی پینے کیلئے آیا تھا میں اس کی دم پکڑ کر اس پہاڑ پر چڑھ گیا وہاں سے بھی رب نے بچالیا تھا۔ وہ جو وہاں سے بڑے بڑے کھانے والے کیڑے نکلے تھے میں بچ گیا اور ایک جانور ان سب کو چن چن کر کھا گیا اور مجھے پھر رب تعالیٰ نے بچالیا۔

جب وہ پرندہ اڑنے لگا تو میں نے اس کے مضبوطی سے پاؤں پکڑ لئے اور سینکڑوں کوس کے فاصلے تک پکڑے رکھے۔ اس سے بچا تو اور بڑی آفت آگئی تھی ایک ایسا باشک ناگ جس نے تمام جنگل زمین جلادی تھی وہ جدھر منہ کر کے پھونکتا تھا آگ لگ جاتی تھی۔

اس سے بھی رب تعالیٰ نے محفوظ رکھا ذرہ بھر بھی سینک نہیں لگا تھا پھر بلاؤں شیروں میں جنگل میں رہتا تھا۔ وہاں سے بھی بچ گیا تھا۔ ہر درندے ہر سانپ ہر شیر سے رب تعالیٰ نے مجھے خود بچایا۔ اور کتنی جگہوں پر مجھے مارنے والے کتنے پرندے ملے جو مارنا چاہتے تھے وہاں سے بھی مالک نے بچالیا۔

پھر ایک ایسی جگہ میں میں تھا جو کربل سے بھی گرم تھی وہاں تلاش کرنے سے بھی پانی اور سایہ نہیں ملتا تھا وہ جگہ کسی کے تھل کے جیسی تھی۔

ظالم بھوک اور پیاس نے ستایا تھا اور جان لبوں پر آچکی تھی۔ میں مرتا تھا اور زندہ تھا اور پیاس سے تنگ اس جگہ پڑا تھا۔ نہ کوئی تیرا پتہ نہ نشانی تھی اور نہ کوئی سہارا نظر آ رہا تھا۔ اور وہ جب میں ناامید ہوا تو خنجر مار کر مرنے لگا تھا۔

مارے گئے تمامی اوتھے ہو رہے میرے ہمراہی اوس مصیبت بھاری وچوں رکھیا آپ الہی

پھر جو باشک ناگ پہاڑوں پانی اُتے آیا دنب اُدا پھڑ چڑھیا اُتے پھر بھی رب بچایا پھر جو اوتھوں کیڑے نکلے وڈے کھاؤں ہارے میں بچیا اک ہو رہا اور اُوہ کیڑے چن مارے

جاں اُوہ پنکھی اڈن لگا پیر اُوہدے میں پکڑے سے کوہاں دے پنیڈے توڑی ہتھ رکھے کر تکرے اس تھیں بچکوس تاں اک آفت ہو رہی آئی باشک ناگ اجبیا جس نے جنگل جوہ جلائی

اس تھیں بھی رب ثابت رکھیا سیک نہ لگا ماسہ پھیر بلائیں شیراں اندر رہیا جنگل دا واسہ ہر درندے تھیں رب رکھیا ہر سپوں ہر شیروں کتنی جائیں مارن والے کتنے ملے پکھیروں

پھیر ایک جو ہے واسہ آیا گرم مثل کربل دے پانی چھاں نہ لبھے لوڑی وانگ کسی دے تھل دے

ظالم بھوک پیاس ستایا جان لبوں پر آئی ناں مراں نہ جیواں پیاسا تنگ پیوس اس جانی ناں کوئی دس نہ بچھ تساڈی نہ سمجھے کوئی پاسہ کھا کٹاری مرن لگا ساں جاں ہو یا بے آسہ

میں ہے میرے بس کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بے بس ہوں۔
انسانوں کے کئے کام پوشیدہ نہیں رہ سکتے ظاہر نظر آ جاتے ہیں۔
اور پریاں جو کام کرتی ہیں وہ ظاہر کسی کو نظر نہیں آ سکتے انہیں کوئی
نہیں دیکھ سکتا ہے۔

سیف ملوک کا منہ چوم کر شاہ پری نے کہا کہ ایک سوچ میرے دل میں
آئی ہے اگر وہ تجھے بھی اچھی لگے تو بہتر ہے میں تمہیں بتاتی ہوں۔
شارستان سیمیں میں میری پھوپھی رہتی ہے اس کا نام سرو بانو
ہے۔ اور وہ مجھ سے بہت محبت پیار کرتی ہے۔ میرا بڑا خیال
رکھتی ہے۔

روایت کرنے والے دو پھوپھی کہتے ہیں اور ایک دادی کہتا
ہے۔ شارستان اس جگہ کو کہتے ہیں جس وادی میں مورتیاں بت یا
کھلونے بنائے جاتے ہیں۔

مہر افروز اس کا نام ہے یہ راوی کہتا ہے۔ کس کی بات مانیں اور
کس کی بات نہ مانیں دل فکریں پڑ گیا ہے۔
وہ دو راوی ہیں اور یہ اکیلا ہے۔ میں کس کی حمایت کروں کس کی
بات مان لوں۔ میرے لئے بہتری اس میں ہے اس اکیلے کی
بات مان لوں۔ یہی بہتر ہے۔

پری نے کہا کہ اے جواں مرد سیف ملوک میں تمہیں اس کا پتہ
دوں گی۔ اس شہر کا نام شارستان یہ بھوت پریت کا شہر ہے وہاں
یہی رہتے ہیں۔

وہاں ہمیشہ دو بڑے بھوتوں کے ٹولے رہتے ہیں۔ وہ آگ کو
پانی کی طرح پی جاتے ہیں اور انسانوں کے دشمن ہیں انسانوں
کو مار دیتے ہیں۔

آدم کھانے والی بدرویں بھوت پریت اور کئی آفات وہاں
ہیں۔ وہ دوزخ کی طرح مارنے والا راستہ ہے۔ اور وہاں آگ
کی طرح پتی ہوائیں چلتی ہیں۔

آدمیاں دے کم نہ چھپدے ہوندے باندے باہر
پریاں جن کرن کم جیہڑے کوئی نہ تکدا ظاہر

سیف ملوک کے دا منہ چم کے شاہ پری فرماوے
اک تدبیر میرے دل آئی جے اوہ تینوں بھاوے
شارستانی سیمیں اندر رہندی پھوپھی میری
سرو بانو اس نام میرے تے کردی حرص گھنیری

دو راوی فرماندے پھوپھی اک کہندا سی دادی
شارستان کہن اس جائے لعیت باز اوہ وادی

مہر افروز اودا ہے ناواں ایہ راوی فرماندا
کس دی گل تے پہر ادیئے دل فکراں وچ جاندا
اوہ دو راوی ایہ اکلا کس دی کراں حمایت
بھلا اکلے دا اپراہ اس دی لان روایت

کہیا پری نے پتے پھڑاواں سیف ملوکا مردا
شارستان ملک نوں کہندے ناؤں دم غول شہر دا

رہندے ہین ہمیشہ او تھے غول وڈے دو بھارے
پانی وانگن پیون آگے آدم مارن ہارے

راکش آدم کھاون والے ہور عفریت بلائیں
رستہ مارو دوزخ وانگر آتش گرم ہوائیں!

آگ کا آلاؤ نہیں بچھ رہا تھا۔

طیش غصہ کام جیسی بیماری درد جدائی جیسے نیا عشق و محبت اور سیلابی پانی ان کا زور کم نہیں ہوتا ہے ایک دفعہ پورا زور کرتے ہیں۔

سچی نیت سے پکی محبت کی اور تھوڑی دیر خوشی کی اور جب اس کا چہرہ آنکھوں سے اوجھل ہوا تو بالی عمر یا کو بڑے بھاری دکھوں نے آگیرا۔

منہ پردے میں ہے اور اللہ ہی جانتا ہے دل میں عجیب درد ہے کہ یہ جسم تھوڑی دیر پہلے اپنے پیارے کے ساتھ تھا اب کیوں الگ اکیلا ہے۔

ساری رات محبوب کے ساتھ گزری ہے چین نہ سوئی تھی آنکھیں بند کرتی بین کرتی روتی کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ سب کچھ غرق ہو گیا ہے۔

اے باری تعالیٰ تو نے مجھے چاند صورت پیارا ملا یا ہے صدق صبر وفا اور وقار اور ایک سچا عاشق مرد جو ایسی خوبیوں کا مالک ہے۔

اس کی حسین جبیں میں نے جی بھر کر نہیں دیکھی ہے۔ اور فوراً جدائی ہو گئی ہے۔ اب پتہ نہیں تو کب ملائے گا تب تک جان عذاب میں رہے گی۔

ایک پل بھی سال کے برابر ہو گیا ہے دن کب گزرے گا۔ میری جان کو درد اور جدائی نے سولی پر چڑھایا ہوا ہے۔

دنیا کے لیے دن روشن ہے لیکن مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا ہے۔ اس دن سے رات ہو جائے تو میں کبھی اپنے محبوب کے پاس جاؤں۔

کبھی تو کہے کہ حیا ختم کر دوں اور کبھی پردے کا خیال کرتی۔ سیف ملوک ملے تو تب یہ جان عذاب سے چھوٹ سکتی ہے اور یہ درد دکھ دور ہوں۔

منہ سے بات نہ کرے اور آنکھیں پردے میں اور تمام بے جان جیسے ہو۔ بال بال میں محبت کی لگی ہوئی آگ تھی اور دل میں محبوب کی یاد تھی۔

کھلے بال بے ہوشی طاری غموں سے چور مریض کی مرض کس معالج نے بوجھی مرض بری سے بری ہوتی ہے۔

قہر قلور نزول اندر وچ سول ڈنڈول وچھوڑا
نویں محبت ہڑدا پانی زور نہ کدا تھوڑا!

ثابت نیت پریت لگائی موج گھڑی دی مانی
چھپیا مکھ لگے دکھ بھارے نازک بال ایانی

منہ پر پلا محرم اللہ اندر درد اولا
ایہ تن نال سجن دے آہا ہن کیوں پیا اکلّا

ساری رین پیا سنگ گزری کردی چین نہ سوئی
میٹھے نین ہن وین کریندی ایہ کی غرقی ہوئی

رہا یار ملائیوئی مینوں صورت چن آسمانی
صدق وفا محبت والا عاشق مرد حقانی

سوہنا متھا رنج نہ ڈٹھا پیا فراق شابی
خبر نہیں پھر کد ملائیں زسی جند عذابی

ساعت سال برابر ہوئی لنگھسی کد دھاڑی
جند نمائی درد وچھوڑے سولی آتے چاہڑی

روشن روز جگت دے بھانے مینوں مول نہ بھاوے
کیویں رات پوے اس روزوں شوہ ول تتی جاوے

کدی حیا کھلن پر آوے کدی کرنے ستاری
سیف ملوک ملے جند جھٹھے جاوے درد قہاری

موہوں چپ اکھیں پر پردہ بے طاقت تن سارا
لوں لوں آگ پر م دی بھڑکی دل وچ یاد پیارا

کھلے وال بیحال پئی سی سخت غماں دی ماری
بیدل دا کس دیدن پایا بڑیوں بری بیماری

سر اندیپ شہر دا والی ملکہ دا پیو راجا!
شاہزادے دے ڈیرے آیا نال وجے ہر بابا

چھتر نشان سرے پر جھلڈے نال اکابر خاصے
شاطر ٹوپ جڑاؤ سر پر ہتھ سنہری عاصے

میر وزیر کبیر شاہزادے راء امراء تمامی
آئے نال شہزادہ ویکھن کہیا خاصی کیا عامی

سیف ملوک شہزادے آگے سارے حاضر ہوئے
جس جس جانی بہناں آہا بیٹھے کچھ کھلوئے

شاہزادے فرمایا جلدی حاضر ہوں کھانے
لے کے حکم باورچی سارے اٹھ لنگرول دھانے

آن رکاب نکاتے آگے قسم قسم دا کھاناں
جو جو طلب کسے نوں آہی کھا لیا من بھاناں

شاہزادہ تے شاہ نگر دا تخت اکی پر آہے
رل کے کھانا کھاہدا دوہاں نال دے دی چاہے

کھانا کھا ہوئے جد ویلھے حکم ہويا درگا ہوں
بھر بھر دیون ساقی سوہنے پین پیالے چاہوں

ساعت گھڑی گزار خوشی دی اٹھیا شاہ نگر دا
سیف ملوک اگیرے آیا رخصت کردا کردا

رخصت کر کے پھیر شاہزادہ ڈیرے اپنے آیا
ملکہ بدرہ ماں اونہاں دی آمر پھیرا پایا

شاہزادہ تعظیم کر کے نیوں نیوں ہويا سلامی
منہ بکل وچ لے کے بیٹھا جیوں غمناک تمامی

سر اندیپ کا سلطان ملکہ خاتون کا باپ شہزادے کے ڈیرے پر
آیا تھا۔ اس کی آمد تھی اور باجے بج رہے تھے۔ سر چھتر اور
جھنڈے جھول رہے تھے اور

خاص سردار ساتھ تھے سر پر دلیری کا تاج موتیوں سے جڑا ہوا
اور ہاتھ میں سنہری عصا تھا۔ بڑی شان و شوکت سے تشریف لا
رہا تھا۔

سردار وزراء خاص شہزادے رائے راجے امراء تمام اس کے
ہمراہ خاص و عام شہزادہ دیکھنے کیلئے آئے تھے وہ شہزادے کا
دیدار کرنا چاہتے تھے۔

وہ شہزادہ سیف ملوک کے پاس آ کر حاضر ہوئے جس جس جگہ
کسی نے بیٹھنا تھا وہ وہیں بیٹھا اور باقی کھڑے تھے جو جو کسی کا
مقام تھا وہ اسے ملا۔

شہزادے نے فرمایا فوراً کھانا حاضر کیا جائے حکم سنتے ہی باورچی
تمام لنگر خانے کی طرف دوڑے اور کھانا تیار کرنے لگے۔

طرح طرح کے کھانے لا کر انہوں نے سامنے رکھ دیئے جو جو کسی
کی اپنی پسند کے مطابق طلب تھی سب نے کھا لیا۔

شہزادہ اور ملک کا بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ افروز تھے۔
دونوں نے دلی چاہت کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

جب کھانے سے فارغ ہوئے تو حکم ہوا کہ مے کا دور چلے گا۔ تو
ساقی حسین بڑی چاہت سے جام پور کر دے رہے تھے۔

خوشی کا کچھ وقت گزار کر ملک کا بادشاہ اٹھا شہزادہ اسے الوداع
کہنے آگے تک ساتھ گیا اور اسے رخصت کر دیا۔

انہیں رخصت کر کے پھر شہزادہ اپنے ڈیرے پر آیا بلکہ بدرہ
اور ان کی والدہ شہزادے کے پاس آ گئیں۔

شہزادہ تعظیم کر کے جھک کر سلامی ہوا اور منہ پر چادر اوڑھی ہوئی
تھی جیسے بڑا غمگین ہو جیسے بڑا پریشان ہو۔

شاید کہ کوئی عورت سن کر ناراض ہو جائے اور کوئی مکر فریب کر لے۔ اور کسی چکر میں ڈال دے اور تمام دانشمندی جاتی رہے۔ ان کے ساتھ اور کوئی زور نہیں ہے خدا پناہ دے۔ اور اے محمد یہ مکروں کی بات چھوڑ اور آگے چلو۔ اپنی کہانی پکڑو۔

بدیع جمال انکی طرف دیکھ کر ہنس کر بولی اے ماں اور بہنوں غصہ نہ ہونا منہ دکھا کر ہی جاؤں گی۔ اسے دیدار دے کر ہی جاؤں گی۔ کیا کروں میں کس طرف جاؤں تم لوگوں نے بھی آزمائش میں ڈال رکھا ہے جو بات تم لوگوں نے منہ سے نکالی ہے اور ہر صورت وہ مانتی پڑے گی۔

جو الٹی سیدھی تم نے جو منائی ہے میں نے راضی ہو کر مانی ہے اور اگر میں نے جو کچھ کبھی کہا پھر میں پلوتہ چھڑانے دوں گی۔ تمہاری میرے دل میں سب سے زیادہ قدر و قیمت ہے آپ لوگ جو دل میں سوچیں اور زبان سے کہیں گے۔ اس نے جان بوجھ کر ہماری بات نہیں مانی ہے۔

ماں نے کہا اے بیٹی جیسے تم راضی ہو۔ ہمیں کچھ بھی تمہارے سے اچھا نہیں ہے۔ یعنی کریں گے جو تم کہے گی۔ شاہ پری کی یہ بات سن کر سب کو دلی خوشی ہوئی۔ انہوں نے فوراً جا کر شہزادے کو یہ خوشی کی بات بتائی اور مبارک باد دی۔ بڑی خوشی اور بڑے شوق سے ملکہ خاتون بھاگی آئی اور سیف ملوک سے کہا کہ اے سیف ملوک تجھے مبارک ہو پری نے ہماری بات مان لی ہے۔

اس نے تجھے دیدار دینے کا ہم سے وعدہ کر لیا ہے اور ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اور دکھوں کا وقت گیا اور خوشی کا وقت آ گیا ہے خدا نے کرم کر دیا ہے۔

اس بات پر بڑی اچھل رہی تھیں انہیں پچھلی رات کی کوئی خبر نہ تھی کہ دونوں نے رات اٹھی گزاری ہے اور محبت کے وعدے

مت کوئی نار سنے کھا غصہ کرے چلتر کائی گھمن گھیر کے وچ پاوے ڈوب دیئے دانائی ہو نہیں کوئی زور انہاں سنگ ہادی دے پناہاں چھڈ مکر اں دی گل محمد جھبڈے چل اگاہاں دیکھ بدیع جمال انہاں ول آکھن لگی ہس کے مایئے بھینوں خفا نہ ہوو چا جاں منہ وس کے کی کراں میں کتول جاواں تاں واڑ چھکائی جو گل تاں نکالی موہوں سر پر منتی آئی

الٹی سدی تاں منائی میں راضی ہو منیں پر بے میں بھی پکڑی کوئی ہون نہ دیاں کنی خاطر بہت تباہی آہی وڈی زمیں آسمانوں خواہ مخواہ منیں گل تائیں جانوں دلوں زبانوں

مانی نے فرمایا دھینے جیوں توں راضی رہیں کون تیرے تھیں چنگا سانوں کراں جیکجھ کہیں ایہ گل شاہ پری دی سن کے سبھناں ہوئی شادی جھبڈے جا شاہزادے تائیں دیہن مبارکبادی! خوشیں خوشیں چائیں چائیں ملکہ آئی بھننی سیف ملوکا ہووی مبارک شاہ پری گل منیں!

درشن تینوں دنیا کیتوس کر احسان آساں تے دکھ گئے سکھ بنخے مولی کیتے کرم تاں تے

اس گلے وچ بل بل پوون پچھلی خبر نہ کائی ساری راتیں رہے اٹھے یاری پریت پکائی

منہ چوماں بو سے لئے اور دل بہت زیادہ پریشان ہو گیا۔
محبوب کا منہ چومنا بو سے لینا اس وقت اس سے کیا حاصل ملتے
ہی جدائی ہو گئی۔ ابھی تو دل کی پریشانی بھی نہیں دور ہوئی تھی۔
اپنے ڈیرے پر آ کر شہزادے نے صاعد کو بیٹھے دیکھا آپس بھر
رہا تھا اور غم کے نغمے گارہا تھا اور آنکھوں سے برسات کی طرح
آنسو جاری تھے۔

جسم میں طاقت اور چہرے پر وہ چمک دھمک نہیں رہی تھی
بے ہمت ہو چکا تھا۔ سیف ملوک نے پوچھا بھائی تم پر کیا گزر
رہی ہے۔ کیسا حال بنا رکھا ہے۔

مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا ہے تمہیں کونسی پریشانی ہے۔ رات کو تو بڑا
خوش باش تھا خوش آیا تھا اور اب تمہیں کیا مرض لاحق ہو گئی ہے۔
صاعد نے کہا اے میرے صاحب شہزادے کہ تمام رات تو اپنے
پیارے کے ساتھ بڑی محبت سے گزری تھی اور اب اس سے جدا ہوں۔
اپنی محبوبہ سے ابھی علیحدہ ہوا ہوں اسی جدائی کی حیرانی ہے۔ یہ
صبح نہیں کوئی ظالم بے رحم آیا جس نے ہماری خوشیوں کا شہر
ویران کر دیا ہے۔

صاعد غم جدائی سے پریشان کو شہزادے نے دلاسا دیا اسے تسلی
دی۔ اے میرے بھائی میری طرف خیال کرو جس کا واسطہ
پر یوں کے ساتھ ہے۔

وہ تو آگ کی پیدائش لوگ الگ ہی ہیں جو انسانوں سے نہیں
ملتے ہیں۔ میں خداوند تعالیٰ پر آس امید رکھ کر جا رہا ہوں دل
میں برداشت پیدا کرو۔

تمہاری محبت تو ایک انسان سے ہے اور ہم جنس ایک دوسرے
کو چاہتے ہیں۔ اور پھر تم اپنی پیاری کے گھر میں رہ رہے ہو۔ وہ تو
تمہیں ہر راہ گزرتی ملتی رہے گی۔

میری طرف دیکھو جو مشکل میں ہوں اور پھر بھی وقت گزار رہا ہوں۔

لین پیار سجن دے موہوں اس ویلے کی لاہا
مدا ہی چا رخت کیتا برم نہ لتھا آہا
ڈیرے آ ڈٹھا شاہزادے صاعد بیٹھا اگے
آہ چلاوے تے دکھ گاوے ہنجوں بھر بھروگے

طاقت تاب اتے آب نہ دیہی ہو یا بے ترانا
سیف ملوک کے پچھیا بھائی کی تدھ حال وہاناں

دس مینوں کی ہو یا تینوں کس تھیں گریہ زاری
راتیں خیریں مہریں گھلیوں ہن دیں آزاری
صاعد نے فرمایا آگوں اے صاحب شاہزادہ
ساری رات پیا سنگ گزری آفت نال زیادہ
یار سنگوں ایہ ہن ساں کریا وچھڑن دی حیرانی
صبح نہیں کوئی ظالم آیا کیتوس شہر ویرانی

صاعد درد رنجانے تائیں شاہ دتیاں دلبریاں
رکھ دھیان میرے ول بھائی جس سودا سنگ پریاں

اُوہ بے ناری لوک نیارے آدم نال نہ ملدے
آس رے دی سفر سدھا واں رکھ تحمل دل دے

یاری تیری نال انسانے چنس چنس نون چاہے
نالے گھر سجن دے بیٹھوں مل رہی ہر راہے

میں جس بھاری مشکل سرتے اُوہ بھی جھٹ گزاراں
آج بھلکے اڈ جاسن پریاں جا لہسن گھر باراں

میں اب کس کی محفل میں بیٹھوں گا کس کے ساتھ مل کر مے نوش
کیا کروں گا۔ اے سیف ملوک میرے پیارے میں تیرے بنا
کس کو دیکھ دیکھ کر جیوں گا۔

کون میرا خیر خواہ ہو گا کون میری خبر گیری کرے گا میں اپنے
دکھ کسے سناؤں گا کسے اپنا دکھ درد بتایا کروں گا۔

میں کس کی انگلی پکڑ کر چلوں گا کون مجھے کہانیاں سنایا کرے گا۔
میرے لئے تو روز قیامت سے بھی طویل راتیں آگئی ہیں۔

میں کس سے اپنا حال بیان کروں گا میرا کون غمخوار ہو گا۔ کون میرا
خیال رکھے اور کون مجھ پر مہربان ہو گا کون مجھ پر ترس کھائے گا۔

ہمیں خداوند تعالیٰ نے جدا کر دیا ہے میں کسے الزام دوں۔ وہ
مجھے عمر کی جدائی دے کر جا رہا ہے جس کے بغیر میں ایک پل
نہیں رہ سکتا ہوں۔

آنکھوں میں جدائی کے کانٹے سویوں کی طرح چبھتے رہیں
گے اور تمہارے غم میں دل اداس رہے گا ایک پل بھی
آنکھوں میں نیند نہیں آئے گی۔

اے میرے پیارے تمہارے بغیر اس بندے کا حال ہو گا۔
اے محمد بخش جس بے چارے کو چھوڑ کر جا رہا ہے اسے یاد
رکھنا۔ کہیں بھول ہی نہ جانا۔

ساتھی کے بغیر دل پریشان ہو گا جیسے اکیلی کوچ کا حال ہوتا ہے
اور سیف ملوک میری آواز نہیں سن سکے گا بری طرح میری جان
پھنس چکی ہے۔

کون میرا پیغام تیرے پاس اور تیرا پیغام مجھے لا کر دے گا۔
میرا پیارا سیف ملوک جا رہا ہے اور میرے نصیب ڈوب گئے
ہیں۔ میرے مقدر میں جدائی ہے۔

صاعد کے دردناک الفاظ سن کر شہزادے کا دل بڑا دکھی ہو گیا
تھا۔ دونوں طرف سے مشکل آئی تھی دل دکھوں میں گھر گیا تھا۔

میں ہن مجلس کس دی بہاں سنگ کس دے مدھ پیماں
تدھ بن سیف ملوک پیارے کس نوں تک تک جیماں

کون میری دلداری کرسی کون لئے گا خبراں
کس نوں دکھڑے پھول سناں پڑھ پڑھ زبراں زبراں

کس دی انگل پھڑ کے ٹساں کون سناں باتاں
روز قیامت نالوں مینوں آیاں لمیاں راتاں!

کس آگے احوال کہاں گا کون کرے غم خواری
کون کرے صرفے میرے شفقت خدمتگاری

جوڑی ساڑی رب تروڑی دوس دیاں سرکس دے
ٹریا گھت فراق عمر دا جس بن گھڑی نہ وسدے

اکھیں وچ ببول ہجر دے سویاں وانگر پڑن!
چت اوداس تیرے ول زسی پلکاں پلک نہ جڑن

کی احوال بندے دا ہوسی باجہ تیرے دلدارا
رکھیں یاد محمد بخشا چلیوں چھوڑ بیچارا

سنگ بناں دلتنگ ہووے گا وانگ کلنگ اکلے
سیف ملوک نہ کوک سنے گا پھاتھی جان کولے

کس پیغام اساڈے کھڑنے نوں لیاں تیرے
سیف ملوک پیارا ٹریا بھاگ ڈبے آج میرے

صاعد دے سن ہاڑے ترے شاہزادے دل سڑیا
دوہاں ولاں تھیں مشکل ڈھکی جیتو غضب نوں پھڑیا

نظر نہیں آتی ہے۔

نہ تمہارے ہاتھوں پر مہندی کا رنگ ہے اور نہ ہی تمہاری آنکھوں میں کاجل۔ اور تمہاری ملکہ بدرہ بہنوں نے بال تازہ سنوار کر نہیں بھیجا ہے۔

اے ماں مجھ سے زیادہ پوچھ گچھ نہ کرو بدیع جمال پری نے کہا۔ میں تو خود بیمار ہوں یہ باتیں کسے یاد ہیں۔ کسے ایسے کاموں کی پڑی ہے۔

کہ مہندی لگانی آنکھوں میں کاجل ڈالنا اور تازے بال سنوارنے۔ یہ تمام باتیں میری ماں سکھ کی حالت میں تندرستی میں ہوتی ہیں دکھی انسان کو اچھی نہیں لگتی ہیں۔

آج میرے حال کے بارے میں مت پوچھو ذرا بات کو پرانا ہونے دو کہ میری خامیوں پر پردہ نہیں ڈالتی ہے۔ تو کیسی ماں ہے۔

جو ہونا تھا وہ ہوا اور جو ہونا ہے وہ ہوگا۔ تو ہی میری ہمدرد ہے تیرے بغیر میرا خیال کون کرے گا تیرے بغیر کس کو اپنے دکھ سناؤں گی۔

بیٹی کی بات جب بیچاری ماں نے سنی تو پریشان ہو کر خاموش ہو گئی۔ اپنے گھر میں چلے گئے لیکن کوئی راز معلوم نہ ہو سکا کوئی بات ظاہر نہ ہوئی۔

ہر وقت پری کی بھرائی ہوئی آنکھیں دل ہر وقت پریشان رہتا۔ ہر وقت اپنے پیارے کی طرف خیال رہتا کہ اب وہ کس جگہ پر ہوگا کیسے ہوگا کس حال میں ہوگا۔

اپنی سہیلیوں سے ہنساکھیلنا پری کو تمام سکون بھول گیا۔ اس کا لمحے گنتے ہوئے ہی دن گزارنا اور رات تارے گنتے گزر جاتی تھی۔ کھانا پینا بھول چکی تھی اور چین سے سونا بھی نصیب نہیں رہا تھا۔ اسے سونے چاندی زیورات کی پرواہ نہیں تھی وہ تو بس

ناں ہتھ تیرے مہندی رنگے نہ سرمہ وچ نیناں سجا سیس نہیں گند گھلیا ملکہ بدرہ بھیناں

مائی ناناں کر کھہڑا میرا کہیا بدیع جمالے میں تاں آپ پیاں سر بھارے یاد ہے کس چالے

مہندی لاون سرمہ پاؤں سجرے سیس گنداؤں سکھاں اندر ہوندے مائے دکھاں وچ نہ بھاؤں

حال میرا آج کچھ نہ مائے ہون دیہو گل بیسی پانچ اساڈے کجیں ناہیں تاں توں ماں کو یہی

جو ہونا سو ہویا مائے جو ہوسی سو دس سی توں ہیں درد میرے دی ضامن تدھ بن صرف کس سی

بیٹی دی سن گل نمائی چپ رہی کرمانی! جا گھراں وچ داخل ہویاں بھید نہ لبھا کائی

چت اوداس پری دا رہندا نین حیران ڈولانے اٹھے پھر دھیان سجن دل ہوسی کس ٹکانے

سنگ سیاندے ہسن کھیڈن چین گئے بھل سارے گھڑیاں گندی دا دن گزرے رات گندییاں تارے کھاؤں تھیں ہتھ پاؤں لگی چھٹ گیا سکھ سوناں سونا چاندی چاہندی ناہیں چاہندی چھپ کے روناں

لیکن آؤ آگے چلیں جس کیلئے آئے ہیں اسے ملیں اس سے اپنے مطلب کی بات کریں اگر خدا اس کے دل میں مہر ڈالے تو۔

جب وہ باغ میں آئے ایک بنگلہ نظر آیا اس بنگلے کے اندر ایک نہایت ہی خوبصورت بنگلہ تھا اس کی خوبصورتی کا کوئی حساب نہیں تھا۔ لاجورد اور یاقوت سے نبی اس کی تمام اینٹیں تھیں۔ رنگ رنگ کی جوت ہوئی تھی ایسا آگے کبھی نہیں دیکھتا تھا۔

انہوں نے دیکھا کہ اس کے اندر ایک شہانہ تخت ہے۔ آتشینوں لعلوں سے تراشا ہوا ایک موتی تھا۔

اور اس کے ساتھ جواہر لٹک رہے تھے جو رات کو چراغ کی جگہ روشنی دینے والے تھے۔ اور تخت پر شہانہ شان و شوکت رکھنے والی ایک پری براجمان تھی۔

سیف ملوک باہر کھڑا رہا اور دیواندر چلا گیا تھا۔ جا کر پری کو سلام کیا اور اسے سجدہ کیا۔ اس کا نہایت عروت و احترام کیا۔ شاہ پری نے جو سکھ کے پیغام دیئے تھے۔ مہر افروز کے سامنے عفریت نے جا کر بیان کر دیئے جو پری نے کہا تھا سب صاف صاف بتا دیا تھا۔

شہزادے کی تمام خوبیاں طاقت فن سپہ گری اس کی شرافت خوبیاں اور اس کی بے حد دانشمندی کی تمام کہانی بیان کر دی۔ حسین نوجوان عقل و دانش کا مالک اچھی خصلتیں اور ایک نیک انسان بہادر از حد اچھی خوبیاں اور بادشاہی گھرانے سے تعلق۔ اس کے علم ادب کے بارے اور کھرے سچ جوابات سریلی آواز اور بڑی صاف۔ سپہ سالاری کی داستان اچھی صفات رستم کے برابر کر کے بتادی۔

ہاتھ کا سخی تیز دماغ شیر کی طاقت اور دلیر مہر افروز کے سامنے اس کی بڑی صفت کی تھی۔ تمام خوبیاں گن گن کر بیان کیں۔

لیکن آہ اگیرے چلتے چلتے جس دل آئے مطلب اپنے دی گل کر نیے جے اس رب کرائے جاں باغ وچ گئے اگیرے بنگلہ نظری آیا! بنگلے اندر بنگلہ سوہنا آنت نہ جاندا پائیا لاجوردوں تے یا قوتوں اٹ وٹے سہ لگے رنگ رنگ جزاؤ ایسا نظر نہ آیا آگے اندر اس دے دیکھ لئیو نے سدر تخت شہانہ آتشینوں لعلوں گھڑیا گوہر سی یک دانہ ہور جواہر نال لٹکدے شب چراغ نورانی تخت اُتے اک پری پراتم شان رکھے سلطانی

سیف ملوک کھلوتا باہر دیواندر و نچ وڑیا جا پری دل ہويا سلامی سجدے اندر جھڑیا! شاہ پری جو دتے آہے سکھ سنبھیتے سارے مہر افروز آگے عفریتے سبھے و نچ گزارے

شاہزادے دی لائق داری قوت سپہ سلاری اشرفائی تے وڈیائی دانش بے شماری! حسن جوانی عقل نورانی خوئیں نیک انسانی عالی ہمت بھلیاں صفتاں پچھلے گھر سلطانی علم آداب جو اب سچاویں خوب آواز صفائی صفت شہا سپاہ گری دی رستم نال پہنچائی

ہتھ سخاوت مغز تراوت شیری زور دلیری مہر افروز آگے اس دی کر کے صفت بتیری!

بچائے گی۔

جب سے میں نے جنم لیا ہے میں نے کوئی دکھ کوئی غم نہیں دیکھا ہے۔ اب غیب سے یہ الاؤ مل اٹھا ہے جس کی آگ نے مجھے جلادیا ہے۔

یہ نوجوان شہزادہ بالکل سچا ہے۔ یہ مصر شہر کا والی ہے۔ میری شکل کی تصویر دیکھ کر اسی کے عشق میں اس خستہ حال کو پہنچا ہے۔

کئی کئی مصیبتیں سر پر جھیل کر یہ اب میرے تک آ پہنچا ہے۔ مجھے بھی اس کی صورت دیکھ کر اس سے عشق ہو گیا ہے۔

شاید اس بات سے تو ناراض ہو جائے غصے میں آ جائے۔ یہ سب اس سچے مالک کا کیا ہوا ہے اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔

یہ لا علاج عشق کی مرض مجھے اسی کی طرف سے لگی ہے اور اوپر سے جدائی کی چوٹیں جو میرا پل پل نقصان کر رہی ہیں۔

میرا بال بال بے نصیب کا زخمی ہو گیا ہے بڑی بھاری مصیبت بن گئی ہے۔ اے دادی میری مرہم تیرے ہی ہاتھ میں ہے بس تو ہی میری معالج ہے۔

اگر تو میرے اندر کا حال دیکھ لے جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے مجھے پہلے والا پیار مجت دیا جائے اب مجھے تمہاری محبت اور مدد کی ضرورت ہے۔

جو کچھ حال بیچارہ جال دیکھتا ہے وہ پانی میں جاتا ہے تو وہ مچھیرے کو جلا کر رکھ دے اگر وہ ظاہر مچھیرا دیکھ لے بس یہ جال ہی برداشت کرتا ہے۔

شہزادے کی جدائی کے غم نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔ ناک میں سانس آچکے ہیں میرے پیارے کو فوراً ملاؤ۔ جتنی جلدی کر سکتی ہو کرو۔

جس دن دی میں پیدا ہوئی تھی واء نہ لگی
ہن از غیبوں بھانڑ بلیا ساڑ سٹی اس آگی

ایہ جوان شہزادہ سچا مصر شہر دا والی
صورت میری دی تک مورت چائیوس خستہ حالی

کئی قصبے سر پر سہہ کے آن میرے تک پوہتا
مینوں بھی تک صورت اس دی عشق لگا دل بہتا
مت اس گلوں غیرت آوے غصہ چڑھے تسانوں
کرنی رب سچے دی ہوئی دوس نہیں کجھ سانوں

بھاری مرض محبت والی لگنیم نال قضا دے
اتوں ضرباں مار وچھوڑا دم دم ہرج پہنچائے
لوں لوں گھاؤ تتی نوں ہویا بنی مصیبت ڈاڈھی
مرہم ہے ہتھ تیرے دادی توں میری چھلیا ہڈی

جیکر حال اندر دا دیکھیں جو میرے پر ہوندا
ہووے محبت اگلی میں تے پتیں کھل پروندا

جی کجھ جال بیچارہ تکدا جال اندر وچ جاندا
جال سٹے غم ماچھی تائیں جے اوہ تیکے واندا

شہزادے دے درد وچھوڑے کیتی جان ازائیں
نک وچ آئے ساس پیارے جھبڈے پھیر ملائیں

الگ ہو جائے گا۔

ابھی وہ والدہ ماجدہ کے شکم میں ہی ہوں گے ابھی پردے میں ہی ہوں گے۔ تو وہ اپنے دین کو ظاہر کریں گے اور کفر کا زور ٹوٹ جائے گا۔

ابھی ان کا جسم اطہر ماں کے شکم سے ظہور پذیر نہیں ہوا ہوگا اور دائی اور مائی ہر کو اس کے نام کا پاک کلمہ پڑھیں گی۔

وہ خاص محبوب الہی ہوں گے اور تمام لولاک کے سردار ہوں گے۔ ان کے مبارک قدم نوری ناری اور خاکی تمام چومیں گے۔

ان کے سائے کے نیچے تمام آسمان زمین اور تمام جہان ہوں گے ان کے نوری جسم کا سایہ ان کے ساتھ شریک نہیں ہوگا۔ یعنی ان کے بدن مبارک سایہ نہیں ہوگا۔

لاکھوں یوسف بھی ان کے ایک بال کے برابر نہیں ہوں گے۔ وہ ایسے حسین جوان ہوں گے۔ ہر دن ان کا حسن زیادہ ہوگا کبھی پرانا نہیں ہوگا۔

ان کی پیاری صورت دیکھ کر ان پر حور و ملائک عاشق ہوں گے وہ خدا کی محبت میں سب سے بے نیاز ہوں گے۔

سورج بھی انہیں برابر نہیں دیکھ سکے گا جھک کر چلے گا بدلی میں چھپا رہے گا ان کے حسن کا سامنا نہیں کر سکے گا۔

خداوند تعالیٰ انہیں اپنے پاس بلائے گا۔ عرش سے بھی آگے لے جائے گا اور دوستوں کی طرح باتیں کرے گا کہ آپ میرے اور میں آپ کا ہوں۔

چودھویں کا چاند ان کی غلامی کا داغ اپنے ماتھے پر لگائے گا اور دو ٹکڑے ہو کر آملے گا اور خدمت گار کہلائے گا۔

دونوں جہاں میں خوشیاں ہوں گی حوریں چرچا کے گیت گائیں گی۔ اور ملائک مبارکیں دیں گی اور ان پر قربان ہوں گے۔

مائی جی دے شکمے اندر ہوگے آجے پس پردہ دین اپنے نوں ظاہر کرسی زور تروڑ کفر دا!

آجے وجود شریف انہاندا پیٹوں ہوگے نہ ظاہر مائی دائی نام اودھے دا پڑھمن کلمہ ظاہر اودہ محبوب الہی خاصہ سر افسر لولائی!

قدم مبارک اس دے چمن نوری ناری خاکی سائے اُدھے پیٹھ ہون گے دھرت انبر جگ سارے سایہ نال شریک نہ ہوسی نوری بدن پیارے

لکھ یوسف اس وال نہ جہیا ہوگے جوان آجہا دن دن روپ زیادہ چڑھسی کدے نہ تھھسی بیہا

حور فرشتے عاشق ہون صورت دیکھ پیاری بھ تھیں بے پرواہ ہوئے گا نال ربے دی یاری سورج ساہواں مول نہ تکسی سیس نوا کے چلسی بدلی وچ رہے گا چھپیا ہر گز جھال نہ جھلسی اللہ اس نوں کول بلاسی عرشوں چاہڑ اگیرے یاراں ہار کلام کرے گا تم میرے ہم تیرے

متھے داغ غلامی والا چوہویں دا لاسی آہ ملسی دو ٹکڑے لے کے خدمت گار کہاسی دوہیں جہانیں خوشیاں ہون حوراں منگل گاسن کرسن ملک مبارک بادی صدقے ہو ہو جاسن

ماتھے داغ غلامی والا چوہویں دا لاسی آہ ملسی دو ٹکڑے لے کے خدمت گار کہاسی دوہیں جہانیں خوشیاں ہون حوراں منگل گاسن کرسن ملک مبارک بادی صدقے ہو ہو جاسن

ماتھے داغ غلامی والا چوہویں دا لاسی آہ ملسی دو ٹکڑے لے کے خدمت گار کہاسی دوہیں جہانیں خوشیاں ہون حوراں منگل گاسن کرسن ملک مبارک بادی صدقے ہو ہو جاسن

ماتھے داغ غلامی والا چوہویں دا لاسی آہ ملسی دو ٹکڑے لے کے خدمت گار کہاسی دوہیں جہانیں خوشیاں ہون حوراں منگل گاسن کرسن ملک مبارک بادی صدقے ہو ہو جاسن

تمام جہان کے باغوں میں بہا آئے گی اور کائنات پر رحمت کی برسات بر سے گی اور تمام مخلوقات اس عطا کا ہزار بار شکر یہ ادا کریں گے۔

ان کی اطاعت کی تابعداری کرے گا وہ مقبول ہوگا اور اس پاک جناب کا منکر ہوگا وہ جہنمی مردار ہوگا۔ سو مقتول ہووے گا۔ دونوں جہاں میں نام ہوگا ان کے چار پیارے دوست ہوں گے پانچ جسم اور ایک جان ہوں گے اور رب کی رحمت سے نوازے ہوئے ہوں گے۔

ایک سچا دوسرا انصاف کرنے والا ایک بڑا سخی ہوگا لاکھ داتا ہوگا اور چوتھا شاہ مردان ہوگا ان کے عشق کے نشے میں مت۔ وہ غالب شیر خدا نبی اللہ کا بھائی ہوگا۔ ان کا شان بیان کرنا مشکل ہے۔ ان کی شان خداوند کو ہی معلوم ہے۔

ان کا نام سن کر دیوتے طاقت کھوئیں گے ان کا نعرہ سن کر کفر کے قلعے گریں گے اور پلید کفار کی دوڑیں لگ جائیں گی۔

دلدل کا اسوار ہوگا اور خیر کو توڑ کر چور کرے گا۔ جس جانب اپنا رخ کرے گا لاکھوں کفاروں کے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اس کا سامنا کوئی نہ کر سکے گا۔

اس کی ضرب کوئی قلعہ بھی برداشت نہیں کر سکے گا۔ دشمن گردنیں ملتے رہ جائیں گے۔ سینکڑوں بہمن رستم ثانی بھی اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں ڈال سکیں گی۔

ان کی طاقت کا مقابلہ کوئی اور نہیں کر سکے گا۔ ہر میدان سے فتح حاصل کرے گا۔ اور دین اسلام کی بنیاد مضبوط کرے گا۔ کفر کو جہان سے مٹادے گا۔

بڑا بہادر شیر ہوگا بڑا شاہ زور اور دلیر ہوگا۔ سینکڑوں آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہوگا۔ ظلم کی سیاہی کو مٹادے گا۔

باغ بہار ہوسی کل عالم وس سن رحمت باراں
بھ پیدائش اس نعمت دا کرن شکر ہزاراں

جو کوئی تابعداری کرسی سو مقبول ہووے گا
جو منکر اس پاک جنابوں سو مقتول ہووے گا
دوہیں جہانیں نامی کرسی چارے یار پیارے
پنج جٹے اک جنڈوں ہوں رحمت نال سنوارے

اک صدیق اک عادل ہوسی اک سخی لکھ داتا
چوتھا شاہ مرداں دا ہوسی نال عشق مدھ ماتا
غالب شیر اللہ دا ہوسی بھائی پاک نبی دا
گنتر وچ نہ آوے ہر گز رتبہ شاہ علی دا
نام اودھا سن زور گھٹے گا دیوتیاں عفریتاں
نعرہ سنکے کوٹ گرن گے پوسی بھاج پلپتیاں
دلدل دا اسوار ہووے گا خیر دلدل کرسی!
دل دل سٹسی لکھ کفاراں جت پاسے منہ دھرسی

چوٹ اودھی کوئی کوٹ نہ جھلسی دشمن ملبس منجا
سے رستم لکھ بہمن ثانی جھل نہ سکن پنجہ

زور ادا کوئی ہور نہ جھلسی فتحیا ہر میدانوں
دین اسلام کرے گا پکا کڈھی کفر جہانوں

حیدر صفدر شیر بہادر شاہ دلیر سپاہی
سے سورج تھیں روشن ہوسی کرسی دور سیاہی

دیو اور جنات نے کئی کوسوں تک زمین گھیر رکھی تھی۔ اتنا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا کہ شاید آج روز قیامت برپا ہو گیا ہے۔
ہوا میں پرندے نہیں سمارہے تھے اور کئی تڑپ تڑپ کر مر رہے تھے۔ جنت کے دروازے کھل چکے تھے اور دوزخ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

آسمانوں تک شور و غل پڑ گیا تھا کوئی حساب نہیں رہا تھا۔ حضور پاک کی صفت و ثناء سن کر ہر ایک کہہ رہا تھا بس یہی ہے۔
ازل سے ابد تک جن کا شان ہمیشہ تازہ رہے گا۔ کبھی پرانا نہیں ہوگا۔ ان پر لاکھوں درود و سلام وہ ایسے خدا کے پیارے محبوب ہیں۔

جوں جوں شہزادہ نبی پاک کا نام پکارتا اتنی ہی زیادہ آواز میں صفائی اور مٹھاس اور جوش زیادہ آتا جا رہا تھا۔
شہزاد خاص ارادہ رکھ کر نبی پاک کی شان مبارک بیان کر رہا تھا۔ اتنے ہی بول ریلے واضح اور صاف ہوتے جا رہے تھے۔
پرریاں جنات حیوان پرندے تمام اکٹھے ہوئے تھے۔ اور تمام پرکلام نے ایسا اثر کیا تھا کہ تمام ہی زار و قطار رونے لگے۔
بی بی مہر افروز بے حساب روئی اور آنسوؤں سے دامن تر ہو گیا تھا۔ اور وہاں موجود تمام پرریاں آہوں اور سکیوں سے رو رہی تھیں۔
اور جب سیف ملوک نے کلام پڑھنے کے بعد خاموشی اختیار کی تو کیا خاص کیا عام تمام کا دل اپنی جگہ پر آیا۔ سب نے ہوش سنبھالی۔

بی بی نے فرمایا اے بیٹا اب تمہاری مراد یہی ہے تاکہ شاہ پری میرے ہاتھ لگ جائے۔ کوئی ایسا ذریعہ کہ سبب بن جائے۔

جن دیواں عفریتاں ملی کئی کوہاں تک دھرتی ہوئے ہجوم اجیبے گویا روز قیامت ورتی وچہ ہوا نہ مٹدے پنکھی تڑن تڑن کئی مردے جنت دے دروازے کھلے دوزخ ہوئے سردے

غل پیا آسماناں توڑی دھر دھر کچھ نہ رہیا حضرت دی سن صفت مبارک ہر کوئی آکھے ایہا اول آخر تیک جنھاں دا شان نہ تھیندا ایہہا صلی اللہ علیہ وسلم دھن حبیب اجیہا

جینوں جینوں پڑھا نام نبی دا سیف ملوک شہزادہ تینوں تینوں ہووے آواز صفائی جوش خروش زیادہ صفت نبی دی پڑھے شہزادہ دھر کے خاص ارادہ ہوندے جاون بول ریلے روشن صاف زیادہ پرریاں جن پکھیر و وحشی سب اکٹھے ہوئے کیتا اثر کلام تماماں ہنچوں بھر بھر روئے چھججیں کھاریں رنی بی بی ہنچوں جھولیں بھریاں ہائے ہائے کر کے رنیاں او تھے ہور تمام پرریاں جاں پھر سیف ملوک شہزادے کیتی چپ کلاموں ہر اک دا جینو جانی آیا کی خاصوں کی عاموں
بی بی نے فرمایا بیٹا غرض تیری ہن ایہا شاہ پری ہتھ لگے کیوں بنے سبب اجیہا

اگر تو میری دادی ہے تو اسے جواب نہ دینا انکار نہ کرنا اگر تو نے اسے ایک بار جواب دے دیا تو وہ اسی وقت مر کر ڈھیر ہو جائے گا۔ اپنی زندگی ختم کر لے گا۔

آگے ہی وہ بڑا دکھی ہے اس کا بال بال دکھوں نے زخمی کر دیا ہوا ہے۔ اس کا اندر پرزے ہو چکا ہے۔ اندر سے ٹوٹ چکا ہے اور ظاہر مردوں والا حوصلہ ہے۔

اور اوپر سے تو جواب دے کر جلتی پہ تیل نہ ڈالنا۔ وہ ایک پل بھی دیر نہیں لگائے اس عذاب سے مر جائے گا اس میں انکار سننے کی طاقت نہیں ہے۔

اگر یہ مر گیا تو پھر میں بھی مر جاؤں گی ایک پل بھی پیچھے نہیں رہوں گی۔ اگر تو نے یہ احسان نہ کیا تو ہم تیری مہر کے بارے کیا کہیں گے۔ کہیں تیری مہر ہوگی۔

بڑی امید لگا کر تیرے دروازے پر بھیجا ہے۔ اسے ناامید نہ لوٹانا۔ اس کے پریشان دل کو دلیری دینا اور اسے دلاسا دینا۔ اس کا خیال کرنا۔

جب تک میرے جسم میں جان ہے بس یہی میرے دل کا جانی ہے۔ اگر تو نے جھڑک دی تو وہ عاشق مر جائے گا۔ اور میں بھی مر جاؤں گی۔

ان دیکھے اس نے اتنی محبت کی ہے اتنی مشکل برداشت کی ہے۔ اس دنیا میں کوئی کوئی ہی ایسا وفادار انسان ہو گا۔ جتنی وفاداری اس نے کی ہے۔

انسان جن اور پری میں اتنے حوصلے والا کون اتنی ہمت والا کون ہے۔ جس نے سفر مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ خدا کرے انہیں قبولیت حاصل ہو جائے۔

نام پتہ ملک شہر شکل و صورت ذہانت رنگ روپ اور جوانی پر بیج جمال نے نیک انسان کی تمام صفات لکھ کر بیج دی تھیں۔

چیتا دیتیں جواب نہ اس نوں بے توں دادی میری بے اکوار جواب دتوئی مر کے ہوسی ڈھیری

اگے ہی ایہ ہے دکھیارا پڑ پڑ سلیا درداں اندر اس دا پرزے پرزے باہر دا عیہ مرداں!

اتوں توں نہ پلیدی آتے پائیں تیل جواہوں ساعت ڈھل نہ لگسی اونویں مرسی ایس عذابوں

ایہ مریا تاں میں بھی مرساں گھڑی نہ پیچھے رہساں بے تده ایہ احسان نہ کیتا مہر تیری کی کہساں

کر کے آس تیرے دز گھلیا موڑیں نہیں نراسا بیدل نوں دلبری نبھائیں دے کے غور دلاسا!

جاں جاں جان میرے تن ایہو خاصہ دل دا جانی بے جھڑکیں مر جاسی عاشق میں بھی ہوساں فانی

اکھیں ڈٹھے باجھوں اس نے کیتی ایڈ آشنائی! دنیا آتے کوئی کوئی ہوسی ایسا مرد وفائی

آدم جن پری وچ کھیہرا اتنی ہمت والا جو اس سفر قضیے کئے پین پر نکت شالا

نام نشان مقام ذریت صورت رنگ جوانی گھلیاں لکھ بدیع جمالے صفتاں نیک انسانی

ان کے نقش و نگار بیل بوٹے بہت خوبصورت اور پیارے لگ رہے تھے۔ وہ نقش دیکھ کر اس کے اپنے خیال کے تمام ہوش اڑ گئے۔

عقل کا معمار دیکھ کر اس کی تمام تدبیریں مان گئیں کاریگری کی حکمت دانائی اس کی چتر کاری کی چمک سے نظر آ رہی تھی۔

ہر حیوان انسان جن پری کی تصویر نقش کی ہوئی تھی۔ بڑی کمال خوبصورت زیور پہنا کر سنگاری ہوئی تھیں۔

ہر طرف پھولوں کی مہک تھی جو دماغ کو تازہ کر رہی تھی اور ہر پھل سے جنت کی خوشبو آ رہی تھی جو جگر کی طاقت بڑھا رہی تھی۔

شہزادہ باغ ارم کو دیکھ کر بڑا حیران ہو گیا تھا۔ اور دل میں سوچتا کہ اصل جنت کب اس جیسا ہوگا۔

میں نے تمام ساحلوں کوہ قافوں باغوں اور سراؤں میں کہیں بھی ایسے درخت نہیں دیکھے ہیں۔ اور نہ ہی ایسی خوش آب و ہوا دیکھی ہے۔

جس کو اعلیٰ جنت کہتے ہیں شاید وہ یہی ہوگی۔ ورنہ دنیا میں ایسا خوبصورت باغ کہاں ہوتا ہے۔ اصل جنت یہ ہی ہو سکتی ہے۔

چمن کی بہار کا سیر کر کے پھر واپس اسی خمیے کی طرف آیا۔ جس پر آہو حافظ نے پہلے لاکر بٹھایا تھا۔ جس پر وہ پہلے آ کر اتر اٹھا۔

ہوا بڑی پرسکون چل رہی تھی شہزادہ بڑا خوش ہوا۔ سینکڑوں برسوں کا علیل کمزور تندرست تازہ کر رہی تھی۔

پانی کی نہریں بہ رہی تھیں تمام اچھی جگہیں اور کنارے ٹھنڈے سائے کے نیچے سبزے نے نرم نرم فرش بچھایا ہوا تھا۔

نارونی کا ایک بڑا بڑا چھ چھٹے کے کنارے پر تھا۔ جیسے ریشمی کپڑے کی سبز چھتری ایسی اچھی تھی۔ اس کا سایہ چھتری کی طرح تھا۔

ہوا چلی تو شاخیں جھولنے لگیں اور مسافروں کو اشارے کر رہی تھیں کہ آؤ تمہارے لیے خوب بچھو نے بچھائے ہوئے ہیں۔ آؤ

نقش نگار عجائب سوہنے ہر ہر طرح نیارے دیکھ نقاش خیال اودھے دے ہوش گئے بھل سارے

تک معمار ادرا کے والا کند ہو یا تدبیروں حکمت کاریگر دی دے چتر کار منیروں

ہر حیوان انسان پری دی صورت نقش بنائی بہت کمال نہایت سوہنی زیور لاء سہائی

ہر پاسے خوشبو پھلاں دی مغز معطر کردی ہر میوے تھیں باس بہشتی قوت دے جگر دی

شاہزادہ تک باغ ارم دا ہو تعجب رہیا دل وچ کہے بہشت اصلیا ہوسی کہ اجہیا

بندر تے کوہ قافاں اندر باغیں تے صحرائیں ایہہ عجائب رکھ نہ ڈٹھے ناخوش آب ہوائیں

جنت اعلیٰ کہندے جس نوں ہوگ متے اودہ ایہا دنیا اُتے کتھوں ہووے سندر باغ اجہیا

کر کے سیر بہار چمن دا پھر چشمے پر آیا! جس پر آہو حافظ آہا اول آن بہایا!

خوش ہوا نہایت مٹھی بہت سکھاوون والی سے برساں دام ماندہ ماڑا کرے ز و آحالی!

وگن نہراں لہر بہ لہراں سچے تھماں کنارے ٹھنڈیاں چھاواں گولے گولے سبزے فرش کھلاوے

نارونی دا رکھ گھنیرا چشمے اُتے ہے سی! دریائی دی چھتری ساوی ہوگ نہ سوہنی ایسی

جھلی واء بلن وچ شاخاں کرن اشارت راہیاں آہوین تساڈے کارن خوب وچھائیاں ڈاہیاں

بیٹھو آرام کرو۔

چشمے سے پیاسے آ کر ٹھنڈا پانی پیو اور بڑی گھنی ٹھنڈی چھاؤں میں کچھ وقت آرام کرو اور تمہاری تھکاوٹ دور ہو جائے اور پھر تازہ دم ہو کر چلنا۔

نارونی کے سائے میں جا کر شہزادہ لیٹ گیا۔ باغ ارم کی ہوا سے بڑی موافق آئی اور وہ بڑا مست ہو گیا۔ وہ گہری نیند سو گیا تھا۔ بڑی دیر سے سویا نہیں تھا اور اسے بڑی گہری نیند آ گئی۔ شہزادہ بڑا بے ہوش ہو کر سو گیا اور دشمن نے اپنا وار چلا دیا۔

سینکڑوں برس کی زہد و عبادت کرنے کے بعد جب روح منزل پر پہنچا اور ایک پل کی لاپرواہی خوشیوں کو بڑی دور لے گئی۔ اس مردار نفس کا ساتھی شیطان آ کر کام دکھا دیتا ہے حقیقی باغ سے پکڑ کر مجازی قید میں ڈال دیتا ہے۔ قید کر دیتا ہے۔

چوٹوں سے ضربوں سے زیادہ سخت طعنے اور جدائی ہوتی ہے ایسی قید سے رہائی بڑی مشکل ہوتی ہے کوئی جانی دوست ہی زور سے نکال سکتا ہے۔

دشمن مرے ہوئے کا بھی اعتبار بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر سانپ مرے ہوئے کا کاٹنا بھی چبھ جائے تب بھی دردِ برابر حال کر دیتی ہے۔

اے بھائی زہد و عبادت کر کے جب دیدار کا وقت میل کا وقت آیا۔ خوشی غرور لاپرواہی کی اور روح کو پھر قید میں ڈال دیا گیا۔ اے ساقی اب دل تنگ پڑ گیا ہے ایک جام بھر دو کہ اکیلا دشمن کے قابو میں آ گیا ہے اب تیرا ہی بندوبست ہے۔

کہ میں قید میں بھی جام پنی کر امید رکھوں کہ صبر سے کام لوں۔ اے محمد تسلیم کر لو کہ وہ طاقتور ہے جو وہ چاہے کرتا ہے۔

چشمے وچوں آ پیاسے ٹھنڈا پانی پیو! چھاں گھنی آرام کرو تے گھڑی آسودے تھنویو!

نارونی دی چھانویں جا کے ہویا دراز شہزادہ باغ ارم دی واؤ سکھائی مستی چڑھی زیادہ مدت دا ندرایا آبا نیندر گھل مل آئی تا ہو بے ہوش شہزادہ دشمن وار چلائی سے برساں دی زہدی کر کے جاں روح منزل پہتا اک گھڑی دی غفلت خوشیوں دور ہٹے مڑ بہتا نفس موئے دانگی شیطان آن کرے اپر الے باغ حقیقی وچوں پھڑ کے قید مجازی ڈالے سٹوں سخت ہوون پھر ہٹاں کہن حکیم سیانے اس قیدوں چھٹکارا اوکھا کڈھے یار دھگانے

ویری دشمن موئے گئے ساہ و ساہ نہ کرے سب موئے دا کنڈا چبھے پھر بھی دردیں مرے

کر کر زہد ریاضت بھائی جاں میلے پر آیا خوشی غرورت غفلت کیتی روح بندی مڑ پایا تنگ پیا دل آہن ساقی بھر کے دیہ پیا لہ دشمن دے دے وس پیوس اکلّا ہے تیرا اپرالا قیدے اندر رہاں امید پنی کے جام صبر دا من رضا محمد ڈاڈھا جو چاہے سو کر دا

کہ دیکھئے قدرت کاملہ کے کیسے الگ ہی فیصلے ہوتے ہیں۔ جب وہ مالک رحم کرے تو باز کے نیچے سے تیر کو چھڑا دیتا ہے۔

جب شیر دُنبے کو مارنے لگے تو بھیڑیا اس کا ساتھ دیکر چھڑا دیتا ہے۔ اور باشک ناگ چڑیا کا محافظ بن کر بیٹھ جاتا ہے۔

باز کبوتر کو اپنے غضب کا پنجہ مار کر کھانے لگا تو لگڑ اس کو چھڑا کر بچا لے بس اس خدا کا فضل دیکھئے وہ کیا کر سکتا ہے۔

اس وقت ہاشم شاہ کی خدمت میں جلاد نے ایک عرض کی کہ بادشاہ سلامت تیرے تارے کی بدولت میری تلوار کی کاٹ کتنی تیز ہے۔

تیری حمایت سے میں کتنا طاقتور ہوں میرے بازوؤں میں کتنا زور ہے۔ کوئی بھی دوسرا سانس نہیں لیتا ہے۔ جن پر میں تلوار چلاتا ہوں۔

آج دن تک کوئی بھی نہیں بچ سکا ہے جو بھی مجھ تک پہنچا ہے۔ اس گنہگار بندے کی کوئی شفاعت کرے گا میں نے بڑے ظلم کئے ہیں۔

خداوند تعالیٰ ہمیشہ آپ کا راج قائم رکھے اور لاکھوں خوشیاں دے دو تین باتیں میرے دل میں آئی ہیں اگر خطا معاف ہو میں کہہ دوں۔

ہاشم شاہ نے فرمایا جو بھی تیرے دل میں ہے تم کہہ سکتے ہو۔ ہم نیک مشورہ سب کا سنتے ہیں کسی کا بھی برا نہیں مناتے ہیں۔

سب کی نیک نصیحت مان لیتے ہیں اس میں بالکل شرمندگی محسوس نہیں کرتے جو صبح ہو مان لینا چاہیے اس کا دوسوہ ختم ہو گیا۔

ہاشم شاہ کو جلاد نے اپنے دل کی بات سنائی کہ اے بادشاہ سلامت شاہ شاہپال بڑا بادشاہ وہ حضرت سلیمان کی جگہ پر ہے۔

قدرت دیکھ خداوند والی کردا کیڈ تماشے پنچے وچوں تتر چھڈے رحم کیتے جد باشے مارن لگے شیر دُنبے نوں گرگ کرے اپرالا بہے چڑی دا رکھا بن کے پاشک ناگ ڈنگالا کھاون لگا باز کبوتر پنچہ مار غضب دا ! لگڑ اس تھیں چھڑکا کے رکھے فضل پچھانوں رِدا ہاشم شاہ آگے جلادے اس دم عرض پکاری شاہا تیز تیرے اقبالوں واہڈ میری تلواری

ہمت تیری نال زوآ زور مینوں وچ باہاں دو جادم نہ لیندے مڑ کے تیغ جنہاں تے واہاں

اج دم تیک نہ پچیا کوئی جو میرے تک پہننے کرگ شفاعت کون بندے دی پاپ کمائے بہتے

شالا خیر تساڈی دائم مانوں خوشیاں لاکھاں دو تن سخن میرے دل آئے جند بخشو تاں آکھاں

ہاشم کہیا کہہ توں بیشک جو تیرے دل آئی نیک صلاح سمجس دی سینتے کھائیے نہیں خطائی نیک نصیحت ہر دی مئیے عار نہ کریے ماسہ جو آمنال دے گھر آیا ہویا بے وسواسہ

ہاشم شاہ آگے جلادے عرض بنا سنائی شاہ وڈا شاہپال اچیرا نبی سلیمان جانی

ہاشم کہیا کہہ توں بیشک جو تیرے دل آئی نیک صلاح سمجس دی سینتے کھائیے نہیں خطائی نیک نصیحت ہر دی مئیے عار نہ کریے ماسہ جو آمنال دے گھر آیا ہویا بے وسواسہ

ہاشم کہیا کہہ توں بیشک جو تیرے دل آئی نیک صلاح سمجس دی سینتے کھائیے نہیں خطائی نیک نصیحت ہر دی مئیے عار نہ کریے ماسہ جو آمنال دے گھر آیا ہویا بے وسواسہ

ہاشم کہیا کہہ توں بیشک جو تیرے دل آئی نیک صلاح سمجس دی سینتے کھائیے نہیں خطائی نیک نصیحت ہر دی مئیے عار نہ کریے ماسہ جو آمنال دے گھر آیا ہویا بے وسواسہ

ہاشم کہیا کہہ توں بیشک جو تیرے دل آئی نیک صلاح سمجس دی سینتے کھائیے نہیں خطائی نیک نصیحت ہر دی مئیے عار نہ کریے ماسہ جو آمنال دے گھر آیا ہویا بے وسواسہ

ان باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے ایسے ہی کسی کے عیب ظاہر کرنا۔
اے محمد تم اپنے آپ کو سنبھالو جو کوئی کرے گا وہی وہ بھرے گا۔
جلاد بیچارہ اپنی بات کرتا اور ساتھ ساتھ تاکید بھی کرتا۔ اس کا نام تو
جلاد تھا لیکن کام شفاعت کرنا تھا اور اندھوں کو راستہ دکھاتا تھا۔
آپ کو بہرام کے بارے میں خبر بھی تھی کہ انسان کے ہاتھوں
مرے گا۔ ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ انسان کے ہاتھوں مارا
جائے گا۔

جس طرح ازل سے لکھی ہوئی تھی ہر حال میں وہی ہوئی ہے۔
ورنہ اسے ایسے بہادر دیو کو کون مار سکتا تھا۔ کس کی ہمت تھی کہ اس
کا مقابلہ کرتا۔

اتنا بہادر دیو اور پریوں میں انوکھا ہی تھا۔ یہ ایسا نایاب تھا۔
جیسے بھیڑوں کے گلے میں شہر اس طرح ہی لشکر میں یہ بہادر تھا۔
دس ہزار زردیو اور چالیس ہزار پریاں اور دیو اس نے ایک ہی
حملے میں ہلا کر رکھ دیئے تھے اور اکیلے نے ہی میدان جیت لیا
تھا اور وہ بھاگ گئے تھے۔

یہ ایک بے چارہ کمزور سا انسان اس کے سامنے کیا چیز تھا۔ لیکن
جب کسی کی زندگی کا وقت پورا ہو جائے پھر ایک پل بھی دیر نہیں
لگتی ہے۔

اپنے دل سے خود ہی غور کرو کہ اس کی کیا ہمت ہے کہ اس کے
ساتھ کیا لڑنا چاہے گا یہ کتنا ہی بہادر تھا یہ کتنا ہی دلیر تھا۔ اس کی کیا
جرات تھی۔

جو بات کتابوں میں لکھی تھی وہ ہو کر ہی رہنی تھی اور وہ ہو گئی
ہے۔ اب خدا کی رضا کو مان لو قبول کر لو اس کا اس میں کیا قصور
ہے اس بیچارے کا۔

اور دوسری میری بات سنو جلدی کے کام شیطان کے ہوتے
ہیں ان میں شیطان کی مرضی شامل ہو جاتی ہے۔ اس سے آگے

انہاں گلاں نہیں ہے کی لہذا عیب کیدا کرناں
اپنا آپ سنبھال محمد جو کرناں سو بھرناں
عرض کرے جلاد بیچارہ مڑ مڑ نال تاکیداں
نام جلاد تے کم شفاعت راہ دے بے دیداں
کہندا آئی خبر تسانوں بھی بہرام جوانے
آدمیاں دے ہتھوں مرنا اوڑک اس زمانے

جیونکر توڑوں لکھی آئی سر پراوہو ہوئی
نہیں تاں اوس بہادر دیوے مار نہ سکدا کوئی

ایسا رستم دستان آہا دیو پریاں وچ نادر
جینوں اجڑ وچ شیر تیویں سی لشکر وچ بہادر
دس ہزار نر دیو جنگی چہل (۴۰) ہزار عفریتے
اکے حملے نال بلائے مار گوا پڑ جیتے!

ایہہ کمزور جوان بیچارہ کیہہ آہا اس اگے؟
پر جاں گھڑی برابر ہووے ساعت ڈھل نہ لگے

کرو قیاس دے وچ آپے کیہہ کجھ اس دا باور
نال اوہدے کی قدرت دھر دا توڑے لکھ بہادر

جو کجھ وچ کتاباں لکھی ہونی سی سو ہوئی
سر پر من رضا رے دی دوس نہیں اس کوئی

دو جا ہور سنو گل میری ترکھے کم شیطانی
اگے بھی تدھ نالوں وڈے ہوئے شاہ جہانی

یہ دشمن ہمارے خیال پڑ گیا دشمن بن گیا ہے کس کے سامنے
فریاد کریں ہر ظالم ہمیشہ ظلم کرتا ہے کہاں بھاگ جائیں۔
کیا کریں۔

پہلے بھلے کی امید لگا کر اور پھر ایک بڑی قید میں ڈال دیتا ہے۔
سورج کو دو پہر پر لے جا کر پھر زمین میں غروب کر دیتا ہے۔
ہر دن چاند کو کم زیادہ کرتا رہتا ہے اور آخر چودھویں کو پورا کر
کے پھر اٹھائیس راتوں تک اسے بے نور کر دیتا ہے۔ روشنی
چھین لیتا ہے۔

خلقت پکار دہائی دیتی ہے کہ دھن یہ آسمان ہے کہ ہمیشہ چاند
جیسی صورتوں کو پکڑ کر کنویں میں ڈال دیتا ہے۔

دلوں کے باغ چرتا ہوا بڑا پیارا سا بہن کا بچہ بھیر یوں کے ہاتھ
میں دے دیتا ہے کہ بانٹ کر کھاؤ۔ اسے بھیر یوں کو کھلا دیتا۔
جنہوں نے کبھی پھول نہ اٹھایا ہو ان سے ننگے سر پہاڑ اٹھواتا
ہے کہ پھول گلاب کو ہی دیکھئے چاروں طرف سے خاروں نے گھیرا
ہوا ہے۔

باغوں میں سیر کرتی ہوئی بلبل کو پکڑ کر پنجرے میں قید کر دیتا
ہے۔ سیف ملوک جیسے نازک بدن شہزادوں کو ایسی تکلیفیں
برداشت کراتا ہے۔

جب اس دھوکے باز آسمان نے شہزادے کو کنویں میں
پھینک دیا۔ اور وہ تمام پرانے زخم تازے ہو گئے اور ان کا
بہت زیادہ درد ہوا۔

کنویں میں زار و قطار روتا اور خون کے آنسو بہاتا تھا۔ بھاری
سنگلوں میں جکڑا ہوا ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ بڑی مشکل
میں پڑا ہوا تھا۔

دن رات اسے کوئی چین نہیں اور بڑے دکھی بین کرتا تھا۔ اسے
اپنی جان اور جسم کا اور دکھ تکلیف کا کوئی خیال نہیں اس کے دل

پیا خیال ساڈے ویری کس نوں کوک سنائیے
ظالم ستم ہمیشہ کردا کت پاسے نس جائیے

اول لاء امید بھلے دی قید بڑی وچ پاندا
کھڑ خورشید دوپہراں اتے دھرتی وت ڈوباندا
دن دن واہدا گھٹ چنے دا کر چوہدیں نوں پورا
پھیر اٹھائیں راتیں توڑی کر چھڈوا بے نورا

کوک دوہائی کرے لوکائی دورائی آسمانوں
نت کھوہے وچ سدا پھڑ کے روشن جن جہیانوں
باغ دلاں دے اندر چروا بک لڈ کا پھڑ کے
گھیاڑاں دے ہتھ پھراندا ونڈ ونڈ کھاؤ کھڑ کے
ننگے سر پہاڑ چکائے جنہاں پھل نہ چایا
ویکھو پھل گلاب جو طرفوں سیخاں دے منہ آیا

باغیں سیر کریندی بلبل پکڑ پنجر وچ پاوے
سیف ملوک جیسے تن نازک ایسے دکھ سہاوے

جاں اس بے باز آسمانے سٹیا ڈرگ شہزادہ
تروٹے پھٹ پرانے مڑ کے ہويا درد زیادہ

زار و زار روئے وچ در گے تو تیر اوچھلے
بھارے سنگل کاٹھ پئے سن کجھ ہتھ پیر نہ ہلے

رین دناں کجھ چین نہ رہیا وین کرے دکھیارے
فکر دھیان نہ جان اپنی دا دل وچ سان پیارے

یاد نہ کیا ہو۔

تیرے ہی غم میں میری جوانی گزر گئی ہے اور جان اب یہاں جا رہی ہے۔ اور تمہارا تو ملنے کا وعدہ تھا بتاؤ اب کہاں ملو گی۔

دوستی لگا کر پہلے اٹھایا پھر خواری میں بد حالی میں ڈال دیا۔ تجھ پر یہ امید نہ تھی کہ جب میں نے تجھ سے محبت کی تو ایسا بھی کرے گی۔

تم نے کتنی قسمیں اٹھاتی تھیں تو نے دوستی کی کس طرح عشق کیا۔ اور اب تو نے مجھے دل سے ہی بھلا دیا ہے تجھے وہ وقت نہیں یاد آیا ہے۔

بیشک عاشق تجھے کچھ بھی نہیں کہے گا تجھے کوئی الزام نہیں دے گا اس دنیا میں اور بھی لوگ ہیں وہ اس بات کو کیسے برداشت کریں گے۔

تمام زمانہ تجھے طعنہ دے گا کب تک ان سے بچھے گی کیسے بچے گی۔ تمہیں خلقت بے وفا کہے گی تو کس کس کا منہ بند کرے گی، کیسے منع کرے گی۔

کہیں گے واہ کیسی تیری دوستی ہے کبھی تو نے اپنے دلبر کو یاد ہی نہیں کیا ہے۔ اسے بھلا دیا ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں لی ہے کس حال میں ہے اور مر وادیا ہے۔

بیشک میں تو جا کر نہیں دیکھوں گا لیکن اور دنیا تو دیکھے گی اور زمانہ تجھے دیکھے گا لوگ تجھے طعنہ دیں گے۔ آوازیں کہیں گے۔

کس مذہب میں یہ جائز ہے کہ وعدہ کر کے مکر جانا وعدہ وفانہ کرنا۔ اے پری منہ نہ موڑ لینا تم اپنے کئے وعدے کو پورا کرنا۔ دیکھو چمن کی دوستی کہ پھولوں نے اس سے کیا حاصل کیا ہے ان کے نازک جسم پر کانٹے تیروں کی طرح زخم لگاتے ہیں۔ لیکن وہ پھر چمن میں کھلتے ہیں۔

غم تیرے وچ گئی جوانی جان چلی ہن اتھے سی اقرار ملن دا پرے دس ہن ملسیں کتھے یاری لا کے چائیوی اول سیٹوی وچ خواری ایہ بد ظن نہ آہا تھ تے جد میں لائی یاری

دیکھاں کیڈ سوگنداں چایاں کیسے نیہوں لگائے ہن تھ منوں بھلایا مینوں اوہ دن یاد نہ آئے

توڑے عاشق کجھ نہ کہہی مینوں عیب نہ لاسی ہور بھی خلقت دنیا آگے کہ ایہ گل پچاسی

طعنے لوک دیوے گا سارا کچرک اندر وڑیں یوفا کہے گی خلقت کس کس دا منہ پھڑیں

کہہن واہ یرانہ تیرا یاد نہ کیتوی جانی یار بنا مڑ سار نہ لیو مار کرائیوی فانی

توڑے میں نہ تگساں جا کے خلقت ہور تکلیسی جگ بدنام کرے گا تینوں بولی لوک مریسی

کس مذہب وچ جائز آیا بھجن قول قراروں اوفوا بعہدی پرے مکھ نہ موڑیں یاروں دیکھاں یار قرار چمن دا کی گلاں پھل پائے نازک بدن آتے اٹھ خاراں تیرے آن لگائے

شراب کو دیکھو وہ شرابی کو گرا کر اس کا منہ توڑ دیتا ہے زخمی کر دیتا ہے تب ہی اس کا نام حرام ہے حالانکہ وہ پاک اور حلال چیزوں کا بنتا ہے۔

اسے دیکھ رات جب چاند کا پیالہ توڑ دیتی ہے۔ دنیا میں رو سیاہ ہوتی ہے کہ اس کی روشنی کم ہو جاتی ہے۔ منہ کا لک لیتی ہے۔ میں تجھ سے کونسی امید رکھوں کس حساب سے خوشی مناؤں کہ میری عمر گزری جا رہی ہے تم نے وعدے پورے نہیں کئے اور میں اپنے مقدر کو روتا ہوں۔

میں ایسا بچا انسان نہیں ہوں کہ تیری محبت سے غافل ہو جاؤں کہ میں تیری یاد دل سے بھلا دوں اور اپنے وعدے سے منحرف ہو جاؤں۔ تمہارے عشق کے راستے میں اگر لاکھوں سختیاں بھی آئیں تو میں برداشت کروں گا۔ اور ناراض ہو کر ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا آگے ہی چلوں گا۔

اب کون آ کر میرے دل کی حالت دیکھے کہ دل سے کیا گزر رہی ہے۔ ایک جدائی اور بدن زخمی اور قید میں پڑا ہوا ہوں۔ میری تو صورت تمہارے محبوب کہلانے کی نہیں ہے۔ بیشک میں لاکھوں بناؤ سنگھار کروں۔ نہ ہی دل یہ گواہی دیتا ہے کہ تجھے میں بے وفا کہوں۔

تیری عادت نے مجھے بے بس کر دیا ہے میں اب تجھے کیا کہوں۔ نہ تو میں تمہیں اپنا محبوب نہ ہی اپنا دشمن کہہ سکتا ہوں ایسے کہنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔

اگر لاکھ ظلم بھی کرو گی پھر بھی میں تمہیں اپنی جان سے پیارا جانوں گا۔ جس کا نام بدیع جمال ہے اس کو میرا خون بھی معاف ہے۔ اس کیلئے سب معاف ہے۔

ایسے حسین محبوب سے دوستی توڑنا مشکل ہے۔ اس کے نام پر اس کے راستے پر سینکڑوں بار زندگی قربان ہے۔

دیکھ شراب شرابی تائیں سٹ سٹ کے منہ بھندا تائیں نام حرام دھرایوں پاک ششیں دا بندا

دیکھاں رات پیالہ چن دا جس ویلے بھن سڈی عالم تے منہ کالکھ لیندی کی روشانی گھنڈی کی امید تیرے نگ رکھاں کس ہیکھے خوش ہوواں عمر چلی تده قول نہ پالے پیا نصیبے روواں

ایسا مرد نہیں میں کچا تیری بے پرواہیوں یاد تیری تھیں غافل ہوواں نساں تیغوں واہیوں عشق تیرے دے رستے اندر بے لکھ سختی سہماں رنج ہو کے اک قدم نہ ہٹاں پھیر او تھے ول ڈھیماں

کون تکے اس ویلے آ کے حالت میرے من دی اک فراق دو جا تن گھائل قید ہو یا وچ بندی ناں منہ یار کہاوں جوگا کراں سنگار جی لاکھاں ناں دل ایہ گواہی دیندا بے وفا تده آکھاں

عاجز کینا خو تیری نے نام تیرا کی دھریئے ناں جانی نہ دشمن جانی دوئے کہندے ڈریئے

بے لکھ ظلم کرو پھر رکھاں جانی ناں تسانوں نام بدیع جمال جنہاندا خون حلال جنہاں نوں

خوب شکل محبوب اجہیا مشکل تروڑن یاری سو سو واری راہ اوہدے تے بہتر ہے جند واری

راستے بند۔ جلاسی کی کوئی امید نہ تھی۔

وہ تیمم کر کے عبادت کرتا اور نوافل نمازیں ادا کرتا اور سوچتا کہ کب یہ غموں کی راتیں ختم ہوں گی یہ بہت لمبی ہو گئی ہیں۔ انکی کب انتہا ہوگی۔

جدائی کی سیاہ رات کنویں میں آ گئی۔ ہاتھوں اور پاؤں میں زنجیریں اور بیڑیاں عاشق اکیلے ہی برداشت کرتے ہیں۔ اسے یہ سب برداشت کرنا تھا۔

وہ لاکھ بھی شور پکار کرتا اسے کس نے پوچھنا تھا اور کس نے سننا تھا۔ اور صبر کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا آخر بیچارہ صبر کرتا۔

اور فریاد کرتا کہ میرے لئے موت نہیں ہے میں کسی کی موت ہی لے لوں۔ کس کی موت ہی مجھے مل جائے۔ جاگتے ہوئے ہی راتیں گزارتا جیسے مجنون لیلیٰ کے بغیر گزارتا تھا۔

لیلیٰ القدر کی طرح رحمتوں والی رات آئی۔ چودھویں کے چاند کی روشنی نے آسمان کو سبز باغیچے کی طرح کر دیا۔ آسمان ایک سبز باغ تھا۔

آسمان نے نیلے سائبان تان دیئے تھے سنہرے دھبے لگا دیئے تھے۔ آسمانی فرش پر ستارے محفل سجا کر ستارے رقص کر رہے تھے۔

شہاب سے ڈرتا ہوا ابلیس بھاگا بھاگا مارا مارا پھر رہا تھا۔ اور مالک کے چوکیدار لا حول ولا پکار رہے تھے۔

جہاں کی ہوائ نے رات میں کستوری کی خوشبوؤں کے جھونکے پھیلا دیئے تھے۔ لعلوں کی طرح چاند چمک رہا تھا اور زمین صاف روشن تھی۔

باغوں میں درختوں کے سائے بڑے نقش نگار بنائے ہوئے ہیں۔ سیاہ سائے میں سفید روشنی بڑی اچھی جیسے ہرنوں کی کھال پچھائی ہوئی ہے۔

نال تیمم کر کے عبادت پڑھا نفل نمازاں ممکن کہ غماں دیاں راتیں ہویاں دور درازاں

کالی رات وچھوڑے والی ڈھکی وچ ڈرگے ہتھیں پیریں سنگل بیڑی کٹن عاشق لگے

کون سنے تے کیہڑا تیجھے جے سو کرے کارا صبروں باجھ علاج نہ کوئی صبر کرے بیچارا کوکے موت نہیں میں جوگی کس دی آئی لیاں جاگدیاں نت کٹے لیاں جیوں مجنوں بن لیاں

آئی رات اک رحمت والی وانگر لیل قدر دے انبر سبز بغیچہ کیتا تازہ نور بدر دے

نیلے چھتر آسمان کھلارے پھپھے لاء سنہری فرش فلک دے آتے تارے ٹچن وچ پکھری

ندا پھرے شیطان ڈوراڈا کھاوے خوف شہابی لا حَوْلَ وَلَا پکارن چوکیدار جنابی رات کیتی کستوری حلے سبھ ہوا جہانی لعلان وانگر جن چمکدا صاف زمین نورانی

باغاں اندر چھاں رکھاں دی نقش نگار بنائی کالی چھاں چٹا وچ چان خوش مرگان وچھائی

تو ہی مثل نور حضوری ہے خوش باش دوستوں کیلئے یہ سب تیرے ہی نوکر ہیں اور تو ہی ان کا سردار ہے تو ہی ان سب کا سربراہ ہے۔

مہربانی اور سخاوت ہمیشہ سرداروں کی خوبی ہے یہ بھی اب مہربانی کرو اور میری بھی ڈوبی کشتی کو کنارے لگا دو۔ میری بھی مشکل آسان کر دو۔

سنا ہے ہر مشکل کے دروازے کی تیرے ہی ہاتھ میں چابی ہے اور بارہ گھروں میں تیرا آنا جانا ہے اور تو ہر گھر کا مختار ہے۔ ان گھروں میں تیری ہی بات چلتی ہے۔

خوشی کی سات سڑیں گانے والے تجھی سے تان لیتے ہیں اور مخلوق عطر خوشبو وغیرہ تجھی سے ہی مانگ کر لگاتی ہے۔

بادشاہوں کی انگوٹھی کا تو نگینہ ہے گھر کے عیش و آرام کی ملکہ ہے میرا محبوب میری زندگی کی دوا ہے آج اس کی خبر لاؤ۔

زہرہ آگے گزر گیا اور پھر مشتری کا چکارا پڑا اور پھر سیف ملوک بے چارہ اس کے آگے منت زری کرنے لگا۔ اس سے گزارش کرتا۔

اے مشتری تمام دنیا تجھے بڑا مبارک ستارہ کہتی ہیں۔ تیرے تمام وعدے سچے ہوتے ہیں ان میں ذرہ برابر بھی خطائیں نہ ہوتی ہیں۔ اگر تو نظر کرے تو میری جان بچا دے دنیا میں تیرا ہی سکہ چلتا ہے۔ تیرے سے ہی نصیب بلند ہو جاتے ہیں اور میرے دل کی سلی ہو جائے۔

تو ہی خوش نویس کاتب ہے تو ہی عطاؤں کے خط لکھتا ہے ہر میدان میں تجھے فتح ملتی ہے تو ہی ملک کا والی ہے۔ تیری ہی حکومت ہے۔

تیرے سے دنیا اور جہان کا سکون امن و امان وابستہ ہے۔ تیری مرضی پر ہی جہان کا روبرو چلتا ہے تو لوگوں کے بڑے کام

تو ہیں نور مثال حضوری خوشی کریندیاں یاراں سب کوئی چاکر تیرا ایہی توں وانگر سرداراں۔

لطف سخاوت کم ہمیشہ سرداراں دی خوبی کر کھاں لطف میری ہن بیڑی لا بنے کڈھ ڈبی

سنتیں ہتھ تیرے وچ کنجی ہر مشکل دے دردی بارہیں گھریں تیرا ہے پھیرا مختاری ہر گھر دی

ست سُرراں خوش گاون والے تان تیرے تھیں پاندے خلقت عطر عبیر تیرے تھیں منگ ہمیشہ لاندے

چھاپ شہانی دا توں تھیوا عیثاں دے گھر رانی ساجن جند میری دا دارو خبر اوہدی آج آنی زہرہ لنگھ رہی پھر لگا مشتریوں چکارا! اس آگے مڑ عرض کریندا سیف ملوک بیچارا

مشتریئے سعد اکبر تینوں آکھے سب لوکاںی سچے سبھو وعدے تیرے ناں وچ کجھ خطائی!

نظر کریں تاں جان دوہاویں جگ پر سکھ تیرا ہوون بخت بلند تیرے تھیں زور پھڑے دل میرا

منشی خوشخط لکھن والا لکھیں خط عنایت ہر میدان تیری ہے فتحا والی خوب ولایت

تدھ کولوں ہے راس براسا امن قرار جگت دا مائل نال صلاح تیری دے کاروبار جگت دا

عالم الغیوب ہے۔

تیرا علم تمام کی پہنچ سے باہر ہے کوئی تیرا سارا علم نہیں جان سکا ہے تیری رحمتوں کا دریا بے کنار ہے اس کی کوئی حد شمار نہیں ہے۔

تو ہی تمام مقاصد پورے کرتا ہے اور سب کی مرادیں تو ہی پوری کرتا ہے۔ بڑے بھی تو نے ہی بڑے کئے ہیں اور غمگینوں کو بھی تو ہی خوش کرتا ہے۔

قید اور آزاد تمام تیرے ہی بندے ہیں کسی کا کوئی اور خدا نہیں ہے لوح قلم آسمان اور زمین تو ہی سب کا خدا ہے۔ تیرے بنا دوسرا کوئی نہیں ہے۔

مغرب مشرق جنوب شمال اور تمام اونچ نیچ والے باری تعالیٰ تیری قدرت کے آگے بے بس ہیں تو ہی جو چاہے کر سکتا ہے۔ جو بھی دشمن آ نکھوں والا تیرا کامل بندہ تیرے تک پہنچا جس نے بھی تیرا قرب حاصل کیا ہے۔ جس نے تیرے حسن کا جلوہ دیکھ لیا تو وہ فوراً اندھے بہرے بن گئے خاموش ہو گئے۔

جو تیرے دروازے کے کتے بھی ہیں ان کی بھی ذات پاک ہے۔ جو تجھے نہیں پہچان سکا اس کے سر میں بس خاک ہی ہے اسے دنیا میں رو سیاہی ملی ہے۔

اے رب تعالیٰ میرا خاک کا جسم اب گل کر پانی ہو گیا ہے بد حال ہے تو خود دیکھ رہا ہے تیرے ناچار بندے کا کتنا برا حال ہو گیا ہے۔

اے میرے رب تعالیٰ اب مجھے معاف کر دے میں ناچار ہو چکا ہوں تیرے بغیر میرے غریب کا کون مددگار ہے۔ تو ہی میرا مالک ہے۔

مجھ پر اپنی رحمت کی برسات برساتا کہ تمام سیاہی ڈھل جائے۔ اور میری جدائی کی سیاہ رات فوراً روشن ہو جائے۔

علم تیرا ہے پڑھنوں آگے کسے نہ پڑھیا سارا بھی دریا احسان تیرے دا بے حد آنت شمارا

توں مقصوداں دے بند کھولیں دیویں آپ مراداں آپے تہ آپے کیتے شاد کریں ناشاداں

بند آزاد تیرے سب بندے ہور نہ رب کے دا لوح قلم تے انبر دھرتی توں رب سب کے دا

لہندا چڑھدا دھن پر بت ہور نمان اچاناں زور تیرے دے آگے ربا ہر اک ہے شراناں جو دانشور اکھیں والا ونج تیرے تک پہتا انھاں ڈورا ہویا شابی حسن ڈٹھوس جاں بہتا

جو کتے در تیرے آتے اوہناں ذاتاں پا کاں تینوں جس پچھاتا ناہیں سر اُسدے تے خا کاں

خاکی بدن میرا رب سایاں گل کے آب ہویا ہے ویکھاں حال غریب بندے دا کھڈ خراب ہویا ہے

سٹ نہ مینوں عاجز ہو یوس تہ بن کون غریباں رحمت کنوں وانج نہ مولے چاء نواز نصیباں!

مینہ و ساء عنایت والا کالکھ ساری دھو دے کالی رات بجر دی میری جھبڈے روشن ہو دے

لگی تھیں۔

میں نے غصے میں آ کر دیو کو بہت ڈانٹا بھی تھا اسے بڑی جھڑکیاں دیں۔ میں اس دیو کو مارنے لگی تھی جو اسے اٹھا کر لایا تھا۔

جب اس نے اس کی صفت و ثناء سنائی تو میں نے اس کی باتوں پر غور کیا کہ دیکھ تو لیا جائے وہ انسان کیسا ہے وہ کیسا دلیر جوان ہے۔

مجھے اور تمام مجلس کو دیکھتے ہی حیرانی ہوئی ہم ششدر رہ گئے جو اس نے اس کی شکل و صورت بتائی تھی دیکھی تو اس سے سات گنا زیادہ تھی۔

اس کی خوبیاں آواز ہدایت اور اس کی اٹھتی ہوئی جوانی انسان تو کیا ایک خدا کا روپ نظر آیا۔ کہ خدا نے ایسا بھی انسان پیدا کیا ہے۔

کوئی انسان پری یا فرشتہ کوئی ایسا نہیں دیکھا ہے مجلس پر اس کے رعب کا جیسے سایہ چھا گیا ہو۔

جب میں اس کی صفات کا خیال کرتی اور اس کی عمر دیکھتی تو میرا دل جلتا کہ یہ بدلیج جمال پری کا جیون سا تھی ہو تو تب بات بنتی ہے۔

ہر ہنر میں پورا نظر آتا ہے ہی تو اس کی اتنی قدر و قیمت اتنا مرتبہ ہے شاید کسی سے لاہور دوستی ہو اور پشاور چلا جائے۔

آسمان میں اتنی ہمت اتنی پہنچ نہیں ہے ایسا ستارہ نکالے کب کوئی ایسا بیٹا جنے گی جو گوہر کی مثل ہو۔ جو گوہر کا ثانی ہو۔

اسی کے ساتھ بیٹی بیاہیں یہ صرف اس بات کے لائق ہے۔ میں نے دونوں موتی عقل کے ترازوں میں تول کر برابر کئے ہیں۔

اب میں نے اپنی عقل سے ان دونوں کی جوڑی جوڑ دی ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اسے پرکھو آ زماؤ۔ بات تلاش

غصے ہو عفریتے تائیں جھڑکاں دے دیکھا یا مارن لگی ساں اس دیوے جیہڑا چا لیا یا

جاں اس صفت و ثناء سنائی دتی عقل گواہی دیکھ لینے اوہ آدم زادہ کیسا مرد سپاہی

مجلس سنے آسانوں لگی دیکھیاں حیرانی! ددھ ڈٹھی سو حصہ صورت جو سی سنی زبانی

سیرت عقل آواز ہدایت بہتی زور جوانی آدم کی اک نظری آیا مظہر روپ حقانی

آدم پری فرشتہ کوئی ایسا نظر نہ آیا مجلس تے اقبال اوہدے دا پھریا سارے سایا صفتاں عمر تکاں تہ میرا تک تک جیوڑا لوہے ایہ بدلیج جمال میری دا کنت ہوئے تہ سوہے

ہردا کابل نظری آیا ایڈے ملتاں پائے مت یاری لاہور کسے دی اٹھ پشورے جائے اس جہیا کوئی تارا کڈھے مول نہ انبر سردا کد جموں گی بیٹا ایسا ثانی ہار گھر دا! اسے نال دیا ہے بیٹی لائق ایہ اس گل دے تول برابر کیتے موتی کنڈے چاہڑ عقل دے میں ہن اپنی عقلوں جوڑی انہاں دوہاں دی جوڑی اکھیں دیکھ آزماؤ اول بہتر ہے گل لوڑی!

ہے۔

جن میں آگ زیادہ پڑ گئی وہ ناری کہلائے اور جن میں مٹی زیادہ ہوئی انہیں خاکی انسان کہا گیا۔

ان دونوں میں اگر نصیبوں کے زور سے رشتہ ہو جائے۔ اس میں کوئی تہمت نہیں کوئی عیب نہیں عیب تو چوروں یا ٹھگوں سے ہوتا ہے۔

اپنی بیٹی بدیع مجال پری کا رشتہ اس شہزادے کو دو۔ نہیں تو بڑا افسوس کرے گا وقت ضائع ہو جائے گا۔ پھر ہاتھ نہیں لگے گا۔ اگر بدیع جمال کی شادی تو نے سیف ملوک سے نہ کی تو جب وقت گزر گیا تو پھر تو بڑا پچھتائے گا اور پھر وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔

اپنے دل کی تسلی کر کے تو یہ جو تو فکر کر رہا ہے اسے چھوڑ دے اسے بھول جا۔ وہ خداوند تعالیٰ کا بھیجا ہوا مہمان تمہارے دروازے پر آیا ہے۔

اس کو اپنے پاس بلا کر اس کو غور دلا سہ دو اسے شراب کا جام پلا کر آ زماؤ کہ وہ تولہ ہے یا ماشہ ہے تمہیں خود ہی پتہ چل جائیگا۔ اگر تم نے اسے نیک جانا تو اسے رشتہ دے کر نواز دینا دونوں ترستے ہوئے دلوں کو ملانے کی تدبیر کرنا۔

شاید تو اس کام سے انکار کر دے تو اس کا خمیازہ تجھے بھگتنا پڑ جائے۔ کیونکہ عشق کا بادشاہ زور آور ہے سخت سزا نہ برداشت کرنی پڑے۔

کہ اور کوئی خرابی نہ آگے آجائے اور بدنامی نہ برداشت کرنی پڑ جائے کہ زمانے میں شرمندگی ہو اور عام خاص نہیں۔

اور عشق ایک ایسا زور آور شیر شکاری ہے اس کا وار خالی نہیں جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کوئی چھیرہ چھاڑ کرے جو اسے انگلی دکھائے اسے مارتا ہے۔

آگ جنہاں وچ پئی زیادہ ناری انہاں کہایا
خاک جنہاں وچ وافر آئی خاکی نام دھرایا
اینہاں دوہاں وچ ناٹھ ہووے جے قسمت دے زوروں
آدم اوچ نہیں کجھ وٹا عیب ٹھگوں یا چوروں

ساک بدیع جمال پری دا دے شاہزادے تائیں
نہیں تاں بہت افسوس کریں گا جاسی وقت آزائیں
سیف ملوک بدیع جمالے جی تھ ناں پرنا یا
پچھوں تائیں پھیر نہ پائیں ویلا وقت وہا یا

خاطر جمع جمعیت کر کے لاه اندیشہ لایا!
اوہ مہمان خدا دا گھلیا جو در تیرے آیا!

اپنے کول بلا کے اس نوں کر کے غور دلاسا
مدھ پلا کے پرکھ شرافت کیا تولہ کیا ماسہ
جے معلوم اسیل کیتوئی ناٹھ دے نوازیں!
دوہاں دلاں سکندیاں تائیں میل موافق ساریں
مت انکار کریں اس کموں دونا دینا آوی!
ڈاڈا ہے سلطان عشق دا سخت سزا سہاوی

پیش آوے کوئی ہور خرابی بھاپوے بدنامی
شہرت ہوئے جہانے اندر ہن خاصی عامی
عشق زور آور شیر شکاری اس دا ہاڑ نہ خالی
چھیرہ کھسیر نہ کریئے مارے انگل جس دسالی

اس وقت پھر کوئی چارہ نہیں چل سکے گا اس وقت کوئی منت کام نہیں آئے گی۔ اور پھر پان جیسا سرخ رنگ زرد ہو جائے گا افسوس کرے گا پچھتائے گا۔

اور تو خود اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ بیٹوں کے غم ختم نہیں ہوتے ہیں لیکن جب تمہاری بدیع جمال سنے گی تو وہ اس جہان فانی سے کوچ کر جائے گی۔

جب اس کے کان میں آواز کی کہ اب سیف واپس نہیں آئے گا تو وہ آگے ہی بڑی اداس ہے اسی وقت اس کا دل مردہ ہو جائے گا۔ وہ زندہ نہیں رہے گی۔

اس یوسف ثانی حسین نے اس کا دل زخمی کر دیا ہے وہ تو فریاد کر رہی ہے اور اسی کے عشق نے اس کی زلیخا جیسی حالت کر دی ہے وہ ہر سانس میں یاد کرتی ہے۔

اس نے بدیع جمال پری کی تمام حالت اس کے سامنے کھول کر بیان کر دی کہ اے شاہ پال تمہاری بیٹی کا سانس لبوں پر آیا ہوا ہے۔ بس پرواز کرنے ہی والا ہے۔

جب اس کے محبوب کی یہ بری خبر کی آواز اس کے کان میں پڑے گی ان برے غموں کی وجہ سے پیاری جان فرہاد کی طرح دے دے گی۔ جیسے فرہاد نے کیا تھا۔

تمہارے لئے یہی نیک مشورہ ہے کہ جلدی تیاری کرو۔ بہت کوشش کر کے سیف ملوک کو واپس لاؤ۔ حوصلہ رکھو ہمت نہ ہارو۔

دانشمند لوگ کہتے ہیں کہ جلد بازی میں شیطان کی مرضی شامل ہو جاتی ہے لیکن دیر وہاں کرنی چاہئے جہاں کسی نقصان کا خطرہ نہ ہو۔

جب اپنے گھروں کو آگ لگ جائے اگر اس وقت بھی پانی جلدی نہ ڈالا جائے تو بہت جلد تمام ساز و سامان اور خود جل

اس ویلے مڑ پیش نہ جاسی لکھ ہاہڑا سو حیلہ نال افسوس حیران ہوئے گا پان جہیا رنگ پیلہ

فرزنداں دے دکھ نہ مٹدے آکھیں آپ زبانوں سڈیاں جدوں بدیع جمالے کرسی کوچ جہانوں

کن آواز پیوس جن ویلے سیف ملوک نہ مڑدا مر ویسی جی جیوڑا اس دا آگے آنت ہو سڑدا

یوسف ثانی لائیوس کافی ہے فریاد کریندی اس دے عشق زلیخا کیتی دم دم یاد کریندی

حال بدیع جمال پری دا سارا کھول سنایا بیٹی تیری دا شاہپالا ساس لبوں پر آیا!

کن بلیل پوے گی اس نوں جاں بدخبر سجن دی تلخ غموں جند شیریں دیسی وانگر کوہ شکن دی

ایہو نیک صلاح تسانوں کرو شاب تیاری سیف ملوک مراد خیریں کر کے ہمت یاری

ترکھے کم شیطانی ہوندے کہن حکیم سیانے ڈھل مناسب اوتھے جتھے کجھ زیان نہ آنے

جاں اٹھ آگ گھراں نوں لگے جلدی جل نہ پائیے جلدی مال متاع تمای آپوں بھی جل جائیے

جائیں گے۔

دونوں ماں بیٹا اسی فکر میں باتیں کر رہے تھے کہ کوئی پیغام لے کر آیا اور دروازے میں آ کر کھڑا ہو گیا وہ دروازے میں ہی رک گیا۔

شاہپال کی طرف سلام کیا اور دعائیں دینے لگا اور کہنے لگا کہ جان بخشو حکم ہو تو میں بات کروں آپ اجازت دیں تو میں کہوں۔
شاہپال نے اشارہ کیا بتاؤ تمہارا کیا کام ہے اس نے کہا مجھے بدیع جمال نے پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اس کا پیغام لایا ہوں۔
اس نے اپنی پھوپھی کی طرف مجھے اندر گھر میں بھیجا تھا اس نے کہا تھا کہ میرا پیغام جا کر سرو بانوں کو دو شاہ اس کی بات مانتا ہے۔

اور بی بی صاحبہ یہاں آئے ہوئے ہیں آپ کے حضور ہیں۔
اگر کہیں تو میں بات کرو یا پھر گھر میں چلیں وہاں چل کر بات سن لیں۔

سرو بانوں نے آگے سے کہا مجھے پتہ ہے کونسا پیغام ہے۔ یہاں ہی بتاؤ اور غیر کوئی نہیں ہے ہم سب ایک ہی قبیلہ ہیں۔
اپلیٹی نے کہا پیغام بھیجا ہے میں ظاہر ہی کہہ دیتا ہوں پری بدیع جمال نے اپنی ماؤں کی طرف رو کر کہا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ اگر وہ شہزادہ زندہ واپس نہ آیا تو میں چھری مار کر مر جاؤں گی اس نے صاف صاف کہہ دیا ہے میں زندہ نہیں رہوں گی۔

اس انسان نے میرے لئے اتنے دکھ مصیبتیں برداشت کی ہیں اس پیارے نے بن دیکھے ہی روحوں کے وعدے وفا کئے ہیں۔

اس نے میرے پیچھے اپنی جان دی ہے اگر اسے دیوؤں نے مار دیا تو ایسے وفادار انسان کیلئے میں اپنی جان کیوں نہ دوں۔

ایہو گلاں کردے آپے مائی پت فکر وچہ
آیا کوئی سنبہا لے کے آن کھلوتا در وچہ

شاہپالے ول ہو سلامی کر کے صفت دعائیں
کہندا حکم ہووے جند بخشو تاں میں عرض سنائیں
شاہ شاہپال اشارت کیتی دس تیرا کم کہیا
کہیوس میں بدیع جمالے گھلیا دے سنبہا
پھوپھی ول روانہ کیتوس مینوں اندر خانے
سرو بانو نوں دیہ سنبہا گل اوہدی شاہ مانے

آن لدھے ایہ بی بی ہوریں وچ حضور شہانے
جے آکھن تاں دیاں سنبہی نہیں تاں چلن خانے

سرو بانو نے کہیا اگوں میں معلوم سنبہا
دس اتھے کوئی غیر نہ سندا اگو ٹیر ایہا
اپلیٹی کہیا سنبہا ایہو ظاہر آکھ سنداواں
کہیا بدیع جمال پری نے رو رو کے ول مانواں
حیف مینون جے اوہ شاہزادہ زندہ پرت نہ آیا
مرساں کھا کٹاری میں بھی ظاہر آکھ سنایا

اوس بندے نے میرے پیچھے جھلے ایڈ کٹالے
اکھیں ڈٹھے باجہ پیارے قول روجاں دے پالے

میرے پیچھے جان و نجاؤں جے کٹھا پھڑ دیواں
ایسے مرد وفائی پیچھے میں کیوں جند نہ دیواں

ہر پمبی کے بال سے آنسو موتیوں کی طرح گر رہے تھے اور جس راہ پر چلتی جاتی آنسوؤں کے موتیوں کی لڑیاں راستے میں پھینکتی جاتی تھی۔

بازاروں اور گلیوں میں دیوانوں کی پھرتی اور بال کھلے گلے میں پڑے تھے۔ اندر غم دل پریشان سر میں خاک اور منہ میں پانی۔

محبوب کے ملاپ کیلئے کراپ کرتی اور اونچی آواز میں پکارتی تھی۔ دوہڑے بیت غزلیں اونچی سروں گاتی روتی کراپ کرتی چلاتی تھی۔

بدیع جمال پری کو جو بھی ایسی حالت میں دیکھتا اس کا دل جلتا تھا۔ اس کا حسن اور شان و شوکت اور فخر پر وہ اتار کر بھاگ گیا تھا۔ وہ رنگینیاں غائب ہو چکی تھیں۔

عشق نے آ کر گھر صاف کر دیا تھا۔ سکون فائدہ اس نے جھاڑو پھیر کر صاف کر دیا تھا۔ اب تمام دھوڑ گرد و غبار بیٹھ چکا تھا اب محبوب کا نقش ظاہر ہو گیا تھا۔

درد اور غموں کے شعلے نکل رہے تھے جیسے عورت کو آگ لگی ہوئی ہو پری جل رہی ہو۔ اے محمد بخش جہاں پہ اس نار عشق کی دھواں ظاہر ہو چکی تھی زمانے کو خبر ہو چکی تھی۔

پر دوں میں دلوں کے بیوپار کب پوشیدہ رہتے ہیں دلالوں کو خبر ہو ہی جاتی پری کی ایسی بری حالت دیکھ کر اس کے عشق کا راز زمانے پر ظاہر ہو گیا تھا۔

تمام ملک میں باتیں پھیل گئی تھیں اور ہر گھر میں اس کی باتیں ہوتی تھیں۔ اگر سینکڑوں کوششیں کریں کہ اس راز کو پوشیدہ رکھا جائے لیکن عشق خود بھاگ بھاگ کر بتاتا ہے۔

اے محمد اپنی جھولی میں انکارے ڈال کر کون بچا سکتا ہے عشق خوشبو اور دریاؤں کو کون روک سکتا ہے یہ چھپائے نہیں جاسکتے نہ

ہر پمن دے والوں کردے ہنوں موتی گلیاں جس راہ رُدی سدی جاندی سے لڑیاں انملیاں

وچہ بازاراں گلیاں دتے کھلے وال دیوانی اندر تتا مندا چتا سر گھٹا منہ پانی

کرے وچھاپ ملاپ سجن دے اچی سد سناوے دوہڑے بیت الاوے غزلاں سد سراں کر گاوے

حال بدیع جمال پری دا جو ویکھے سو سردا جو بن شان گمان محمد نس گیا لاه پڑدا

عشقیے آن کیتا گھر خالی نفیوں پھیر بہاری نقش سجن دا ثابت ہویا بیٹھی دھوڑ غباری

درد غماں دے بھانڑ بھڑ کے اگ لگی جیون ناری ظاہر ہوئی محمد بخشا جگ پر دھواں دھاری

چھپدے کد دلاں دے سو دے ہوندی خبر دلالاں باندا ہویا بھید ملک تے تک تک بڑیاں چالاں

ملاکاں وچ کہانی ہونی گھر گھر گلاں ٹریاں بے سو بھید چھپایا لوڑن عشق دے کر کھریاں

جھولی پاء انکار محمد کوئی بچا نہ سکے عشقاں مٹکاں تے دریاواں کون چھپائے ڈکے

سے بھرا تھا۔

بہت تیز کاتب بادشاہ کے حضور حاضر ہو گیا سنہری تحریر لکھنے والا خوش نویس بھی اس کے حروف دیکھ کر اس کی تحریر دیکھ کر پچھتانے لگ جاتا تھا۔

کاغذ پر اس نے کافی قلم سے لکھنا شروع کیا اور تیزی سے تحریر کر رہا تھا اس نے جو شاہپال جو بات زبانی بتا رہا تھا وہی حروف تحریر کئے تھے۔

خط ایک خاص نمونہ بنا کر لکھا تھا اور بڑی خوشخط تحریر تھی۔ حروف کے پھول کھلا دیئے تھے جیسے جنت کے باغ میں بہار ہو۔ اس کا ہر سخن اس طرح تھا جیسے تلوار میان سے باہر نکلے ہو۔ اے محمد سخن سے زیادہ زبان سخت تھی جو مار مار کر رہی تھی۔

جب خط تیار ہو گیا تو اس پر بادشاہی مہر لگا دی گئی۔ وہی آہو حافظ جو پہلے ہی پریشان تھا دکھی تھا وہی خط لے کر روانہ ہوا۔

وہ سینکڑوں کوس کا فاصلہ طے کر کے قلم پھینچا اور دیو ہاشم شاہ کے دربار میں اس اپیلچی نے اس کے سامنے سر جھکا دیا اسے سلام کیا۔ آداب سلام بجالایا جس طرح اپیلچی کا طریقہ ہوتا ہے اور منشی تھیلی کھول کر رکھی اور پڑھ کر ڈرتے ہوئے کانپ رہے تھے۔

اے ساقی آؤ اور جمشید والا جام بھر کر دو جو اس کو پلایا تھا۔ اور سیاہ رات میں سورج کی طرح روشنی ہو جائے۔

ایسی مدھ مدھ دو کہ جس کی چمک سے یہ کالے کوئے کی طرح سیاہ رات میں خاص حقیقی ستارہ بن کر آسمان پر فوراً چمکنے لگوں۔

منشی تیز نویس شابی پوہتا وچ حضورے زریں رقم جہیا خوش کاتب حرف اودا تک جھورے

کاغذ آتے کالی کافی کیتی اوس روانی لکھے سخن کھرے جو دے شاہ شاہپال زبانی

لکھیا خط عجائب پتلی سوہنی صاف نوشتوں حرفاں دی پھلوڑ بنائی باغ بہار بہشتوں ہر ہر سخن میانوں باہر فولادی تلواراں سخنوں سخت زبان محمد کردی ماراں ماراں خط تیار ہویا جس ویلے لگی مہر شہانی اودو آہو حافظ ژیا جس تن رڑکی کافی

سے (۱۰۰) کوہاں دا پینڈا کر کے قلم اندر آیا ہاشم دے دربارے جا کے اپیلچی سیس نوایا ادب سلام بجا لیاندے جیونکر اپیلچی کردے تھیلی کھول رکھے لے منشی پڑھ پڑھ کنبن ڈردے آ ساقی بھر دیہہ پیالہ اودہ جمشیدے والا

کالی راتیں چانن لگے واہ خورشیدے والا ایسا مدھ مدھ چکاروں ایہ شب کاگوں کالی بن کے خاص عقیقی تارا گگن چڑھے فی الحالی

کالی راتیں چانن لگے واہ خورشیدے والا ایسا مدھ مدھ چکاروں ایہ شب کاگوں کالی بن کے خاص عقیقی تارا گگن چڑھے فی الحالی

کالی راتیں چانن لگے واہ خورشیدے والا ایسا مدھ مدھ چکاروں ایہ شب کاگوں کالی بن کے خاص عقیقی تارا گگن چڑھے فی الحالی

کالی راتیں چانن لگے واہ خورشیدے والا ایسا مدھ مدھ چکاروں ایہ شب کاگوں کالی بن کے خاص عقیقی تارا گگن چڑھے فی الحالی

نامہ شاہپال بہادر بطرف ہاشم

خط کے آغاز سے پہلے اللہ کا نام لکھتا ہوں جو خط کا سرنامہ ہے۔ انسان کے ننگے روح کو اس نے جسم کا پردہ دے کر ڈھانپ

اول نام ربے دا لکھاں نامے دا سرنامہ ننگا روح بندے دا کجیوس بخش جتے دا جامہ

دیا ہے۔

اس نے انسان کو ہر عقل سے حصہ دیا اور ساتھ ہی دین اور ایمان بھی دیا۔ روزی دیتا ہے اور ہر مشکل آسان کرتا ہے اور مشکل کام بھی آسان کرتا ہے۔

روشن ستارے نکال کر آسمانوں کی رونق بڑھا دیتا ہے۔ انسان میں محبت ڈال دی ہے زمین کو انسانوں سے سجا دیا ہے۔

دانا ہے دیکھنے والا ہے طاقتور ہے اور بخشنے والا بھی ہے ہر وقت روحوں کی مدد کرتا ہے اور عقل سے روشنی دیتا رہتا ہے۔

میرے جیسے احمق اور بے عقل اور بے ہوش لوگوں کو اس نے شعر لکھنے کی قدرت دی ہے اور طبیعت میں اتنا جوش دیا ہے۔

کسی کو یہ تنگی یعنی تنگ دستی دیتا ہے وہ روٹی کیلئے مرتے ہیں کسی کے آگے بغیر ماپ تول کے خزانے غیب سے دے دیتا ہے۔

جس نے کمائی نہیں کی ہے وہ ایسے مال و دولت دے دیتا ہے اور جس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے اسے دکھ برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

جو بھی چاہتا ہے کر دیتا ہے وہ خود حاکم ہے اس کا کوئی حاکم نہیں ہے جب وہ کسی میں جان ڈالے تو انسان زندہ جب نکال لے تو مردہ ہو جاتا ہے۔

اس کے سامنے بال بھر بھی سر نہ اٹھائیں ہر وقت اس کی حاکمیت میں رہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی حاکم نہیں ہے جس کے دروازے پر جا کر کھڑے ہوں۔

اس انسان کیلئے شائبش ہے جو اس کے دروازے پر جھک گیا ہے اس نے ہر طرح میدان مار لیا جو اس کے دروازے پر گر گیا جو اس کے سامنے سر بسجود ہو گیا۔

ایسی قوم سے کیا حاصل ہے جو حق کی قدر نہیں پہچانتے ہیں جنہیں آفرین کہیں وہ گالی کی طرح جانتے ہیں۔

ہر دانش تھیں بخرا دوس نالے دین ایمانوں روزی دینا حل کریندا مشکل سخت گمانوں

اسماناں دی رونق کردا روشن تارے لا کے دھرتی آدم نال سہاوے آدم نون حُب پا کے

دانا بینا زور آور ہے نالے بخشن ہارا ہر دم مدد روحاں نون دیندا عقلاں نون چمکارا

میرے جیہاں احمق بندیاں بے عقلاں بے ہوشاں سخن وری دی خلعت بخشنی پاء طبع وچ جوشاں

اکناں نون ایہ تنگی دیندا روٹی باجھوں مردا اکناں نون ان منے خزانے غیبوں آگے دھردا

نال جس کم کمایاں کیتیاں اوسے دولت کھٹیاں نہ جس عیب گناہ کمائے اوسے رنجباں کھٹیاں

جو چاہندا سو کردا آپوں کوئی نہ حاکم اس دا جان دیوے تاں زندہ بندہ کڈھ لئے تاں کدا

والے جتنا سیس نہ چائیے حکم اوہدے وچہ ہوئیے اس بن ہورنہ حاکم کوئی جس درجا کھلوئیے

شائبش رحمت اس بندے نون جس نیواں در پھڑیا اڑیا کھڑیا پڑ اس جیہڑا جھڑیاں آگے جھڑیا

کی حاصل اس قوموں جیہڑے نہ حق قدر پہچانن آفرین جنہاں نون کہیے گا لیس وانگر جان

بیچ دو۔

میں تجھے ایسا سبق سکھاؤں گا یا تو مرے گا یا پھر بھاگے گا۔
میرے ساتھ چھیر چھاڑ کر کے اے بیچارے تو قلم میں کیسے رہ
سکے گا۔

مجھے مقدس کتاب زبور داؤد نبی کی قسم ہے اگر میں نے چڑھائی
کی تو قلم والوں کا بیچ یعنی ان کا تخم بھی نہیں چھوڑوں گا۔
اگر میں لشکر کشی کروں تو کیا قلم اور کیا قلم والے اس کے
لشکر فوج سمیت ہی میں اسے روند ڈالوں اور برباد کر دوں۔
بیشک تو نے لاکھوں فولادی ہتھیار لائے ہیں اور وہ غضب کی
آگ دیکھ موم کی طرح نرم ہو جائیں گے اور کہیں جاتے نظر
نہیں آئیں گے۔

تو نے آگے تیرا انداز نہیں دیکھے ہیں تب ہی تو نے تیزی مچائی
ہوئی اور تو خود ہی اپنا سر صدقہ کرنے لگا ہے مجھے آ کر ملو شاید
تمہیں خدا بچالے۔

کمانیں توڑ کر آگ میں ڈالو اور تیروں کو پھینک دو زرہ اتار
دو۔ ممل مل پہن کر اور گلے میں پٹکے ڈال کر مجھے آملو۔
نہیں تو ایسے کان پکڑاؤں گا تو جانے گا کہ میں کیا تھا مجھے ٹھنڈا
دیکھ کر اتنا خود اعتماد نہ بنا اگر گرم ہو تو پھر خون پیوں گا۔
میں طاقت ہوتے ہوئے بھی برداشت کرتا ہوں اور صلح سے
منہ نہیں پھیرتا ہوں اور میں جو مانگ رہا ہوں وہ چیز حاضر
کی جائے۔

سیف ملوک کو بازو سے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ تو تمہیں تمہارا
باپ دادا شروع سے ہمارے خدمت گار ہیں۔ ہمارے خادم
ہیں۔

جلدی ہمیشہ ہضم نہیں ہوتی ہے رات دن کر لو کسی سے ہماری
کمان کیسے اتر سکتی ہے یہ رب تعالیٰ نے اونچی کی ہے۔ اسے

تینوں مار کر اسے ایسی یا مرے یا نس میں
میرے نال کھہیر غریباں کد قلم وچ وں میں

میںوں قسم زبور کتابوں تے داؤد نبیوں
جے چڑھیا تاں قلم میاندا مول نہ چھڑساں بیوں

کیا قلم کیا قلم والے جے میں لشکر چاہڑاں
موم ہوں تک آگ غضب دی کتے نہ دن تاراں
توڑے توں بھی لکھ فولادی کر ہتھیار لیاندے
قوم ہوں تک آگ غضب دی کتے نہ دن جانڈے
تیر انداز نہ تے آگے تہ تہ سندی چائی!
ہوں لگوں سر صدقے آپوں مل مت رب بچائی

بھن کماناں آگ وچ سٹ کے تیراں دے پر ٹپکے
لاہ زرہ لاء ممل آء مل پاء گلے وچ ٹپکے
نہیں تاں ایسے کن پھڑاسا جانیں گامیں کی ساں
ٹھنڈا دیکھ نہ ہوویں گیرا تپیا تاں رت پیساں
ہوندے زور جراں میں قوت صلحوں مکھ نہ موڑاں
حاضر ہووے چیز اساڈی جو کجھ منگاں لوڑاں

سیف ملوک کے نوں پھڑ بانہوں لے آ پاس اساڈے
توں نہیں پنیو دادا تیرا مڈھوں داس اساڈے

تندی تیزی نت نہ پچدی کر لے رات دھاڑی
کس تھیں لھے کمان اساڈی رب او تیرے چاہڑی

کرے گا دیکھا جائے گا۔

جب منشی نے خط پڑھ کر سنایا جیسے آگ پر تیل ڈال دیا گیا ہو ہاشم شاہ نے کہا کہ اس کو فوراً واپس جواب تحریر کرو۔

کاتب نے قلم پکری اپنی سوچ اور عقل سے فوراً جواب تیار کر دیا جو وہ زبانی بتاتا جاتا تھا کاتب نے کاغذ پر رقم کر دیا۔

اسے لفافے اور تھیلی میں ڈالا اور خط بند کیا اور وہی دیو آ ہو حافظ اپیلچی جو خط لایا تھا اسے دیا اور وہ خاموشی سے واپس لے آیا۔

شاہپال کو اس نے سلام کیا اجازت لی اور وہ تھیلی اس کی خدمت میں پیش کر دی۔ اور منشی پڑھ کر سنا جاتا تھا تمام باتیں ہار کی طرح پروئی ہوئی تھیں۔

اے ساقی ابھی پیاس کا وقت ہے درد مندوں کی وہ دور جلدی دو۔ ایسی شراب دو جس کی مستی حساب سے باہر ہو۔ نہایت نشلی ہو۔

اس پانی کے زور سے میں آتش کی پرستش کیلئے جاؤں گرووں کا گرو جو فرمان جاری کرے میں اس کے حکم کی تعمیل کروں۔

جاں خط پڑھ سنایا منشی تیل آگی پر پایا جلد جواب لےہدا مر لکھو ہاشم شاہ فرمایا!

لے کانی مسوانی منشی نال طبیعت دانی لکھ جواب شاب نکایا سن سن سخن زبانی!

پاء لفافے تھیلی اندر ڈال رقعہ بند کیتا آہو حافظ دے ہتھ دتا لے کے گیا چوپیتا

شاہپالے ول ہو سلامی تھیلی چاء گزرائی منشی کھول دکھاندا جاندا سخن پروتے گانی

گھری تروٹک جھب دیہ ساقی درد مندا ندا دارو دیہ شراب اجہیا جس دی مستی ودھ شماروں

اس پانی دے زوروں میں بھی اگدی پوجا چاواں گورو گوراں دا جو فرماوے سبھ بجا لیاواں

جواب نامہ ہاشم شاہ بطرف شاہ شہپال و برخاستن

جنگ از غضب کمال

تمہارا خط سر آنکھوں پر مان لیا اس کا جو نام ہے خدا کرے میں بھی اسی سچے نام پر قربان ہو جاؤں۔

مٹی سے ہزاروں پھول خوبصورت نکال کر دکھا دیتا ہے خاک سے اٹھا کر سرو اور چناروں کو اونچا کر دیتا ہے۔

دیکھو اتنے اونچے آسمانوں کو کتنی اونچائی دی ہے اور اپنے نور سے عقل مندوں کی آنکھیں روشن کر دی ہیں انہیں بینائی

سر منہ آکھیں پر خط منیاں سر خط دا جو اناواں

ثالا اوسے نام سچے توں میں بھی صدقے جاواں

مٹی وچوں کڈھ دکھاندا سوہنے پھل ہزاراں

فاکوں چاء اچیرے کردا سرو بلند چناراں

دیکھو کیڈ بلندی دتیس ایڈ آسمان بلنداں

نور اپنے تھیں روشن کیتوس دیدے دانشمنداں

کر سکے گا۔

ہاشم نے بڑی دلیری سے کہا کہ ایک شکاری بھیڑیا زیادہ بھیڑوں سے کب ڈرتا ہے وہی مثال ہماری ہے ہم اس سے کیسے ڈریں گے۔

ہاشم شاہ کی اتنی بڑی دلیری دیکھ کر فوج کے سپاہی بڑے دلیر ہو گئے۔ اور تمام قلم میں شور مچا گیا اور تمام بادشاہی کے لوگ چل آئے۔ اکٹھے ہو گئے۔

قلم کے بادشاہ ہاشم شاہ کو اس بات کا پتہ چلا کہ شاہپال جنگ چاہتا ہے اس نے بھی اپنی فوج اکٹھی کی جہاں تک اس کا حکم اور بس چلتا تھا۔

جس وقت لشکر اکٹھے ہو گئے تو بادشاہ نے حساب لیا اور منشی ان کا حساب لگانے لگا اور ہم لیٹرے دیوؤں کی طرف چلتے ہیں۔ جو بڑے لڑاکا دیوتھے۔

ایک لاکھ پری اور چالیس ہزار بہادر دیو گنتی میں آئے اور ملک کیلئے جو بھی ضروریات تھیں ان کا بندوبست کیا اور جنگ کا پکا ارادہ کر لیا۔

سنگلا دیپ سے نکل کر ہاشم میدان جنگ میں آ گیا تھا اور شاہپال بہادر بھی چل کر ادھر سے چل کر ضد کے گھوڑے چڑھا ہوا تھا۔

دونوں گھٹائیں برابر آ گئیں تھیں ایک دوسرے کے برابر ڈیرے تھے اور اب ہاشم شاہ کی جان پر بنی ہوئی تھی اب کیسے منہ موڑ سکتا تھا۔

امیر وزیر تمام رل بیٹھے اور شاہ ان سے مشورہ کرنے لگا کہ آپ لوگ بیڑے کے ملاحوں کی طرح ہیں اب ان کیا کیا جائے۔ آپ لوگ بتاؤ کہ اب کیا تدبیر کی جائے کہ بڑا مشکل وقت آ گیا ہے شاہپال بہادر بھی پوری تیاری کے ساتھ آ گیا ہے۔

ہاشم نال دلیری کہندا اک بگھیڑ شکاری بہتیاں بھیڑاں تھیں کہ ڈردا سو مثال ہماری

ہاشم دی سن ایڈ دلیری تھوے ہوئے سپاہی غل پیا بھ قلم اندر آئی ہے شاہی

ہاشم قلم دے سلطانے پتہ پیا اس گل دا اس بھی فوج اکٹھی کیتی حکم جتھے تک چلدا!

لشکر جمع ہويا جس ویلے شاہے لیا ایماں منشی آنت سنبھالن لگے چڑھینے طرف غنیمتاں

لکھ پری وچ گنتر آئی چہل (۴۰) ہزار عفریتاں کیتوس بھ اسباب اکٹھا کر جھگڑے دیاں نیتاں

سنگلا دیپوں نکل ہاشم آن لتھا وچ پڑدے تر شاہپال بہادر اودھروں چڑھیا گھوڑے چڑدے

دوئے گھٹاں برابر ہوياں آہموں ساہمنے ڈیرے ہاشم دی جنڈوڑ وڑ نکلے منہ کیویں ہن پھیرے

میر وزیر سمہو رل بیٹھے پچھدا شاہ صلاحاں تسیں اساڈے بیڑے اندر ہر اک مثل ملاحاں دو کی تدبیر کچیوے مشکل بنیاں کاراں چڑھ آیا شاہپال بہادر کدا ماراں ماراں

دکھاؤ۔ دلیری رکھو۔

ایک ایلچی بھیج کر پتہ لگاؤ کہ بادشاہ کس مقصد کیلئے آیا ہے اور اگر اس نے صرف سیف ملوک کیلئے یہ تمام ہنگامہ برپا کیا ہے اس کے لئے لڑنا چاہتا ہے کہ اسے پیغام بھجوادو کہ اسے ہم نے آتے ہی بے خبری میں مار دیا تھا اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ اور اگر اسے بادشاہ تو اسے آج مانگتا ہے اسے کیسے قبر سے نکالیں۔

اگر شاہپال اسی غرض سے آیا ہے تو ناامید ہو کر واپس چلا جائے گا اور اس کیلئے اس سے ہم عذر خاطر کریں گے پھر کیسے جنگ ہوگا۔

اگر ان کے دل میں اور کوئی غصہ ہو تو تب بھی وہ لکھ بھیجیں گے پتہ چل جائے گا اور پھر ہم بھی اپنا بس لگائیں گے جو کچھ ہم سے بن پڑے گا۔

ایلچی کے ہاتھ پتہ لگاؤ ایسے چڑھائی کرنی اچھی نہیں ہے صلح ہو جائے بڑی اچھی بات ہے اگر پھر لڑائی ہو تو پھر لڑیں گے پھر ڈرکیسا۔

ہاشم نے شاہپال کی طرف ایلچی بھیجا کہ کس مقصد کیلئے شاہ بہادر آئے ہیں وہ بات ہمیں بھی بتائی جائے آپ کا چڑھائی کر کے آنے کا مقصد کیا ہے۔

کہ اگر آپ کو ملک کی غرض ہے تو آپ خود ہی انصاف کرو کہ اتنے بڑے ملک سے میں ایک کونے میں بیٹھا ہوں اور تمہاری کوہ قافوں تک بادشاہت ہے۔

میں تو ایک جزیرے میں بیٹھا ہوں اس پر صبر قناعت کرتا ہوں تیرے ساتھ میرا کوئی مقابلہ نہیں ہے آپ بھی برداشت کر کے بیٹھیں۔

حضرت نبی سلیمان والی تمہارے ہاتھ میں شاہی ہے میں نے تو ایک کونہ سنبھالا ہوا ہے جس طرح ایک سپاہی کو جاگیر ملی

ایلچی گھل کے پتہ کراؤ کس مطلب شاہ آیا ہے اس سیف ملوک کے کارن ایہ ہنگامہ چایا اکھ گھلو اوہ آوندیاں ہی قتل کیتا بن خبروں ہے توں طلب کریں آج شاہا کیونکر کڈھینے قبروں

جے شاہپال اسے کم چڑھیا لہ امید مڑے گا عذر تواضع ایس کران گے کیوں تا جنگ جوڑے گا

جے کچھ ہور انہاں دل غصہ تاں بھی دس گھلن گے اپنا آہر ایس بھی کرساں جی کچھ دس چلن گے

ایلچی ہتھ منگاؤ خبراں ایویں بھلا نہ چڑھناں صلح ہووے تاں واہ بھلیرا جنگ ہووے تاں لڑناں

ہاشم شاہ نے ایلچی بھیجے ول شہپال بہادر گیت سبوں لشکر بے لے کے آیا شاہ اکابر

جیکر طلب ولایت والی آپ ہوویں انصافی ایڈے ملکوں میں اک کوچہ توں شاہی کوہ قافی

میں بیٹھا اک ٹاپو اندر صبر قناعت کر کے نال تیرے کوئی شرکت ناپیں توں بھی بہو کھاں جر کے

حضرت نبی سلیمان والی ہاتھ تیرے بھ شاہی میں اک گوشہ ملیا جیونکر لینے جگیر سپاہی

میں بھیڑے نون نظر نہ آیا کامل شوق تگن دا
وچہ فراق اودے ہن مرساں نہیں سواد بچن دا

لشکر فوج سمیت مراں گا ہاشم دے سنگ لڑ کے
سیف ملوک اتوں بھ وارے کی کرنے گھر کھر کے

پھر سوگند اٹھائیوں بھاری غصے جان جلائی
قسم مینوں اس رب سچے دی جس وچ غلط نہ کائی

اس جائیوں مڑ جاساں ناہیں جب لگ دم حیاتی
قلزم ملک ویران کراں گا مار دیواں دی ذاتی

بچہ کچا اس جنسے دا پٹاں تخم زمینوں
چھڈساں نہ اک بال انہاندا قسم اسلاموں دینوں

کر گلاں شہپال شہزادے اپیلچی رخصت کیتے
دتا حکم چڑھو بھ لشکر بیٹھے کیوں چوپیتے

طالع روز تارے سوہدے گھڑی مبارک تگی
فالان نیک پیاں جس ویلے ساعت آئی زکی

چاوا گاں شاہپال بہادر چڑھیا جنگ کرن نون
لک بدھی تلوار فولادی زرہ لگائی تن نون

اوہ تلوار اودھی سی کتھی سب ملاں دے دردی
سنگلدیپ جیہاں در بنداں فتح ہمیشہ کردی

کہ میرے جیسے برے کو اس کا دیدار نصیب نہ ہوا مجھے اسے دیکھنے
کا بڑا شوق تھا اب میں اس کی جدائی میں مروں گا اب جینے کا
کوئی مزہ نہیں ہے۔

اپنی فوج اور لشکر کے ساتھ ہاشم سے لڑ کر مروں گا۔ بھ سیف ملوک
سے قربان کئے اب واپس گھر لے جا کر کیا کرنے میں اسی پر
قربان کر دوں گا۔

غصے نے اس کی جان جلا دی تھی اور اس نے بڑی قسم اٹھائی۔
مجھے اس میرے رب سچے کی قسم ہے جس کی ذات گناہوں سے
پاک ہے۔

جب تک میری زندگی کے سانس باقی ہیں اس جگہ سے واپس
نہیں جاؤں گا اور اس قلزم ملک کو نیست و نابود کر دوں گا اور
دیوؤں کی نسل کو ماردوں گا۔

اس کی نسل کا تمام بچہ کچا سب ختم کر کے زمین سے بیچ ہی ختم
کر دوں گا ان کا بچہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے دین اسلام کی
قسم ہے۔

اور پھر شاہپال بہادر نے ہاشم کے اپیلچی رخصت کئے اور تمام
افواج کو حکم دیا کہ ان پر چڑھ دوڑو آپ کیوں خاموش بیٹھے ہو
حملہ آور ہو جاؤ۔

اپنے مقدر کے نیک تارے دیکھے اور جب مبارک وقت دیکھا
جس وقت نیک فالیں پڑیں اور اچھی گھڑی دیکھی اور عقل و
سوچ سے غور کیا۔

اور شاہپال بہادر نے جنگ کرنے کی ٹھان لی جنگ کیلئے تمام
تیاری کر لی اپنی کمر سے فولادی تلوار باندھی اور جسم پر زرہ لگالی۔

اس کی وہ تلوار تمام ملکوں کے دروازوں کی چابی تھی اور سنگلدیپ
جیسے بند دروازوں کو ہمیشہ فتح کرتی آئی تھی اس نے اس ایسے
کتی معرکے سر کئے تھے۔

کسی کی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ انگی بھی اونچی کرے جو بھی سر نکالتا
تلوار سے کاٹ دیتی تھی جنگ کیا ایک اندھیر مچ گیا تھا۔
نیزے جسموں کو اس طرح بندھ کر ڈھیر لگا رہے تھے میدان
میں لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور خون کا سیلاب آیا
ہوا تھا۔

اتھے اتھے جسم بر چھی نے زخمی کیے تھے اور وہ اپنا قبیلہ خاندان
بلکہ اپنی شناخت بھی کھو بیٹھے تھے اور چھریوں نے چیر کر پتے
نکال دیئے تھے اور سر سے مغز تیروں نے نکال دیا تھا۔
اور قبض کی قبض بڑی دیر کی تھی لیکن اب کشا ہو گئی تھی اور میدان
میں خون کی بوک ماری پیٹ پنجر اور پڑ پھاڑ دیئے تھے۔
ایسی صفائی سے تلوار چلی کہ سب صفایا کرتی گئی۔ وہ سچی شیخی
بگھارتی تھی کہ کوہ قاف کو بھی چیر دے گی۔

لہریں مارتے ہوئے خون کے دریا چل نکلے اور پل پل
طغیانی آ رہی تھی سنبھال سنبھال کر جھنڈوں والے ستون تھا میں
رکھتے اور تناویں کھینچتی ہوئی تھی۔

ترس اور محبت ذرہ بھی نہ آ رہی اور نہ جان جانے کا غم رہا تھا امن
سکون جہانکی سکونت چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔
خندگی تیر چھم چھم ماہ پھاگن کے بادلوں کی بارش کی طرح برس
رہے تھے اور کمانوں کو کھینچ کھینچ کر جوانوں کے ہاتھوں میں
چھالے پڑ گئے تھے۔

ایسی جنگ دونوں پہاڑوں نے چائی تھی کہ گھوڑوں کی کھریوں
سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہر جگہ دکھائی دے رہی تھیں۔
اور ادھر ہاشم شاہ سپاہ میں قتل عام کرتا پھرتا تھا۔ گرجتا اور قتل عام
سے اس کا جی نہیں بھرتا تھا جس طرح شیر اور خرگوش میں ہوتا ہے۔
وہ شارستانیوں کو مارنے کیلئے اپنی جوانی کی طاقت لگا رہا تھا۔ وہ
لبے ہاتھ کر کے بھڑ بھڑتے مار رہا تھا وہ بہمن بنا ہوا تھا۔

کچھ مقدور کے دا نائین انگل کرے اچیری!
جو سر کڈھے تیغا وڈھے چاہے جنگ ہنیری
نیزے سل سل ٹانگے لاون سینہ سلن سانگاں
مردے ہاڑ لگی وچ رن دے لوہو چڑھیاں کانگاں

بھلے بھلے تن سلے بھالے بھلے ٹبر ٹیراں
چھریاں چیز نکالے پتے مغز سراں چوں تیراں

پیش قبض دی قبض چروکی کھلی اوس دھاڑے
ماری بوک لہو دی پڑوچہ پیٹ پنجر پڑ پاڑے
چلی سیف صفائی صفائیوں صفن صاف کریندی
چیر لوے کوہ قافاں تائیں سچی لاف مریندی
موجاں مار چلے ہڑ خونی دم دم وچ چڑھاواں
تھم تھم کے تھم جھنڈیاں والے رکھن کھلے تڑاواں

مہر محابا رہیا نہ قطرہ ناں غم خطرہ جانوں!
امن امان خلاصی نٹھی واسے چھوڑ جہانوں!
چھم چھم وکن تیر خندگی جیوں رتھ پھاگن والے
چھک کماناں پتی جواناں ہتھیں پڑ پڑ چھالے

ایسی گرم لڑائی گوہری دوہاں پہاڑاں چائی
نعلان وچوں ڈھین اوڑے آگ سے ہر جانی
ادھروں ہاشم شاہ مریندا پھر دا وچ سپاہے
گجدا مار نہ رجدا خونوں وانگر شیر سیاہے
شارستانی مارن کارن لاوے زور جوانی
لمیں ہتھ کرے پڑتھی بنیا بہمن ثانی!

ہاشم نے آگے سے فرمایا دلیر جوانوں ڈرو نہیں کہ تمام لشکر
ایک ساتھ مل کر حملہ کرو اور شاہپال کو گھیر لو اس کا خاتمہ کرو
اسے قابو کر لو۔

ہاشم نے فرمایا اگوں ڈریو نہیں دلیرو!
کٹھا ہو پوؤ بھ لشکر شاہپالے نوں گھیرو

چاروں جانب سے فوجوں نے شاہپال کے گرد گھیرا ڈال لیا
اس پر تمام طرف سے حملہ آور ہوتے وہ کس کس کے وار روکتا
کس کا وار بچائے۔

گھیرا پا چو طرفوں فوجاں آن پیاں شاہپالے
کر کر چھٹ سٹاں وٹ مارن کس کس دے پھٹ ٹالے

جب شاہپال نے یہ حالت دیکھی تو اس نے اپنی فوج کو لٹکا اور
دریا کی موجوں کی طرح جوش میں آ کر حملہ آور ہوئے۔

جاں شاہپال ڈٹھا اوہ غوغا للکریاں تد فوجاں
جوش خروش کریندے پہتے جیوں دریاویں موجاں

آخر کار فوج کٹھی ہو گئی کہ جس طرح کیڑے اور مکڑی ہے اور ہر
پل لڑائی تیز ہوتی جاتی تھی لڑائی میں تیزی آ رہی تھی۔

آخر فوج اٹھی ہوئی جیوں کیڑے یا مکڑی
ہوندا جائے جنگ لڑائی پل پل اندر تکر دی

فولادی تلواریں اور فرنگی تیر چمک رہے تھے اور چیونٹی
کے گزرنے کے لئے بھی خالی جگہ نہیں مل رہی تھی اتنی بھیڑ
ہو گئی تھی۔

شمشیراں فولادی چمکن چلن تیر خدنگی
اک کیڑے دے چلن جوگی زیں نہ لبھے ننگی

سر پر اس طرح ہتھیاروں نے سایہ کیا ہوا تھا کہ سورج بھی نظر
نہیں آ رہا تھا اور مچھر کو اڑنے کے لیے ہوا میں جگہ نہیں ملتی تھی۔

سر پر چھاؤں کیتی ہتھیاراں سورج اکھ چھپائی
مچھر نوں پر مارن جوگی تھاں نہ وچ ہوائی!

زہری شہد کی مکھیوں کی طرح پڑ رہے تھے اور خوب جوش سے
حملہ آور ہو رہے تھے اور پھر زخمی گرتے اٹھتے آگے بڑھ رہے
تھے پچھلے مرے ہوؤں کو چھوڑ کر جا رہے تھے۔

زہری پین زبوراں دانگن کر کر ہتھ کرارے
پھٹے گڈے ہون اگیرے چھوڑ پچھیرے مارے

جانیں اور جسم دھنکی ہوئی روٹی کی طرح اڑ رہے تھے جس طرح
تیلی روٹی کی حالت کرتا ہے نیزے اور برچھیوں کے سنبے
آسمان پر جا کر گر گرتے تھے۔

پنبے اڈدے جان تیناں دے جیوں تیلی روں تنبے
نیزے برچھے جا جا رگزن انبر آتے سنبے

ہر بال سے پسینہ بہہ رہا تھا اور اس مصیبت سے دھرتی کا راجہ
بھی خوفزدہ ہو گیا تھا اور ہتھیاروں کے کانٹے چنبے کی وجہ سے
آسمان بھی رک گیا تھا چل نہیں رہا تھا۔

والوں والوں مزحکا آیا ڈریا دھول وبالوں
ہتھیاراں دے کنڈے چبھن انبر اڑیا چالوں!

پر چھا اور تیرے منہ پر لگ رہے تھے اور سانس لینا بھی دشوار
تھا اور جھٹکنے سے چھری بھی نہیں رک رہی تھی وہ بھی قتل م کر

برچھی سانگ موہوں موخہ و بے ساہ نہ نکلن دیندی
جھٹک نہ رہندی انک کناری وتدی کنک مریندی

شاہوں کی اس لڑائی سے جہان کی خوشی ختم ہو گئی تھی اور جوان مر رہے تھے لیکن ہمت نہیں ہار رہے تھے اور انہیں اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی۔

اگر مرتا تو پھر دوسرا جان ہتھیلی پر رکھ جاتا۔ شیر جوان جان کی بازی لگا رہے تھے اور ڈر کے ر کے نہیں رہتے تھے۔

ایک دوسرے کی آزمائش کر کے خوب بھڑکتا بازی کرتے تھے کوئی زخمی ہو کر اپنے ڈیرے چلا جاتا اور کوئی وہیں جان کی بازی ہار جاتا تھا۔

ایک سپاہی قلم والوں کا میدان میں بڑا گرجتا ہوا آیا اور آنکھوں میں ابلنے جل رہے تھے اور بڑی تیزی میں تھا اور بڑا تکبر میں تھا۔

اور سینوں سے بڑا بکتر بند بنا ہوا تھا اور آرام سے نہیں بیٹھ سکتا تھا اور میدان میں آ کر لگا رہا تھا کہ آؤ کوئی بھی اکیلا آ کر میرا مقابلہ کرو۔

اگر کوئی جاتا تو وہ زندہ واپس نہ آتا اور وہ اپنے وار کے نیچے رکھتا۔ خود خون کا پیسا تھا اور زہر کا پیالہ پیتا تھا۔

اس دلیر سے بہت ڈرتے تھے اور کوئی آگے نہیں جاتا تھا۔ مستی اور تکبر میں تھا اور میدان میں گھوڑا بھاگ رہا تھا۔

اس بات کو کوئی پل گزر گیا تو تب ایک شارتانی وسطی فوج سے نکل کر آیا اور تیر جیسی تیزی سے اس کے پاس آ گیا۔

وہ دریا انک یعنی دریائے سندھ کی طرح جوش و خروش کرتا آ رہا تھا اور اس کے کاندھے پر ڈھال تھی اور گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔

وہ اپنی سواری پر بیٹھ کر گھوڑا دوڑا رہا تھا اور سر پر نیزہ گھما رہا تھا اور اس آگے والے کو کہنے لگا کہ اب تم میرے آگے چڑھ گئے ہو۔

میرے ہاتھ میں یہ سروہی تلوار ہے چپے زہر کا بھرا ہوا پیالہ ہوتا ہے۔ یہ قلم والوں کے سر اور جسم کو ایک ہی نوالا کرتی ہے۔

اس شاہاں دی شورش شروں شادی گئی جہانوں مرن جوان نہ ہارن ہمت ڈرن نہیں جند جانوں

اک مرے مر دو جا آوے جان تلی پر دھر کے شیر جوان کرن جند بازی انک نہ رہندے ڈر کے اک دو جے دی لین آزمائش خوب کرن بھڑکتے اک زخمی ہو وخن ڈیرے اک ہرن سر لتھے

اک سپاہی قلم میاں دا گجدا پڑوچہ آیا اکیں بلن الہے آگ دے تیزی تندی چایا

سیخاں نال ہو یا ہشتاتی رہندا نہیں نچلا پڑوچہ کھلا ونگارے کوئی آ کر لڑو اکلا!

جے کوئی جاوے پرت نہ آوے ہاڑ اندر اوہ رکھدا جاندا آپ لہو دا تا زہر پیالہ چکھدا

بوہت دلیر ڈرے اس شیروں کوئی نہ ہووے اگیرے مستی تے مغروری چایا رن وچ گھوڑا پھیرے

ساعت گزر گئی اس گل نون تاں اک شارتانی وپلی فوج وچوں اٹھ آیا جینوں ترکش دی کانی

جوش خروش کریندا آوے وانگر ندی انک دی کندھے اوپر ڈھال کھڑکی گل وچ تیغ لٹکدی

آن جم اٹھاوے گھوڑا سر پر نیزہ پھیرے اس گلے نون آکھن لگا چڑھیں آگے میرے

ہتھ میرے ایہ تیغ سروہی بھر یا زہر پیالہ قلم میاں دے سر دھڑ تائیں کردی اک نوالہ

ایک کنویں میں اسے قید کیا ہوا ہے آئیے میں چل کر آپ کو دکھاتا ہوں اگر اسے خدا نے زندہ رکھا ہوا ہے تو مجھے بھی چھٹکارا مل جائے گا۔

ہاشم نے شاہپال کو ساتھ لیا اور کچھ اور امیر ساتھ ہولنے اور رستم ثانی بہادر دیو جو اچھے نیک تھے وہ بھی ساتھ لے۔

شاہپال سنگل دیپ کے اندر آیا اور شاہ ہاشم ساتھ لایا اس کنویں پر پہنچ کر اس کا ڈھکن اوپر سے ہٹا دیا کنویں کا منہ ننگا کر دیا۔

شاہپال کنویں میں جھک کر خود آوازیں لگانے لگا اور کہتا ہے میرے پیارے بیٹے عاشق۔ اے بیٹے عشق کی راہ میں چلنے والے۔

اے بیٹا سیف ملوک میں بدیع جمال پری کا باپ ہوں اگر زندہ ہے تو بولو میں تجھے خود اپنے ہاتھوں سے نکالوں گا تجھے جلد باہر نکالا جائے۔

لاغر بدن شہزادہ اونچی آواز میں نہیں بول سکتا تھا۔ اس نے دھیمی آواز سے ہی کہا اے بادشاہ سلامت میں زندہ ہوں۔

بمشکل ہی کچھ دھیمی سی آواز اوپر پہنچی بڑی کمزوری آواز آئی۔ شاہپال کو بڑی خوشی ہوئی وہ بیٹی کے غم سے آزاد ہو گیا۔

اس نے بہت صدقات خیرات دی اور بڑے خزانے خرچ کئے دل اور زبان سے اس کا بہت شکر ادا کیا اس کی رحمتوں کا اعتراف کیا۔

اس کا اپنا جو خاص وزیر تھا اس سے کہا اور اسے شربت شمع اور پوشاک دے کر اسے کنویں میں اتارا گیا اسے سیف کے پاس کنویں میں بھیجا۔

عطر عبیر گلابی شربت کے شیشے بھر کر پوجائے وزیر جب کنویں کی تہ پر جا کر پہنچا بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

جب وہ وزیر کنویں میں گیا تو اسے وہ شہزادہ نظر آیا اور وزیر نے اسے جھک کر سلام کیا اور اس کا بڑا ادب و احترام کیا۔

قید درگ اندر سی پایا آؤ چل دکھاواں! بے اس نون رب زندہ کڈھے میں چھٹکارا پاواں

ہاشم نال لیا شاہپالے ہور امراء چنگیرے رستم ثانی دیو سپاہی بہتے بھلے بھلیرے

سنگل دیپ اندر شاہ آیا ہاشم نال لایا اوس درگ آتے جا پہتے جا سر پوش لہایا

شاہ شاہپال کھوہے وچ اڑ کے آپ مریندا آلے کہندا اے فرزند پیارے عشق کماون والے

بیٹا سیف ملوکا میں ہاں باپ بدیع جمالے زندہ ہیں تاں بول شاہی ہتھیں آپ نکالے

لاغر بدن شہزادہ ہویا اچا بول نہ سکدا کہیوس بادشہا میں زندہ راہ تساڈے تکدا

مسال مسال کچھ پہتا آتے نرم آواز نکھٹا شاہپالے نون خوشیاں ہویاں غم بیٹی دیوں چھٹا

صدقے بہت خیرایت کیتی وڈے مال خزانے دلوں زبانوں رب سچے دے لکھ پڑھے شکرانے

خاص وزیر آہا جو اپنا شاہ اس نون فرمایا شربت شمع پوشاکی دے کے کھوہے وچ وگایا

عطر عبیر گلابوں شیشے نال پچائے بھر کے وچ وزیر کھوہے وچ پہتا حکم سرے پد دھر کے

جدوں وزیر تھلے وچ پہتا نظر پیوس شاہزادہ نیوں نیوں ہویا وزیر سلامی کر کے ادب زیادہ

تو نے ایسی ظلم کی چھری چلائی کہ میرے دل کے ٹکڑے کر دیئے اور اب رات دن میرا دل اسی طرح جلتا رہتا ہے جیسے آگ میں گوشت کا ٹکڑا۔

پوشیدہ مرض نے میری جان کو مار دیا ہے اور تو نے اس کا کوئی علاج نہیں کیا ہے۔ اور میں شربت مانگتی رہی اور زہر کا پیالہ پینے کو ملا۔

اور پھر خوشی کی امید تھوڑا وقت لگا کہ پھر دگنا غم دکھ دیا ہے میرے محبوب کو مجھ سے اوجھل کر کے میرے محبوب کو چھپا کر۔

میرا ناچار کا حال دیکھ کر تجھے ترس ذرا نہیں آتا ہے کیا خبر تو آئندہ کیا کرے گا تیرے کیا زور ہے تو جو چاہے کرے۔

اگر سیف ملوک واپس نہ ملا تو میں بندوق کی گولی مار کر مر جاؤں گی۔ اے محمد بخش جب امید ہی ختم ہوگئی میں یہ درد کیوں برداشت کروں گا۔ دادی پھوپھی اور اس کی لڑکی کی ماں پریشانی دیکھ کر اسے دلیریاں اور دلا سے دیتیں اے ہماری آنکھوں کی روشنائی آنکھوں کی ٹھنڈک۔

ہمارا نام ناموس اور ہماری بادشاہی عزت وقار اے بیٹی شرم و حیا کا خیال کرو اس طرح مست دیوانوں کی طرح نہ پھرو۔

اے ماں سنو شرم کا پردہ تو اسی دن ہی پھٹ گیا تھا جس دن مجھے اپنے محبوب کا حسین چہرہ نظر آ گیا تھا۔

عشق اور شرم کیا کٹھے رہ سکتے یہ دونوں قدیمی دشمن ہیں بی بی زلیخا سے جا کر پوچھو وہ بھی تو شہزادی تھی۔

اس بے شرمی سے تجھے کیا ملے گا اسے پردے میں رہ کر برداشت کرو۔ اس طرح دیوانی بن کر کیا حاصل کرو گی پردے میں مر جاؤ۔

اے ماں سنو اب پردہ کیسا یہ تو پاڑ ہی انوکھا پھٹ گیا ہے اچھی اچھی اس عشق نے ننگا سر کر کے نچوادیں ہیں۔

کپ کلیجا بیرے کیتوس کرد قہر دی وگی رات دہاں دل سڑ سڑ سلگے جینوں بوٹی وچ اگی

گجے روگ میری جند ماری تدھ علاج نہ کیتنا شربت منگیا زہر پیالہ ہتھ لگا میں پیتا

پھیر امید مراد خوشی دی پل جھل اندر لا کے دونوں غم اندوہ سہایو دلبر یار چھپا کے

حال نمائی دا تک تینوں ترس نہ آوے بھورا! خبر نہیں کی کریں اگوں نال تیرے کی زورا

جیکر سیف ملوک نہ آیا کھا بندوق مراں گی ترٹی آس محمد بخشا کیونکر سول جراں گی

دادی پھوپھی ماں کڑی دی ویکھ اوہدی دلگیری دین دلا سے تے دلیریاں ہے اکھیں دی دھیری

نگ ناموس اساڈے دیکھیں لج پت بادشہانی شرم حیا گواء نہ دھینے نہ وت مست دیوانی

سن نی مائی اس دن پاٹا پڑدہ لج شرم دا جس دن مینوں نظری آیا روپ انوپ صنم دا

عشق شرم کد رہن اکٹھے ڈاڈے دشمن عادی پچھو ونج زلیخا کولوں اوہ بھی سی شہزادی

بے شرمی تھیں کہہ کھنسی اندر بیٹھی جرکھاں لٹی بن کیہہ کھٹی کھنسیں پڑدے اندر مرکھاں

سن مائی ہن پڑدہ اوکھا پاڑ کولا پانا بھلیاں بھلیاں عشق نچایاں ننگا کر جھانا

نہیں ہوئی تھی۔

شیروں کے بغیر شیروں کے سامنے کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔
جب سامنے برابر کا ثانی ہو تو پھر میدان میں جوڑ پڑتا ہے پھر
مقابلہ ہوتا ہے۔

بڑے جوش و خروش سے زمین پر بیخے مارتا ہوا آیا اور سیف
ملوک نے فوراً میان سے تلوار نکالی اور اس کے مقابلہ کیلئے
تیار ہو گیا۔

سیف ملوک بہادر نے تلوار کا ایسی مہارت سے شیر کے سر پر
آتے ہی وار کیا اور شیر کو ایسا کاری زخم لگایا۔

شہزادہ نے نعرہ لگا کر تلوار سے ایسا کاری وار کیا کہ سر سے لے کر
پاؤں تک اسے ایک وار سے چیر دیا اس کے ٹکڑے کر
دیئے۔

وہ خونی آدم خور شیر جس نے تمام لشکر خوفزدہ کیا ہوا تھا سیف ملوک
نے ایک ہی وار سے مٹی میں ملادیا تھا اس کام تمام کر دیا تھا۔
وہ اچھلتا کودتا بڑا شور کرتا کرتا ہوا آیا تھا اور سیف ملوک کے
سامنے بے بس ہو کر گرا ہوا تھا۔ اس کی ایک نہ چل سکی تھی۔

شہزادے کی جو نمردی دیکھ کر شاہپال نے اسے بڑی شاباش
دی۔ شاباش آفرین ہے کہتا کہ واہ تمہارے ہاتھ دیکھے ہیں
تمہاری بہادری دیکھی ہے۔

تمام دیوؤں نے اس بہادری کو سراہا اور تسلیم کر لیا کہ واقعی یہ
انسان بڑا دلیر اور بہادر ہے جیسا کانوں سے سنا تھا اس سے بہتر
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اور شہزادہ اٹھ کر پا پیادہ ہی تعظیم کرنے لگا اور شاہپال کی جانب
سر خم سلام ہوا اور تسلیمات اور سلام کرتا ہوا۔

تب شاہپال نے ایک دوسرا گھوڑا منگایا اور جو سونے جو اہر
موتیوں سے سنورا ہوا تھا۔ سیف ملوک کو پیش کیا گیا اور سیف

شیراں باجہ نہ جھلیا جاندا شیراں سندا اگا
ثانی ہار برابر ہوتے گھول پڑے وچ لگا!

جوش خروش کریندا آیا بیخے چاچا مارے
سیف ملوک کے ترت میانوں وکھ کیتا تلوارے

سیف بہادر سیف ملوک کے ایسی نال صفائی
سر شیرے دے آوندیاں ہی اکو وار چلائی
نعرہ مار لگایا کاری پھٹ ایسا تلواروں
متھے تھیں لے ذنبے توڑی دل سٹیا وچکاروں

شیر مرلا آدم کھانا لشکر جس ڈرایا!
اکے ہتھوں سیف ملوک کے خاکوں نال دلایا
مچدا مچدا گچدا آیا کردا شور ککرا!
سیف ملوک بہادر آگے ڈھٹھا ہو بیچارا
شاہزادے دی مردی تک کے شاہپالے ہتھ پھیرے
شابش آفرین پکارے واہ ڈٹھے ہتھ تیرے

دیوتیاں نے رستم دستی سر متھے پر منیں
اوس تھیں بہتر ڈٹھا اکھیں جیسا سڈیاں گنیں

اٹھ شاہزادہ پیر پیادہ کرن لگا تعظیماں
شاہپالے دل ہویا سلامی کر کے تسلیمماں
گھوڑا ہور منگایا شاہے سونے موتی جزیبا!
سیف ملوک کے آگے رکھیا شاہزادہ پھر چڑھیا

اگر ماں راضی ہوگئی تو خدا کو راضی کر لیا پہلا مرشد ماں ہوتی ہے خدا کا شکر ہے کہ تو راضی ہوگئی ہے اور ساتھ ہی میری عرت بھی اڑ گئی ہے۔
ماں شاہپال پردل و جان سے راضی ہوگئی تھی اور دعائیں دیتی کہ تو نے مجھے جہاں میں سرخرو کر دیا ہے میرا مقصد پورا کر دیا ہے۔
ہم نے اور آپ لوگوں نے سب نے مر جانا ہے دنیا فانی چھوڑ جانی ہے اے بیٹا دنیا میں ہمیشہ اچھے لوگوں کے اچھے کام یاد رہ جائیں گے۔

مردانگی سے دنیا میں مردوں کا نام زندہ رہتا ہے مرد اے محمدؐ مردانگی کرتے ہیں واہ کیا ان کا نام ہے۔ ان کا نام زندہ رہے گا۔
مہر افروز نے شہزادے کو بازو سے پکڑا اور اس کا سر منہ ماتھا چومتی اس سے بہت پیار کرتی اس پر قربان ہوتی تھی۔

مہر افروز سیف ملوک سے معذرت کرتی کہ اے بیٹا کہ جو تقدیر الہی کی قلم نے انسان کے نصیب میں جو بات لکھ دی ہے وہ کبھی مٹائی نہیں جاسکتی ہے۔

یہ قید والی مصیبت تیرے نصیب میں لکھی ہوئی تھی جو تجھے برداشت کرنی پڑی لیکن اس میں مجھ سے بھی کوتاہی ہوئی ہے اس میں میرا بھی قصور ہوا ہے۔

پھر بھی خدا کا لاکھ شکر ہے کہ تو واپس گھر آ گیا ہے اے بیٹا ہمارے نصیب جاگ اٹھے کہ تجھے خداوند تعالیٰ پھر ہماری آنکھوں کے سامنے لے آیا ہے۔

سیف ملوک نے کہا اے ماں اے پر یوں کی سردار مجھے دکھوں کی کیا پرواہ غموں سے میری جان نہیں ڈرتی ہے مجھے ان کا فکر نہیں ہوتا ہے۔

جس دن اس کی چاہت کا ارادہ کر کے اس راستے پر چلا تھا پری کے عشق کے آب حیات کا ایک گھونٹ چکھا تھا۔

ماں منیں تاں رب منایا پہلا مرشد مائی شکر خدا دا جے توں راضی نالے پت رہ آئی شاہپالے پر راضی ہوئی مائی دلوں بجانوں دے دُعائیں کیتوئی مینوں سرخرو جہانوں اسان تاں مر جانا جیونکر توڑوں ہوندی آئی دُنیا تے رہ جاسی بیٹا بھلیاں دی بھلیائی

مردی کولوں رہندا جگ وچ مرداں سندا ناواں مردی کر دے مرد محمدؐ دھن کہاوں ماواں مہر افروزی باہوں پھڑیا سیف ملوک شہزادہ سر چمیں منہ متھا چمیں کرے پیار زیادہ مہر افروزہ غدر کریندی سیف ملوک کے اگے اے بیٹا کد مٹ دی جیہڑی قلم دہراہوں وگے

ایہ مصیبت قیدے والی تھ پر لکھی آہی پر ایہ غفلت ذمے میرے ہو گئی کوتاہی

پھر بھی لکھ شکرانہ پڑھیے خیری مڑ گھر آیوں جاگے بھاگ آساڈے بیٹا اکیں رُب دکھایوں

سیف ملوک کہیا اے مائے پریاں دی سر کردی کی دکھاں دا صرفہ مینوں نہیں غموں جند ڈردی

جس دن قدم ارادت والا راہ طلب دی رکھیا آب حیات پری دے عشقوں اک گھٹ بھر کے چکھیا

کرتے۔

سیف ملوک سوچتا سبحان ہے تیری قدرت اے میرے مالک
تو سچا اور پاک ہے کہ میرے جیسے غریب انسان کو تو نے اتنا
مقام دے دیا ہے۔

کسی کو یہ امید نہیں تھی کہ شاہ پری مجھے مل جائے گی اور آج وہ مجھ
سے ایک پل بھی جدا نہیں ہونا چاہتی ہے اس ذات بابرکات کا
کرم ہوا ہے۔

اگر میری لاکھوں زبانیں ہوں تو میں ہزاروں لاکھوں بار اس
مالک کا شکر بجا لاؤں لاکھوں سے اس کا ایک احسان بھی نہیں
اتار سکتا خواہ سینکڑوں بار اپنا سر قربان کروں۔

جس کی کہیں زمین و آسمان میں خبر ہی نہیں ملتی تھی۔ اور نہ اس کا
مقام ہی دنیا میں معلوم تھا یہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ کہاں ملے گی۔
جس کی بالکل خواب و خیال میں ہوا بھی نہیں ملتی تھی اور آج
اس بدیع جمال سے میرا میل ہو گیا ہے آج وہ مجھے حاصل ہو گئی
ہے۔

مجھ مسکین پر خدا نے اپنی رحمت کی بارش کی ہے اور بال بال میں
خوشی رچ گئی ہے کہیں غم کی بو بھی نہیں ملتی ہے غموں کا وقت ختم ہو
گیا ہے۔

کوئی حاسد دشمن نہیں رہا ہے اور نہ ہی دکھ کرنے والا اور نہ کوئی
مخالف رہا ہے اور آج میں خیریت سے اپنے محبوب کی بیچ پر
بیٹھا عیش کر رہا ہوں۔

میرے محبوب آج میرے ہو گئے ہیں اور میں اس کا ہوں وہ
میرا ہے۔ اے محمدؐ بخش آج کوئی غیر ہمارے پاس نہیں رہا
ہے اور ہم ایک ہی جگہ اکٹھے ہیں۔

ہو سکتا ہے میں جنت میں آیا گیا ہوں دنیا فانی سے کوچ کر آیا
ہوں کہ اس مجازی حالت میں حقیقی دیدار ہو گیا ہے۔

سیف ملوک دھیان کریندا واہ واہ سچیا سایاں
میرے جیسے غریب بندے نوں تده دتیاں وڈیاں

شاہ پری ہتھ لگسی مینوں کسے نہ سمجھدی آہی
آج میرے تھین ساہ نہ وسدی ہویا کرم الہی!

جے میں لکھ زباناں ہوں لکھ لکھ شکر گزاراں
لکھوں اک احسان نہ مکدا توڑے سو سر واراں

جس دی دس نہ پوندی آہی وچ زمیاں آسماناں
ناں کوئی تھان ٹکانہ آہا معلم وچ جہاناں
جیندی واہ نہ لبھدی آہی ہرگز خواب خیالوں
آج وصال میسر ہویا اوس بدیع جمالوں!

میں عاجز پر رب تروٹھا پائیوس بوند کرم دی
لوں لوں اندر خوشی سمائی بوء نہ لبھدی غم دی

دوتی دشمن کوئی نہ رہیا نہ کوئی دوکھی ویری
بیٹھا بیج سجن دی اتے عیش کراں آج خیری

دلبر یار میرے وس ہویا میں اسدا اودہ میرا!
غیر نہ کول محمدؐ بخش اک اسادا ڈیرا

مت میں جنت وڑیا ہوواں چھڈ کے دنیا فانی
ایہ مجازی صورت اندر ہوئی لقاء حقانی

شاہپال نے فرمایا بیٹا تم اپنے باپ کی خدمت میں عرضی لکھو اور یقین رکھو کہ میں وہی کروں گا جو تو چاہے گا یا جس میں تیری خوشی ہوگی۔ شہزادہ سیف ملوک قلم دوات لے کر بیٹھ گیا اور باپ کو چٹھی لکھنے لگا۔ ہاتھ میں قلم اور سینے میں جدائی کے تیر اور تحریر کے الفاظ بھی تیر کی طرح سیدھے۔

اور صاف آنکھوں میں تیرتے خون کے آنسوؤں کے پرنا لے بہہ نکلے کاغذ پہ نظر نہیں لگ رہی تھی اور قلم بھی پرنا لے بہا رہی تھی۔

آنکھوں کے آگے پانی آ گیا اس لئے کاغذ پر نظر نہیں لگ رہی تھی اندرونی جوش سے ہاتھ کانپ رہے تھے اور قلم پھڑک رہی تھی۔ لکھ نہیں رہی تھی۔

شاہپالے فرمایا بیٹا لکھ پیو ول عرضی رکھ تسلی سو یو کرساں جینکر تیری مرضی سیف ملوک شہزادہ بیٹھا لے کاغذ مسوانی ہتھ وچ کانی سینے کانی سخن سدھے جیوں کانی

ڈل ڈل رت اکھیں وچ آئی وگ رے پرنا لے کاغذ اتے نظر نہ لگدی قلم چھنڈے پرنا لے

نیناں آگے پانی آیا اس تھیں نظر نہ لگدی کنبن ہتھ اندر دے جوشوں تاہیں قلم پھڑکدی

نامہ نوشتن سیف ملوک خورسند بطرف پدر دردمند

سب سے پہلے رب جلیل کی حمد و ثناء تمام تعریفوں کا مالک وہی ہے اس کے رحم کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کی رحمتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

جب مہربان ہو جائے تو تمام بیماریوں کو دور کر دیتا ہے اور لاکھوں منوں پلیدیگی ایک پل میں دھو کر صاف کر دیتا ہے۔ اور تمام جگہیں صاف کر دیتا ہے۔

اور سوکھے دریا دوبارہ جاری کر دیتا ہے اور نہریں بہا کر کھیت خوب صورت بنا دیتا ہے اور اجڑے شہر دوبارہ آباد، بازاروں کی رونق بڑھا دیتا ہے۔

بیماری کو ختم کر کے تندرستی عطا کر دیتا ہے اور اندھوں کو بینائی دے دیتا ہے اور والدین کے گئے ہوئے بیٹے دوبارہ ماؤں

اول صفت ثناء ربے دی شکر الحمد لکھائیے کرم اوہدے دی حد نہ کانی انت نہ پائیے

دور کرے بھ زحمت جس دم مہریں آوے سائیں لاکھ مناندی دھو پلیدیتی پاک کرے کل جائیں

سکے دہن کریندا جاری کھیت سہاون نہراں گرم بزار مچاوے رونق آجڑیاں مڑ شہراں

روگی بدن درست کریندا دے انہیاں روشنایاں گئے گواتے پت پیارے وت ملاوے مایاں

مسوانی: قلم، زحمت، بیماری، مشکل، سختی، انصاف، اندھا۔

سے ملادیتا ہے۔

وہ سیکڑوں ہزاروں اُجڑے باغ اپنی رحمت کی ایک بارش برسا کر دوبارہ سبز کر دیتا ہے ترستے روحوں کو اے محمدؐ بخش اس کے پیارے سے ملادیتا ہے۔

اے میرے باپ تو میری جان کا قبلہ اور کعبہ ہے اور ہمیشہ آپ کا نام مبارک میری زبان کا ورد ہے۔ میں ہمیشہ آپ کا نام پکارتا رہتا ہوں۔ تیرے دروازے کی خاک میرے لئے آنکھوں کا سرمہ ہے۔ آپ کا تخت میرے لئے کوہ طور اور آپ رُخ مبارک خدا کے فیض کا چشمہ ہے۔

آپ کا جسم مبارک خدا کا سایہ میرے سر پہ چھتری کی طرح ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کے قدم مبارک کی خاک میرے سر کا تاج ہو۔

آپ کا ایک سیف ملوک بیٹا تمام بیٹوں سے کم تر آپ کا غلام کمینہ انسان آپ کی شان سے قربان ہو جائے آپ پہ جان نچھاور کرنے والا۔ بے قدر ناچیز مسکین گنہگار نکما آپ کے سورج کا ایک ذرہ ایک عرض کر رہا ہے۔ آپ کی خدمت اقدس میں عرض گزار ہے۔ میں قبلہ گاہ حقیقی سے رخصت ہو کر آیا تھا۔ اور میں نے لاکھوں منسبتیں سختیاں دیکھی ہیں اور بڑا رویا ہوں بڑے دکھ دیکھے ہیں۔

اگر میں وہ تمام حال بیان کروں تو ایک بڑا بھاری دفتر بن جاتا ہے۔ اور باپ کے دکھوں میں اضافہ ہو گا وہ تو پہلے ہی بڑا دکھی ہے۔ میں اس کے دکھوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا

آج مجھ پہ رب تعالیٰ نے رحمت کی برسات کی ہے اور سینہ سرد ہو گیا ہے۔ اور یہ سب آپ کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔ یہ آپ کی دعائیں ہی رنگ لائی ہیں۔

یہ سب آپ کی وساطت سے ہی آپ کی دعاؤں سے مجھ پہ خداوند تعالیٰ نے اپنا کرم کیا ہے۔ آپ کے وسیلے سے ہی مجھے دکھوں

ادہ اُجڑے سے (۱۰۰) باغ ہزاراں باراں نال سنوارے سکدے روح محمدؐ بخشا میلے یار پیارے

اے بابل توں قبلہ کعبہ دل تے جان میری دا دائم اسم شریف ساڈا ورد زبان میری دا در تیرے دی خاک آسانوں سرمہ عین نورانی تخت تیرا کوہ طور تے چہرہ چشمہ فیض ربانی!

قل اللہ وجود ساڈا چھتر میرے سر سایہ قدم تیرے دی دھوڑ مبارک چاہاں تاج بنایا

سیف ملوک تیرا اک بیٹا فرزنداں وچ نیواں نفر غلام کمینہ بندہ شاہ توں صدقہ تھیواں بے مقدار ناچیزا عاجز اوگنہبار نکارا سورج تیرے دا اک ذرہ کدا عرض بیچارا! قبلہ گاہ حقیقی کولوں جاں میں رخصت ہو یا لاکھ مصیبت سختی دھی رنج رنج ہنہوں رویا! بے اوہ حال سناواں سارا دفتر بندا ابھارا بابل دے دکھ ہوں دونه آگے ہی دکھیارا

آج میرے سر رحمت دھی ٹھنڈ پئی وچ پتے نال دعا توجہ تیری بھ مطلب رب دتے

محض طفیل تسادی میں پر ہو یا فضل حضوروں مدد قبلہ گاہ دی کولوں لتھے رنج رنجوروں

تیار کئے گئے۔

سراندیپ نگر کا حکمران اور اس کے ہمراہ صاعد شہزادے کا صاعد بھائی بھی تھا اور قلم والا بادشاہ ہاشم شاہ بھی ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ اور یہ تمام لوگ مصر کو جا رہے تھے۔

دیوبہادروں نے ڈیرا اٹھالیا اس میں کیا انسان کیا گھوڑے جو بھی اس میں شامل تھے اور وہ ہو میں اڑنے لگے اور دیوبڑی تیزی سے سفر کر رہے تھے۔

تحفے اور تمام جنتی سوغاتیں بھی تھیں اور تمام عجیب چیزیں تھیں انہیں کہا گیا کہ یہ عاصم شاہ اور صالح ابن حمید کو اپنے عزیزوں کی طرح دینی ہیں۔

اپنے دس خاص کپڑے کے تھان جو بیش قیمت تھے وہ بدیع جمال پری نے شہزادے کی والدہ کے لیے بھیجے تھے کہ یہ ان کو دینے ہیں۔

مختصراً کہ وہ تمام ڈیرا مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور آہو حافظ سب سے پہلے گیا تھا کہ پہلے جا کر انہیں ڈیرے کی آمد سے آگاہ کر دے۔

شہزادے اور شاہ پری کو اب ملنے کی امید ہو گئی تھی وہ تو بس گھڑیاں ماپتے گن گن کر دن گزار رہے تھے کہ کب شادی ہوگی۔ انہیں ایک ایک دن ہفتے کے برابر اور ہفتہ سال کے برابر لگ رہا تھا۔ اور سال تو پوری زندگی کے برابر تھا اور کون اتنی دیر برداشت کرے۔

جدائی کے سخت دن جب ختم ہونے کو ہوتے ہیں تو پھر ملنے کو خواہش اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اسے روکنا اور برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور عاشق تنگ آجاتے ہیں۔

امن سکون تو ایک طرف نیند اور بھوک بھی نہیں رہتی ہے۔ اٹھ اٹھ کر راہیں دیکھتے ہی نہ تھکتے تھے اور ہر وقت راہوں پہ نظریں

سراندیپ نگر دا والی نالے صاعد بھائی نالے ہاشم قلم والا ایہ چلے کر دھائی

ڈیرا چا لیا عفریتاں کیا آدم کیا گھوڑے وچہ ہوائے اڈ کھلوتے پنڈھ نہ کردے تھوڑے

تخت اُتے سوغاتاں گھلیاں عجب نفیساں چیزاں عاصم شاہ تے صالح تائیں دیہو وانگ عزیزاں

خاص اپنے دس تھان عجائب کپڑے قیمت والے شاہزادہ دی مائی کارن گھلے بدیع جمالے

القصد اُوہ ڈیرا سارا ہویا مصر ول راہی! آہو حافظ گیا اگیرے دیون خبر آگاہی

شاہزادے تے شاہ پری نون لگی آس ملن دی گھڑیاں مندے تے دن گن دے کہ شادی ہن بندی اک اک روز دے جینوں ہفتہ ہفتہ وانگر سالے سال مہینے عمراں جیڈے کون اچر تک جالے

سخت ایام وچھوڑے والے آرہندے جد تھوڑے حرص ملن دی رہے نہ ٹھلی عاشق پیندے سوڑے

نیندر بھکھ نہ رہندی مولے امن قرار اک جانی اٹھ اٹھ تکدے کدے نہ تھکدے نظر راہاں پر لانی

جمائے رکھتے تھے۔

وہ کونسی مبارک گھڑی ہوگی وہ جلدی جلدی آجائے کہ محبوب سے
میل ہو جائے اور یہ جدائی کا فکر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔
اے ساقی آؤ اور صراحی بھر کر دو جس میں سچا سرخ شراب ہو۔
اور اُسے پی کر ملنے کی خوشی میں مست ہو جائیں اور جدائی کا غم ختم
ہو جائے۔

اور تمام پیارے مل بیٹھ کر صبح کو شراب پیئیں اور اے محمد بخش
خوشیوں سے دلی مرادیں حاصل ہوں تمام امیدیں پوری
ہوں۔

کیہڑی گھڑی مبارک والی جھبڈے جھبڈے آوے
نال سجن دے واصل ہوئے فکر ہجر دا جاوے
آ ساقی بھر دیہہ صراحی سچی لال شرابوں
پی پی مست وصل دے ہوئے پاک فراق عذابوں

دل کے بیٹھ پیارے سارے کرینے مست صبوحی
خوشیاں نال محمد بخشا ملن مراداں روحی

آمدن صاعد بمصر ہمراہ دیواں و تیار شدن عاصم شاہ بشارستان!

بسنت کا موسم آگیا اور سردیاں ختم ہو گئیں۔ پالا ختم ہو گیا بہار کی
خوشی دل خوش کرنے لگی اور جو کہ فجر کی ہوا میں رچی بسی تھی۔
رحمت کی برسات سے موسم بہار میں باغوں میں بہار آگئی باغ
حسین منظر پیش کرنے لگے۔ اور ہزاروں بھنورے قطاریں
باندھے سواروں کی مانند آنے لگے۔

درختوں نے نئے نئے شگوفے نکالے پھولوں کے لیے خوشبو کا
پیغام آگیا۔ ہریالی نے تمام جوہ سجادی اور سائے نے
میدان گھیر لئے۔

بلبل کے لئے پھولوں کی خوشبو پیغام لے کر آگئی۔ کہ چلو تمہیں
گلابوں نے یاد کیا ہے اب جدائی کے وقت کو بھول جا۔
وہ دردوں کی ماری بڑی روئی اور باغ میں چل کر ملو ملاقات
کرو۔ اور غموں کو بھول جاؤ۔ جدائی کا وقت گزر گیا ہے۔

واہ واہ رت بسنتی آئی گئی سیالی سردی
بوء بہار سکھاؤں لگی جھلی واؤ فجر دی
رحمت باراں وقت بہاراں رنگ لگے گلزاراں
بھور ہزاراں بنھ قطاراں آئے مثل سواراں

رکھاں نوں خوشبو پھلاں دی آئی لے سنیہے
سبزی ساری جوہ سہائی چھاواں نے پڑ ملے

بلبل نوں خوشبو پھلا دی آئی لے سنیہے
چل گلاباں یاد کیتائی درد ہجر کر سنیہے
درد وچھنی بہتی رنی ہوئیو چل ملاتی
رحمت دے دروازے کھلے مار غماں نوں طاتی

عفریت نے کہا شابی ڈرو نہ مصری لوگو میں ہاں اپنی بادشاہانہ سنگل دریں نہ ٹھوکو عفریت نے فوراً کہا اے مصر والو ہم سے ڈرو مت اور میں بادشاہ کا ایلچی ہوں اور دروازے بند نہ کرو۔ دروازوں کو زنجیر نہ چڑھاؤ۔

اس شمع کی روشنی دیکھ کر ہم نے انہیں پیغام دینے میں خط دینا ہے۔ بلکہ میرے ساتھ ہو کر مجھے انکے پاس لے جاؤ ہم کوئی بیگانے نہیں ہیں۔

در بانوں نے آگے سے کہا تو کیوں اندر جائے گا۔ ہمارے بادشاہ عاصم کا تو دیدار نہیں کر سکے گا۔ تو ان کو نہیں مل سکے گا۔ کیونکہ وہ تو اپنے بیٹے کی جدائی کے غم میں تنہا ہو چکے ہیں اور الگ ہی رہتے ہیں۔ وہ کسی سے کوئی بات نہیں کرتے اور نہ ہی تخت پر بیٹھتے ہیں۔

پھر عفریت نے کہا میں اُس کے درد کی دوا لے کر آیا ہوں میرے ہاتھ سے اُسے شفا ملے گی اور رب تعالیٰ اس کی تمام امراض ختم کر دے گا۔

میں انہی کا طبیب آیا ہوں اور جدائی کے زہر کو ختم کرنے کیلئے پڑی لایا ہوں۔ اور جنتر منتر پڑھ کر جدائی کا زہر نکال دوں گا۔ مجھے شاہپال بادشاہ جو شاہ رخ کا بیٹا ہے اُس نے مجھے باغِ ارم سے بھیجا ہے۔ اور سیف الملوک کا خط لے کر میں عاصم شاہ کے پاس آیا ہوں۔

اور مجھے عاصم شاہ کی خاص کچھری میں لے چلو۔ مجھے ان سے ملاؤ۔ اور مجھے ساتھ لے جا کر ان کی خدمت میں پیش کرو۔ ان کا دیدار کراؤ۔ جب در بانوں نے سیف الملوک کی خبر سنی اور اچانک اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اُن کے دل میں جیسے ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

وہ بھاگتے بھاگتے فوراً گئے اور ان کے چہرے گلاب کے پھول کی طرح کھل اُٹھے تھے۔ وہ جلد جلد عاصم شاہ کے حجرے پہ آئے۔

شمع جمال شہاناں تک کے دینے دل پروانے ہو کے نال پچاؤ اندر نایں ایں بیگانے

درباناں فرمایا اگوں کاہنوں اندر جاسیں عاصم شاہ اسڈے سندا درشن مول نہ پاسیں اوہ بیٹے دے درد فراقوں گوشے اندر رہندا نہ کوئی گل کلام کسے سنگ نہیں تخت پر بہندا

پھیر عفریت کہے میں آندا درد اوہدے دا داروں میرے ہتھوں رب کھڑے گا ماندہ جس آزاروں

میں طبیب اوہناں دا آیا گھن پڑی تریاقوں پڑھ منتر دے جنتر کڈھساں بسلا زہر فراقوں شاہپالے شاہ رخ دے بیٹے باغ ارم تھیں گھلیا سیف ملوکے دی لے عرضی عاصم شاہ ول چلیا

عاصم شاہ دی خاص کچھری مینوں چل دساو نال میرے ہمراہی ہو کے وِنج حضور بہالو جس دم سیف ملوکے والی خبر سنی در باناں اچن چیت گیاں کھل اکھیں خوشی ہوئی وِج جانان

بھجے بھجے گئے شابی پھلے وانگ گلاباں! عاصم شاہ دے حجرے آئے نال شاب شاباں

دریں: دروازوں کو۔ داروں: دوا۔ آزاروں: جن بیماری سے وہ بیمار ہے۔ تریاق: زہر کا اثر زائل کرنے والا۔ بسلا: زہریلا۔ اچن چیت: اچانک

نشین ہونا چاہتا ہوں۔

تو زیروں نے بڑے شکرانے پڑھے اور اسے فوراً اپنی ہتھیلیوں پہ اٹھالیا۔ اور خوب شاہانہ زیورات پہنا کر اسے تخت پہ لا بٹھایا گیا۔ اسے تخت نشین کر دیا۔

تب پھر اس دیو آہو حافظ کو جو سیف الملوک کا پیغام لے کر آیا تھا اسے دربار میں حاضر کیا گیا۔ جس طرح غلامی کی رسم ہوتی ہے اس نے ادب سے سلام عرض کیا۔

عاصم شاہ اسے گلے لگانا چاہتا تھا اور وہ اس کے قدموں میں گر پڑتا تھا۔ اسے بمشکل سینے سے لگا کر عاصم شاہ نے فرمایا۔ بادشاہ نے اس سے کہا۔

اے مبارک قدم والے قاصد تیرے یہ دو قدم بڑے اچھے مبارک ہیں۔ کہ تو مدتوں کے سوکھے گھاس ہرے کر دیتا ہے جس کی طرف کی بھی جاتا ہے جہاں تیرے مبارک قدم پڑتے ہیں۔ اے نیک قاصد تیرے برابر کوئی نہیں ہے۔ تو تو کوئی کستوری والا ہرن ہے۔ جس طرح اس نے کستوری اپنے سینے میں رکھی اسی طرح ہی تو نے پیارے کا پیغام رکھا ہوا ہے۔

تو تو گلاب کے عطر کی شیشی ہے بلکہ پوشیدہ نور سے بھر پور ہے۔ میٹھی زبان بولے بغیر ہی دور سے خوشبو دیتا ہے تیزی خوشبو ہی بکھر جاتی ہے۔

عطر کی شیشی سے خوشبوؤں سے معطر پیارے کے پیغام جلد بتاؤ ہمیں خوشخبری دو اور پیارے کے کیا سلام ہیں۔ اور اسے کیا کہا تھا۔

دیو نے جلد اٹھ کر دوبارہ سلام کیا تعظیم کی اور حقیقت سنا کر دعائیں دیں اور تمام باتیں گوش گزار کر دیں۔

شہنشاہ سایہ الہی جم سکندر ثانی آپکے ہمیشہ اقبال زیادہ ہوں اور آپکی بادشاہت ہمیشہ قائم رہے اسے کبھی زوال نہ آئے۔

تلیاں اُتے چاء وزیراں لکھ پڑھے شکرانے تخت اُتے شاہ آن بہایا زیور لاء شہانے

وہ عفریت کیتا تد حاضر ہویا آن سلامی چم زمین کرے تعظیمیں جیوں کر رسم غلامی

عاصم شاہ گل لایا لوڑے اوہ قداماں پر ڈھیندا زور بزوری سینے لا کے شاہ اس نون مر کہندا

قاصد پیر مبارک والے بھلے قدم دو تیرے سکے گھاہ کریں ہریا ول چول پاویں پھیرے

قاصد نیک تیری تل کیہدا تون کوئی ہرن قطن دا اس کستوری سینے رکھی تون بھی سخن سخن دا!

تون کوئی گاندھی عطر گلابی بھریا گجے نوروں مٹھی چلبھوں بولے باہجوں خوشبو دیویں دوروں

گاندھی شیشے عطروں چھانے تدھ پیغام سخن دے دس سانوں خوشخبراں جلدی ہور سلام سخن دے

عفریتے نے اٹھ شابی کہی سلام دوبارے ادب دعاء شائیں کر کے سخن گزارے سارے

شاہنشاہا قل الہا جم سکندر ثانی! دم دم ہون اقبال زیادہ سدا ہووے سلطانی

اس وقت رسم تھی۔

مصر شہر میں جو بھی کوئی بد قسمت طلاق شدہ یا بیوہ عورت تھی اور بیگم سے خیرات لے کر اس کی حالت بدل گئی تھی۔ ان کی ضرورت پوری ہو گئی تھی۔

ہر جگہ پٹانے آتش بازی کی گئی سلامی دی گئی اور ہر ڈیرے پہ خوشی کے شادیاں بچائے گئے۔ تمام شہروں میں منادی کرائی اور مانگنے والوں نے تو خزانے بھر لئے تھے۔

لاکھوں لوگ ان کو مبارک دینے ان کے دروازے پر آئے اور تمام نے اپنے اپنے کرتب کر کے دکھائے۔ جو جو کام کوئی کرتا تھا انہوں نے وہی کر کے دکھائے۔

عاصم شاہ کے دروازے پہ رنگ رنگ کی خلقت آ جا رہی تھی ہر طرف سے لوگ اڑ رہے تھے۔ اور یہاں کے لوگ چھری مار، چھریاں مار کر اپنے کرتب دکھا رہے تھے۔

عاصم شاہ نے اپنا وزیر بلایا اور اپنی دانا بیگم کو بھی بلایا اور کہا کہ اس دیو کو جلد مہمان دی جائے اسے کھانا کھلایا جائے اس کی خاطر تواضع کی جائے۔

اور بڑے مہمان سنا ہے آرہے ہیں بس آنے ہی والے ہیں۔ ان کے لئے جلد مہمانی تیار کرو جو بھی کسی کو طلب ہو وہ کھائے کوئی بھوکا نہ رہے۔

اس عفریت آہو خاٹھ کے سامنے بادشاہی کھانے لاکر رکھے گئے۔ کتنے، کباب، سلونے، روٹیاں اور چاول دانے رکھے گئے۔ اسے کھانا دیا گیا۔

یہ رکھتے جاتے تھے اور وہ کھاتا جاتا تھا ایک پل بھی دیر نہیں کرتا تھا۔ ایک نوالے کا سالن وہ پانچ ڈبے منہ میں ڈال لیتا تھا۔ وہ کوئی ہڈی گوشت الگ نہیں کرتا تھا سب کچھ ہی کھائے جا رہا تھا۔ اپنی ضرورت کے مطابق کھا کر خدا کا شکر کرتا۔

مصر شہر وچ جو کوئی آہی جھڑو رنڈی تتی! گھن خیرایت بیگم کولوں ہو رہی رنگ رتی

ہر تھانے وچ شکلاں ہویاں ہر ڈیرے شدیانے شہراں اندر پھرے ڈھنڈورے منگتاں بھرے خزانے

لاکھاں لوک مبارک دیون در پر حاضر ہوئے آپو اپنے کب تماشے کردے سبھ کھلوئے

عاصم دے در رنگ برنگی خلق ڈھکی ہر پاسوں بیک بیکال دے مچے تماشے وافر کھیڈ کٹاسوں

عاصم شاہ وزیر بولایا نالے بیگم دانی کھیوس ایس عفریتے تائیں دیہو جلد مہمانی

ہور وڈے مہمان سنیندے ایہ آئے کہ آئے کرو تیار مہمانی تگڑھی جو لوڑے کوئی کھائے

اوس عفریت آگے آرکھے بادشاہی کھانے قلیے آتے کباب سلونے پھلکے چاون دانے

ایہ دھر دے اوہ کھاندا جاندا ساعت ڈھل نہ لائے اک اک لقمے دا کر لاون پنج ڈبے منہ پائے ہڈی ماس نکھیڑے ناپیں سبھ کچھ کھاندا جاندا کھا رہیا جو خواہش آہی شکر بجا لیاندا

شاہ نے وزیروں سے کہا سب کا یہی حساب رکھو باقی بھی مہمان آنے والے ہیں۔ سب مہمان ایسے ہی ہونگے گھوڑے اور اونٹ حلال کرو۔

جب کھانا، دانا، کھایا دیو فارغ ہوا تو بادشاہ نے پاس بٹھا کر شراب کے جام بھر پور کر کے پلائے۔ اسے منوش کرائی گئی۔ اور جب دیو فارغ ہو گیا تو بادشاہ نے فرمایا کہ اس جگہ کے بارے میں ہمیں کچھ بتاؤ کہ جہاں سے تو آیا ہے وہ کیسی جگہ ہے۔

دیو نے اس جگہ کے بارے میں جو بتا سکتا تھا بتایا۔ شہزادے کے قدر و عزت اور اسکی خاطر مدارت اور اس کا شان و شوکت سب بتا دیا۔ اس کی بڑائی شان و شوکت رعب و دبدبہ اور شاہپال کا اس کے ساتھ رویہ اور بذریعہ جمال پری کا حسن جو سورج اور چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ تھا۔

اور شاہپال کی جنگی فوج کے بارے میں بتایا اور باغ ارم کی رونق اس کی خوبی وغیرہ کے بارے میں بتا دیا۔ اور بتایا کہ وہاں کتنا مزہ اور کیسے نظارے ہیں۔

جیسے جیسے وہ اس کے شان و شوکت اور اس کے رہن سہن کی باتیں کر رہا تھا۔ اس بیان سے عاصم شاہ کا بال بال خوش ہو رہا تھا۔

تمام مجلس والے سن رہے تھے اور تمام کے خوشی سے دل باغ باغ ہو گئے تھے۔ اور کہتے کہ سیف ملوک نے خاص اونچی جگہ رشتہ کیا ہے۔ اس نے خاص سسرال چنے ہیں۔

بادشاہ نے امیروں کو حکم دیا کہ یہ تمام باتیں سن کر ان پہ غور کرو۔ ایسی ہی شوکت شان کے مطابق ویسے فرش پچھائے جائیں۔ شاہپال کے شان کے برابر تو ہم نہیں ہو سکتے ہیں لیکن پھر بھی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرو کہ وہ دیکھ کر ایک بار ضرور حیران ہو جائیں۔

شاہے کہیا وزیراں تائیں ایہو لیکھا بھالو
بھ مہمان آجیہے ہون گھوڑے اوٹھ حلالو

جاں عفریت ہویا سی فارغ کھانا دانہ کھا کے
بھر بھر شیشے مدھ پیالے شاہے کول بہا کے
جاں عفریت آسودہ ہویا بادشہے فرمایا!
اوس جانی دی دس حقیقت جس تھاؤں توں آیا

عفریتے کچھ آکھ سانی جو آہی اوس جانی
شاہزادے دا قدر بزرگی خاطر تے وڈیانی
عظمت شوکت شان جلالت شاہپالے دے قدروں
حسن بدیع جمال پری دا روشن سورج بدروں

فوج دسی شاہپال شاہے دی جو جنگے دے کم دی
رونق خوبی روپ لطافت دسی باغ ارم دی

جیئوں جیئوں سی اوہ گلاں کردا ایسے شان مکانوں
عاصم شاہ نوں لوں خوشیاں ہوں اوس بیانوں

باغو باغ ہوئے دل کھلے بھ مجلس دے سن کے
سیف ملوکے ناٹھ کیتا اچی جانی چن کے

شاہے حکم دتا امرادوں سن گلاں دل لاؤ
ایسی شوکت شان موافق فرش فراخ وچھاؤ
شاہپالے دے شان برابر کد آسیں ہو سکہ دے
پر کوئی ڈول بناؤ ایسی ہوں تعجب تگدے

پہلے حرموں کو تخت پر چڑھایا گیا اور انہیں ستروں میں داخل کر دیا گیا۔ چھو کرے اور لوٹے بھی جو خوبصورت تھے جن جن کر ساتھ بٹھالئے تھے۔

صالح کے حرم بھی ستر میں داخل کر دئے گئے تھے۔ مشکیزے بھر بھر کر خوشبوؤں کے جن میں عطر گلاب اور عطر عنبر شامل تھے۔ جو جو چیز شادی کے لئے درکار تھی اور سوغاتیں تحفے پھل جو بھی چاہیے تھے عاصم شاہ نے تمام ساتھ رکھوا لئے تھے۔

شادی کے لئے شادی میں کام آنے والا سامان ساتھ رکھ لیا گیا تھا۔ کئی ساز اور کئی تماشے آتش بازی کا، بارود بھی ساتھ رکھ لیا تھا۔ آہو حافظ جو سب سے پہلے خبر لے کر آیا تھا اسے بہت انعام دیئے گئے۔ اسے ایسے کپڑے کے تھان دئے جن پر موتی جڑے ہوئے تھے اور سونے چاندی کی کڑھائی کی گئی تھی۔

پہلے سوچ کر اور پھر دیو پر یوں سے بھی وہاں کے رسم و رواج کے مطابق استعمال کی چیزوں کا پوچھ لیا گیا تھا۔ اور جو شارتان میں نایاب تھیں وہ چیزیں ساتھ لے لیں۔

مصر کا بادشاہ عاصم شاہ بہادر اپنی بیگم کے ہمراہ روانہ ہوا تھا۔ صالح ابن حمید اور تمام امیر وزیر اور اکابرین ان کے ہمراہ تھے۔ تمام بندوبست کرنے کے بعد باغ ارم کی طرف روانگی کی تیاری ہو گئی تھی۔ اور مال متاع ساز و سامان بے شمار تھا۔ اور سونے کے چالیس خزانے بھی تھے۔

دُنبے، گائیں، بکریاں، بھیدو، اونٹ اور گھوڑے بھی تھے۔ ہر منزل کے خرچ کے لئے ہر طرح کا بے شمار سامان ساتھ لے لیا تھا۔

مصری ہندی تلواریں اور مختلف قسم کے ہتھیار تحفے دینے کے لئے لے لئے تھے۔ لعل اور یاقوت کے ڈبے بھر کر انبار لگائے ہوئے تھے۔

اول حرم تخت پر چاہڑے ستریں داخل کیتے چھو کریاں تے لوٹے سوہنے جن جن کے سنگ لیتے

صالح دے بھی حرم تمامی چاہڑے لئے وچ سترال بھر بھر مشکال مشکال پایاں مثل گلاباں عطرال جو جو چیز لوڑیندی آہی کارن کاج ویاہے تحفے ہور سوغاتاں میوے پائے عاصم شاہے شادی دے اسباب چڑھائے باہر انت شماروں کئی بابجے تے کئی تماشے آتش بازی داروں بہت انعام دتے اس تائیں خبر اول جس آندی سروپاں دے تھان جزاؤ موتی سونا چاندی

دیواں پریاں تھیں پچھ لیاں اول کر تجویزاں شارتان سنہری اندر جو کمیاباں چیزاں

بیگم سنے روانہ ہویا عاصم شاہ بہادر! صالح صاعد ہور تمامی میر وزیر اکابر باغ ارم ول ہوئی تیاری کر سارے سمیانے ہور متاع حسابوں باہر سونا چہل (۴۰) خزانے

دُنبے گائیں بکری ککڑ بھیدو تے اٹھ گھوڑے ہر منزل دے خرچے کارن نال لئے بے اوڑے

مصری ہندی تیغال تحفے ہور کئی ہتھیاراں لعلوں تے یاقوتوں ڈبے بھرے مانند انباراں

لئے کھڑے تھے۔ ہر قسم کی تفریح موجود تھی۔

خوشیوں میں بڑے مست اور نشہ راگ رنگ ہر طرح کا تھا۔ اور دیو ڈیرا اٹھائی جا رہے تھے بغیر کسی روک تھام ایک پل کی بھی دیر نہیں کر رہے تھے۔

منزل منزل سفر طے کرتے آرہے تھے دلی چاہت اور بڑی خوشی جب شاہپال کی حدوں میں داخل ہوئے انہیں وہاں کی بنیادیں آثار دکھائی دئیے۔

اور باغ ارم میں ڈیرا پہنچ گیا اور شاہپال کو خبر ہوئی اور وہ اپنے تمام امیروں اور وزیروں کے ساتھ باہر استقبال کے لئے آ گیا۔ اس نے آگے آ کر خوش آمدید کہا۔

تمام جنات پر یوں اور دیوؤں کے لئے شاہی فرمان جاری ہوا کہ اپنے تمام سولہ نگہار کر کے تمام جلد حاضر ہوں۔ فوراً آجائیں۔ مصر کا بادشاہ عاصم شاہ تشریف لایا ہے اس کا استقبال کیا جائے اور وہ ہمارے شان و شوکت دیکھ کر دونوں ہوجائے خوش ہو جائے۔ شہزادے کو اطلاع دے دی گئی کہ تمہارا والد تشریف لے آیا ہے۔ تم اسے خوب بن سنور کر ملنا تاکہ وہ جان جائے کہ اسے یہاں عزت ملی ہے۔

پر یوں نے بڑا بناؤ سنگھار زیور، نئی پوشاکیں پہنیں تھیں۔ اور ان کے جسم چمک رہے تھے جیسے خالص چاندی کی سلاخیں ہوں۔ ایک دفعہ آنکھ کھول کر دیکھیں تو لاکھوں لوگوں کو اپنے جلوے سے مار دیں جسکی طرف نظر کی جائے بجلی کے چمکارے ہی تھے۔ لشکر تمام وردی میں تھا اور پر یوں نے زیور پہنے ہوئے تھے۔ ہاتھی گھوڑے اونٹ تمام سنورے ہوئے کہ سادہ کوئی ہی نہیں رہے گا۔

اپنے آپ کو بنا سنوار کر ہر شخص سجا ہوا تھا انہیں ساتھ لے کر شاہپال بہادر ملنے کے لئے آیا تھا۔ خوش آمدید کہنے آیا تھا۔

خوشیاں وِج ہوئے متوارے نشیوں راگوں رنگوں ڈیرا دیو اٹھائی جاون باجھوں دیر رنگوں

منزل منزل ٹردے آئے موجاں نال مراداں شاہپالے دی حد وِج پہتے نظر پیاں بنیاداں

باغ ارم وِج پہتا ڈیرا خبر ہوئی شاہپالے سنے امیراں باہر آیا کارن استقبالے

جناں دیواں پریاں تائیں ملیا حکم جنابی کر سولاں سنگار تمامی حاضر ہون شتابی عاصم شاہ مصر دا آیا استقبال کچیوے جاہ جلوآ ساڈا تکے تاں اوہ دونوں تھیوے شاہزادے نوں خبر پوچائی بابل تیرا آیا بن تن کے توں ملنا آگوں ویکھے عرت پایا

پریاں بنت بنا بنائے زیور پہن پوشاکاں چمکو چمک کریندے جتھے کھریاں سیم سلاکاں اکھ پٹن تاں لکھ جیاں نوں مارن نال نظارے جتول نظر کچیوے دن بجلی دے چمکارے لشکریاں نے وردی لائی پریاں زیور گہناں ہاتھی گھوڑے اوٹھ سنگارے سادہ کسے نہ رہناں

آپو اپنی زینت کر کے ہر اک شخص سہایا! نال لئیں شاہپال بہادر میلے کارن آیا

ساری عمر نہ مکھی میں تھیں ایہ تیری وڈیائی
جیسی تہ میرے سنگ کیتی ایسی کرے نہ کائی

ڈٹھے بھالے بن تہ مینوں منیاں وانگن پیراں
آجر دیئے رب صاحب جسے شاد کیتا دلگیراں

دوئے شاہ کریندے باتاں نال اتفاق رسائی
اساں تاں گھر اکو ہویا جانوں نہیں دو جائی

ایہو گلاں کردے آئے ویکھن راہ سجن دا
سیف ملوک شابی آوے ہویا وقت ملن دا

سرو بانو تے مہر افروزی کھریا نال شاہزادہ
خدمت گار غلام چو فیرے فوج امراء زیادہ
آگے پیچھے سندر پریاں جو بن جھل مل کردا
سورج ہار مریندا رسماں سچا باناں زر دا

چھو کریاں تے گولے سوہنے چوہدویں دے جن سارے
بھرے اڈار اڈار قطاراں اک تھیں اک سنگارے
کوئل گھوڑے نڈراں کارن جو آندے شہزادے
ڈر ڈر پیر زیں تے رکھن فیلاں کرن پیادے
لشکر نال شہزادے اندر سندر صورت پریاں
سالڑیاں سنگ سولے گھوڑی گاؤن ٹھنڈیاں ٹھریاں

چاندی ہار عماری چٹی چن چیر بنائی
سونے موتی نال جواؤ نقشاں خوب سہائی

ساری زندگی میں تیرا یہ احسان نہیں چکا سکوں گا۔ جیسی بھلائی تو
نے میرے ساتھ کی ہے ایسی کوئی نہیں کرتا ہے۔ یہ صرف آپکو
ہی حاصل ہوا ہے۔

مجھے بغیر دیکھے بھالے تو نے مجھے پیروں کی طرح مانا ہے اور
میری اتنی قدر کی ہے تجھے بس رب تعالیٰ ہی اجر دے جس نے
ہم دکھیوں کو خوشیاں دی ہیں۔

دونوں بادشاہ بڑی محبت اور اتفاق سے آپس میں گفتگو کر رہے
تھے۔ ہمارا اور آپکا اب ایک ہی گھر ہو گیا ہے۔ اور دوسرا نہ
سمجھیں۔

یہ باتیں کرتے ہوئے پیارے کے آنے کا راستہ دیکھ
رہے تھے کہ سیف ملوک جلدی آجائے اب ملنے کا وقت ہو
گیا ہوا ہے۔

سرو بانوں اور مہر افروزہ شہزادے کو ساتھ لائیں چاروں طرف
خدمتگاراں اور غلام تھے اور ساتھ امراء بھی بڑے زیادہ تھے۔
اس کے آگے پیچھے بڑی حسین پریاں ان کا حسن چمک رہا تھا۔
اور انکی خوبصورتی کی سورج کی طرح سچے لباس سے شعائیں پڑ
رہی تھیں۔

کینزیریں اور غلام اتنے خوبصورت تھے تمام بدر منیر تھے۔ اور
قطاروں میں پھر رہے تھے ایک سے ایک بنا سنورا تھا۔
شہزادے نے نڈرانے کے لئے جو گھوڑے لائے تھے ڈر ڈر کر زمین
پر پاؤں رکھتے تھے اور ہاتھیوں کے سواروں کو بھی پیدل کر دیتے تھے۔
لشکر میں شہزادے کے ساتھ بڑی حسین صورت پریاں تھیں
سالڑیوں کے ساتھ سولے گارہی تھیں اور بڑے سکون سے
تھیں۔

چاندی کی طرح سفید عماری تھی۔ چن کو چیر کر بنائی ہوئی تھی اور
سونے چاندی کی جواؤ تھی اور نقش و نگار سے سجائی ہوئی تھی۔

کھڑے تھے۔

جب انہوں نے سنہری شارتان دیکھا تمام شہر زمین سونے کی تھی اور بڑھاؤ پر لعل چمکتے تھے ان کی ایسی روشنی تھی جیسے دن کو دوپہر کے وقت ہوتی ہے۔

جہاں پر اس کا شاہی تخت اور عدالت کی جگہ تھی جب وہاں پر آئے تو انہیں بادشاہ کا تخت نظر آیا وہ دیکھ کر اتنے حیران ہوئے کہ بات نہ کر سکتے تھے۔

انہوں نے آگے ایسا نہ ہی سنا تھا اور نہ ہی دیکھا بلکہ خواب میں بھی کبھی ایسا نہیں دیکھا تھا۔ عاصم شاہ کی سات پشتوں میں ایسا تخت کسی کا نہیں تھا۔

آگے اور پیچھے چمن کے تختے تھے اور تمام تخت سونے کا بنا ہوا تھا۔ ان کو روشن کرنے والے فیروزے قطاریں بنا کر لگائے ہوئے تھے۔

آگ کی طرح روشن موتی جن کی چاروں جانب روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ مردارید یا قوت اور احمر لگے ہوئے تھے۔

اور قیمتی پتھروں کے ایسے ٹکڑے تھے جو کہ بڑے بیش قیمت تھے اور اوپر دیکھنے والے کی نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی اتنی ان کی چمک تھی۔

تمام تخت اسی طرح جڑا ہوا تھا جو کہ اندھیرے میں روشنی کر رہا تھا۔ اور اس کی کرسی کے سامنے مرتبے کے لحاظ کرسیاں اور فرش بچھایا گیا تھا۔

اور تخت پہ شاہپال خود نہ بیٹھا تخت پر عاصم شاہ کو بٹھایا گیا اور خود اس کے برابر کرسی لگا کر بیٹھ گیا تھا۔

زریں شارتان ڈٹھو نے شہر زمین سنہری چھجیاں آتے لعل چمکدے جیونکر دینھ دوپہری

جتھے تخت پکھری آہی جاں پھر او تھے آئے نظر پیو نے تخت شہانہ گل نہ کیتی جائے

ناں سنیاں نہ ڈٹھا آگے خوابے نظری آیا ست کرسی وچ عاصم ہوراں ایسا تخت نہ پایا

آگے پیچھے چمن تختی سونے تخت بنائے گوہر شب افروز چو فیرے بنھ قطاراں لائے

آتشیں جواہر لعلوں نور چو فیرے برن مردارید زمر لگے تے یا قوت احمر سن ہور آہے سنگ پارے ایسے مل جنہاندے بھارے ہرگز اکھ نہ ہوندی ساہویں اتول تکن ہارے

سارا تخت جڑاؤ ایویں روشن کرے ہنیرے کرسی موہڑے قدر بقدری چوکی فرش چو فیرے

تخت آتے شاہپال نہ بیٹھا عاصم کان بہا کے آپ برابر اس دے بیٹھا کرسی کول ڈھا کے

جن میں پانچ ہزار دنبہ ایک ہی بار آسانی سے پک جاتا تھا۔ ان دیوؤں کا ہی کام تھا کہ انہوں نے ایسی ایسی دیگ بنائی تھی۔ پریاں اور دیوں جہاں تک بھی تھے اور راکش دیو مخلوق تھی بادشاہوں کی شادی پر ایک بھی باقی نہ رہا جو نہ آیا ہو۔ تمام فوراً پہنچ گئے تھے۔

شارستان پرستان بڑا وسیع ملک تھا دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اور وہ تمام خلقت سے پر ہو گیا تھا کہ ہر ڈیرے پر ڈیرا تھا کہیں جگہ نہ بچی تھی۔

ہاتھی گھوڑے اونٹوں کی قطاریں جن کا کوئی حساب نہیں رہا تھا۔ روز محشر کی طرح مخلوق آ کر کٹھی ہو گئی تھی جیسے حشر برپا ہو گیا ہو۔ منشی قانون گو اور حساب کرنے والے سینکڑوں کاغذات لکھ لکھ کر ہار گئے ڈیرے گنتی میں نہیں آتے تھے پھر کر تھک چکے تھے۔

خلقت کا حساب نہیں ہو سکتا کیوں ایسے پکارتا ہوں اور اے محمدؐ روٹی کا کابند و بست کرو دوستوں کو بھوک لگی ہوئی ہے۔ پانچ ہزار دنبہ ذبح کرایا گیا جو کہ خاص کباب کیلئے اور سات ہزار اونٹ اور اتنی ہی تعداد میں گائیں ذبح کرائی گئیں۔ کونجیل اور مور بھی ایک لاکھ اور بھی کئی بڑے پرندے ذبح کرائے گئے تھے۔ مرغ کا تو کوئی حساب نہ تھا اور اسی طرح تیتیر، فاختہ اور بیڑے بھی ذبح کئے گئے۔

یہ سب اناج میں پکائے گئے اور یہ صرف ایک دن کا کھانا تھا۔ آگے ایسی نہ ہی انسانوں میں اور نہ ہی جنات میں ایسی شادی ہوئی تھی۔

پریاں اور دیو گواہی دے رہے تھے کہ حضرت آدمؑ سے آج تک کسی نے بھی نہیں کی ہے اور کسی نے بڑی کوشش بھی کی ہے تو اس سے کم ہی تھی۔

دنبہ پنج ہزار جنہاں وچ جاندا پک سوکھالا ایسی ایسی دیگ بنائی سخت دیاں دا چالا پریاں دیو جتھے تک آہے راکش دیو لوکائی بادشہاں دی شادی آتے بھج پہتا ہر کائی

شارستان پرستان آہا ملک فراخ وڈیرا پر اودہ سارا ملن ہویا ڈیرے اوپر ڈیرا!

ہاتھی گھوڑے اوٹھ قطاراں آنت نہ رہیا کوئی خلقت روز قیامت والی آن کٹھی ہوئی! منشی قانون گو مضدی سے کاغذ کر ہوٹے گنتر وچ نہ آتے ڈیرے پھر پھر کے تھک تروٹے

خلقت دا گج گانج نہ ہوندا کاہنوں پیا پکاراں روٹی دا کر آہر شابی بھکھ پکی ہن یاراں دنبہ پنج ہزار کہایا خاص کباباں تائیں اوٹھ بھی ست ہزار حلالے ایسے لیکھے گائیں کونجاں مور آہا لکھ کٹھا پنکھی ہو وڈیرے لکڑ لکڑ آنت نہ کائی تیتیر گھگ بیڑے

سھ اناجاں وچ پکائے خرچ ہویا اک دندا اگے ایسا کاج نہ ہویا ناں آدم نہ جن دا

پریاں دیو گواہی دیندے مہتر آدمؑ توڑی ایسی شادی کسے نہ کیتی جس کیتی اس تھوڑی

نہیں تھا۔ بے حساب رونق تھی۔

تمام ولایت میں گہما گہمی تھی خلقت کا کوئی حساب نہیں تھا جہاں پر برأت کرتی تھی زمین بوجھ سے لڑتی تھی وہ بوجھ برداشت نہیں کرتی تھی۔

بڑا شان و شوکت جاہ و جلال ڈھول باجے اور جھنڈے عاصم شاہ بیٹا بیٹا ہنسنے آیا تھا اور اس نے سخاوت کا کوئی حساب ہی نہ رکھا تھا۔

منزل بہ منزل چلتے آ رہے تھے اور زر کے چھینٹے مارتے آ رہے تھے اور دولت حساب سے باہر اڑا رہے تھے اور چلتے ہوئے شارتان سنہری شہر کے قریب پہنچ گئے۔

اور آگے سے شاہپال بہادر اپنے لشکر سمیت ملنے کیلئے آیا تھا۔ دیوؤں اور پریوں نے قطاریں بنائی ہوئی تھیں جن کا شمار مشکل تھا۔

دونوں طرف سے باجے بجے ڈھول اور نقارے بجائے جا رہے تھے دونوں اجناس آمنے سامنے تھیں اور آپس میں میل ہونے لگا تھا۔

انسانوں کی برات ایک طرف ہو کر کھڑی تھی پریاں اور دیو ایک جانب تھے دونوں کے الگ لباس نے رنگ لگایا ہوا تھا۔ ترکی گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے آسمان تک شور مچایا ہوا تھا۔ زمین پہ پاؤں مارتے دھوڑ اٹھاتے اور سنہرے لوہے کی لگا میں چبار ہے تھے۔

راہوار چال سے گام چلاتے اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے پویا چل رہے تھے اور جب چھلانگیں لگائیں تو جا کر ہرنوں کو بھی کان سے پکڑ لیتے۔

اور بہادر سوار نیزہ بازی کرتے ہوئے کھونٹے اکھاڑ رہے تھے اور تیر انداز کمان پر چلا چڑھا کر تیر اندازی کر رہے تھے۔

ملک ولایت سارے اندر گہما گہمی ہوندى دھرتی بھاروں لرزہ کھائے جتھے جنج کھلوندى

شوکت شان نقارے نوبت جھنڈیاں نال نشانان عاصم شاہ ویاہن ڈھکا آنت نہ رہیا دانال

منزلو منزلی ژردے آئے چھٹے دیندے زر دے شارتان سنہری اندر پہتے کول شہر دے

لے لشکر شاہپال بہادر میلے کارن آیا دیواں پریاں صفال بنایاں آنت نہ جاندا پایا

دوہاں دلاں تھیں و بے و بے دفاں ڈھول نقارے منہ جوڑے سن دوہاں قندھاراں ہون لگے پشکارے

آدمیاں دی جنج تمامی ہو کھلی اک پاسے پریاں دیو ہوئے اک طرفے لایا رنگ لباسے ڈھر آسمانی غوغا پایا ترکاں دے ہنکاراں مارن سم اٹھاون دھرتی چین نہرے ساراں

چال روالوں گام چلاون پویہ چھوٹی پٹن چوکڑیاں وچ ہرناں تائیں ونج کماناں تھیں نپن

نیزہ بازی کرن بہادر پٹ پٹ سٹن کلے تیر انداز نشانے مارن چاہڑ کماناں چلے

اک۔ ایک پل کا مجھے احساس ہے کہ خداوند تعالیٰ شہزادے کو جلد ملادے اور یہ دایاں سہیلیاں تمام اٹھ جائیں اور میرا پیارا فوراً میرے بستر پر آ جائے۔

جب پیارے سے میل کا وقت ہو تو اس وقت کوئی ساتھ سہیلی اچھی نہیں لگتی ہے۔ اور جب پروانے چراغ کو ملتے ہیں تو انہیں اپنے پر بھی اچھے نہیں لگتے ہیں۔

چاہے کوئی بڑا پیارا دوست ہمراز بھی ملاپ کرانے والا بھی ہو۔ پھر وہ اس وقت غیر ہی لگتا ہے جب محبوب خود ملتا ہے اس وقت وہ دوسرا اچھا نہیں لگتا ہے۔

بدیع جمال اپنے دل میں سوچ و بچار اور خیال کر رہی تھی کہ اے باری تعالیٰ شہزادے کو تنہا ملا ان تمام وکیلوں کو فوراً یہاں سے اٹھا دے۔

اس کی دعا قبول ہوئی تمام لڑکیاں وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں انکی بیچ کو سجا کر دروازہ بند کر کے تمام وہاں سے اٹھ گئیں۔

خدا کا نام لے کر کہا میں صدقے میں قربان کہہ کر شاہمیری بھی اٹھی۔ اس نے شہزادے کو بازو سے پکڑ کر اپنی بیچ پر بٹھایا کیونکہ وہ عشق کی تلوار سے ذبح ہو چکی تھی۔

عاشق اور معشوق اب بیچ پر چڑھ کر مل کر سو گئے پہلے لبوں کے بوسے لے کر آب و حیات کے پیالے پئے اور ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔

بوسے لینے سے دل گرما گئے اور محبت حرص جوش میں آ گئی۔ لباس دل اسی طرح ہی تھا جیسے کسی نے ملا کر سلائی کر دیا ہے۔ شہزادہ چاندی کی سلاخ برتن سے باہر نکالتا اور ایک رنگین ڈبیہ میں داخل کرتا اور بار بار نکالتا اور داخل کرتا تھا۔

اس نے بن سوراخ کے موتی سچا تلاش کر لیا تھا اور ذرہ بھی خیال نہ کیا اور اس کو لوہے کی تیز آرسے اسے بیندھ (سوراخ) دیا تھا۔

پلک پلک دا صرفہ مینوں رب شہزادہ بھیجے! دایاں سیاں بھ اٹھ جاؤن یار چڑھے جھب سچے

نگ سہیلی کوئی نہ بھاوے جس دم نیلی آون جدوں پتنگ دینے نون ملدے پر بھی انہاں نہ بھاون

توڑے ہووے پیارا کوئی محرم یار وچولا پھر اغیار دے اس ویلے جدوں ملے خود ڈھولا

کرے بدیع جمال دعائیں گجھیاں وچ دیلاں! وہلا میل شاہزادہ ربا جھب اٹھال وکیلاں

سنی دعا شاہزادہ آیا اٹھ کھلیاں بھ سیاں بیچ سہاگ سہا انہاندی مار بوہا ٹر گیاں بسم اللہ میں گھولی صدقے آکھ پری بھی اٹھی باہوں پکڑ بہائیوس سچے تیغ عشق دی کھنکھی

عاشق تے معشوق پیارے چرھ سچے زل سٹے اول آب حیات پیالے دھرے لبان دے آتے

لے بوسے دل گو سے ہوئے تاء محبت کیتا جامہ جی حرص دے سوزن میل طریزاں سیتا چاندی دی سلاخ شہزادہ باسینوں کڈھ باہر رنگ رنگی ڈبی گھتے مر مر کردا ظاہر لبھ پیا آن ودھا موتی سچا ذرہ نہ ولایا فولادی کر تیز سیاری سیف ملوکے سلایا!

اس نے حسن کا گرم بازار دیکھا اور محبوب کا حسین جلوہ دیکھا۔ کہ یہ
 باغ بہشت کا حسین پھول ہے اسے کچھ بھی حساب نہ رہا تھا۔
 اس کی خوشبو سے جہاں مہک رہا ہے اور دکھیوں کے لیے ہمیشہ کا
 سکھ جس نے وہ پھول سر پر رکھا اس کے سر پر ہمیشہ کیلئے تاج

ڈٹھیوس گرم بازار حسن دا بہتا روپ سوایا
 باغ بہشتیوں پھل عجائب انت حساب نہ آتیا
 بو اوہدی تھیں جگ معطر درد منداں سکھ دائم
 جس اوہ پھل سرے پر دھریا پائیوں تاج مداغم

شہزادے نے کہا اے بی بی صرف تمہارے لئے میں نے اپنا گھر بار سب کچھ چھوڑا۔ اورندیوں کوہ قافوں میں خوار ہوتا رہا ہوں اور تمہارے لئے اتنی مصیبتیں برداشت کی ہیں۔

تو مجھے مفت میں نہیں حاصل ہوئی ہے کہ میں قدر و قیمت نہ جانوں گا۔ تجھے بڑی مصیبتوں سے حاصل کیا ہے۔ جس کے بدن میں عشق رچ گیا ہے تو وہ محبوب سے کئے وعدے کیوں توڑے گا۔

تم مجھ پر بے وفائی کا الزام کیوں بار بار لگاتی ہو۔ وعدے قسموں سے تجھے اگر اعتبار نہیں آتا ہے تو بتاؤ اور کیا کروانا چاہتی ہو۔

اگر میں اپنا سراسر اتار کر تمہاری جھولی میں ڈال دوں اور تجھ پر اپنی جان قربان کر دوں۔ آج میں تمہارے لئے مر جاؤں تمام دنیا کی عیش و عشرت چھوڑ کر۔ قربان ہو جاؤں۔

تو تب میں اس الزام سے بری ہو جاؤں میرے لئے یہی بات بہتر ہے۔ اگر تو کہے تو میں ایسے ہی کروں گا تمہارے دل میں کیسا چور ہے تمہارے دل میں کیسا شک ہے۔

تیرے حسن کا کوئی ثانی نہیں ہے جو مجھے تم سے منع کر کے اپنی طرف مائل کرے گا۔ کہ اس سے دوستی کروں گا اور میں موتی چھوڑ کر پتھر خریدوں گا۔

میرا دل تیری زلف کی خوشبو سے غنم والا ہرن ہو گیا ہے اس کی کیا مجال ہے کہ کسی دوسرے کی جانب نظر اٹھا کر بھی دیکھے۔

یہ آنکھیں غیر کی طرف دیکھنے سے بند ہو چکی ہیں یہ تمہارے بنا کسی اور کو نہیں دیکھتی ہیں۔ پتنگ دیا چھوڑ کر نہیں جاتے ہیں چاہے وہ سینکڑوں چاند بھی دیکھ لیں۔

پروانوں نے ادنیٰ روپ دیکھا ہے اور وہ اعلیٰ کی طرف نہیں جاتے ہیں اور اے محمد جنہیں اعلیٰ حسین مل گیا ہے وہ کم تر کی طرف جائیں گے۔ ناممکن ہے۔

شاہزادے فرمایا بی بی تہہ تجھے گھر سے ندیاں تے کوہ قاف لتاڑے کئی قضیے کئے

مفت نہیں ہتھ آئیں مینوں بے میں قدر نہ جانان کیونکر توڑے قول سخن دے جس تن عشق سمانان

بیوفائی دی ایہ تہمت کیوں توں مر مر لاویں
قولاں قسماں نال نہ سرچیں کہو کی ہور کراویں
بے سر تیری جھولی پاواں جان کراں قربانی
اج حضور تیرے مر و نجاں جھڈ عشرت زندگانی

تاں اس تہمت تھیں چھٹ جاواں بھلی میرے حق ایہا
بے آکھیں تاں ایہا کرساں چور تیرے دل کہیا

حسن تیرے دا کوئی نہ ثانی بے میں تیں تھیں ہٹکے
اس دے نال پریت لگا ساں وٹ وٹساں درسٹ کے

ہیرا ہرن ہو یا دل میرا زلف تیری دی مشکوں
چایوس نظر اچیری چریوں کیا ہریوں کیا خشکوں
غیروں بند ہو یاں ایہ آکھیں تہہ بن ہور نہ تنگ
دیوا چھوڑ پتنگ نہ جانے بے سو چاند چمکن

ادنیٰ روپ پتنگاں ڈٹھا اعلیٰ ول نہ جانے
اعلیٰ لدھا جنھاں محمد کد ادنیٰ دل لاندے

جب بدلیج جمال پری نے سچے سخن پریتوں
عاشق نون مر دسن لگی سچ مرادوں نیتوں
بات بتانے لگا۔

اور کہنے لگی کہ اے میرے محبوب تمہارے بنا مجھے کوئی نظر ہی
نہیں آتا ہے۔ جس طرف بھی دیکھتی تیرا ہی جلوہ ہے اور ہر جگہ
تیرے جلوے سے ہی حسین لگتے ہیں۔

جس دن سے تجھے میری نظروں نے دیکھا ہے میری اپنی کوئی
ہستی نہیں رہی ہے یہاں وہاں میں تو ہی تو ہے ہر جانب تیری
ہی دہائی ہے۔ تیرا ہی ذکر ہے۔

ساتھی سہیلی بہن بھائی والدین رشتہ دار والے اور گھر کی حرص وطن
سب کچھ بھول گیا ہے۔ بس پیارے ایک تیری ہی یاد ہے۔
جھڑکیاں برداشت کروں گی سب تکلیفیں جھیل لوں گی لیکن تیرا
ساتھ نہ چھوڑوں گی خواہ تو کوئی اور بھی اپنی بنا لے لیکن میرا
مالک تو ہی ہے۔

میرے ہر بال میں تمہاری ہی محبت ہے خدا کرے یہ ہمیشہ تازہ
رہے کبھی باسی نہ ہو۔ میرا دل بھی اور جان بھی تو ہے اور میرا جسم
بھی تیرا ہی ہے۔

مجھے پس صرف جدائی کے بغیر اور کوئی غم نہیں ہے۔ اور نہ ہی
تمہارے بنا کوئی اور چاہت ہے اور نہ ہی میرے دل کی کوئی
اور ضرورت ہے۔

تیرے بغیر میں باغ جنت اور باغ ارم کی بھی بالکل خواہش
نہیں رکھتی ہوں اور اگر اے محمد بخش تمہارا ساتھ ہو تو میں جہنم سے
بھی کم ڈرتی ہوں۔

دونوں خوشی کی بیج پر ہوئے دعائیں اور باتیں کر رہے تھے کہ خدا
کرے دن ایک ایک پل کے ہوں اور دس سال کی راتیں
ہو جائیں۔

سے بدلیج جمال پری نے سچے سخن پریتوں
عاشق نون مر دسن لگی سچ مرادوں نیتوں

اے سبحان تہہ باہجوں مینوں کوئی نظر نہ آوے
جتول دیکھاں جلوہ تیرا ہر ہر تھاں سہاوے

جس دن دا توں نظری آئیوں بو نہ رہیا میری
ایدھر اودھر تو ہیں تو ہیں پھری دھروئی تیری

نگ سہیلی بھیناں بھائی ماں پیو ساک قبیدہ
گھر در حرص وطن دی بھلی رہیوں یاد رنگیلہ
جھڑکاں سہاں مر مر ڈھساں چھڈساں نہ لڑ تیرا
توڑے توں لکھ ہور سہڑیں اک تو ہیں شوہ میرا

لوں لوں وچ محبت تیری شالا ہوئے نہ بیسی
دل تو ہیں جند جانی تو ہیں تیری ہے سبھ دیہی

ناں کوئی فکر وچھوڑے باجھوں نہ کوئی رنج سفر دی
ناں کوئی چاہ مراد تیرے بن نہ کوئی طلب اندر دی

تدہ بن باغ بہشت ارم دی خواہش مول نہ کردے
تیرے سنگ محمد بخشا دوزخ تھیں گھٹ ڈردے

بیج خوشی دے سٹے عاشق کرن دعائیں باتاں
پلپل دے دن ہوون شالا برس دہاں دیاں راتاں

بدرہ نے کہا جلد بتاؤ میں تمہاری بات کیوں رد کروں گی۔ اے میری پیاری میں اس سے اچھا اور کیا چاہوں گی وہ کونسی بات ہے۔ پھر شاہ پری نے کہا اے بہن صاعد کو اپنا مالک بنا لو خوب جوان بڑا لائق ہے تیرا جیون ساتھی بننے کے قابل ہے اس سے اور کون بہتر ہے۔

آج شادی ہو جائے ڈولی میں بیٹھیں اور مصر شہر کو چلیں۔ ایک دوسری کے دکھ باتیں اور ہر وقت صبح و شام ملیں۔ بدرہ خاتون نے آگے سے کہا اے بیوقوف لڑکی پری ہو کر تم نے ایسی پاگل پن کی باتیں کہاں سے سیکھی ہیں۔ تیرا باپ بادشاہ تھا اور وہ بھی بادشاہ کہلاتے ہیں تب یہ تمہارا رشتہ ہو گیا ہے یہ تو برابر کی بات تھی۔

اور میرا باپ بڑا بادشاہ ہے اور سرانند پ شہر کا والی ہے اور صاعد کا باپ ایک ملازم ہے مصر کا ایک وزیر ہے۔ کہ وہ ہماری شان کی برابری کریں ان کی کیا مجال ہے۔ یہ بات ہوتی نظر نہیں آتی تو نے کس عقل سے کہی ہے۔ پھر پری نے جواب دیا بہت چالاک بنتی ہو میری بات سنو۔ تم لوگ خاکی انسان بہت سخت مزاج ہو۔ بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہو۔

جب سیف ملوک تمہارے گھر آیا تھا تو وہ ایک تنہا مسافر تھا۔ اس وقت اس کا کیا شان و شوکت تھا اور کیا بادشاہی کی دولت تھی۔ مجھے تم لوگوں نے سوالوں سے ہی گھیر لیا تھا اور تب میں اسے اپنا چہرہ دکھایا تھا جب اسے ملی تو اس سے محبت ہو گئی اور خدا کا دیا میں نے قبول کر لیا ہے۔

اس دن وہ ایک پردیسی اور بے بس تھا اور کنکال تھا اور صرف تمہاری مان کر میں نے شاہ پری نے اسے اپنا ہمراز بنایا تھا۔

بدرہ کہندی دس شابی گل تیری کیوں موڑاں ہائے مترے میں صدقے اس تھیں ہور چنگا کی لوڑاں شاہ پری نے کہیا بھینے صاعد نوں سر دھر لے خوب جوان اوہ لائق تیرے گنت موافق کر لے

آج ویابیاں ڈولی پیاں چلیئے شہر مصر نوں! اک دوجی دے دکھ وڈائیے ملیے سنجہ فجر نوں بدرہ خاتون کہندی آگوں اے کڑیئے نادانے ہو کے پری سکھے تده کتھوں ایسے سخن دیوانے باپ تیرا سی شاہ کہاندا اوہ بھی شاہ شہاں دے تاں ایہ ساک تساڈا ہویا ورتن نال رہاندے باپ میرا سلطان وڈیرا سرانند پ نگر دا صاعد دا پیو نوکر چاکر میر وزیر مصر دا شان آساڈی نوں ہتھ پاؤن کی مجال انہاندی ایہ گل ہوندی دسی ناہیں کس عقلوں تده آندی پھیر جواب پری نے دتا سن کھاں نی ہتھارے آدم لوک تسیں کوئی ڈاہڈے کرو بلند پسرے

سیف ملوک تیرے گھر آیا اک اکلا راہی شوکت شان آہا تہ کتھے نالے دولت شاہی مینوں تہاں سوا لیں ولایا تاں میں مکھ دکھایا مکھ دکھایا تاں نیوں لایا رب دتا ور پایا

اس دن اوہ پردیسی شوہدا عاجز سی بے مایا تہاں تیجھے میں شاہ پری نے یار آشنا بنایا

غلام کا خیال ہوتا ہے۔

اور اس وقت شاہپال نے اپنے وزیروں کو حکم دیا کہ ستر ہزار عفریت جو تمام تدبیرات سے واقف ہوں جو نہایت زیرک ہوں۔

سیف ملوک کے ساتھ ڈیرا اٹھانے والے دیولگائے کروڑوں کا جہیز دیا جس کی گنتی کرنا ناممکن ہے اسلئے اس کی انتہا ہی نہ تھی۔ تحفے ہدیئے اور نذرانوں کی حد ہی نہ تھی لاکھوں پکوان اور کئی سو فائیں پھل اور کئی قسم کی مٹھائیاں تھیں۔

جوڑے جامے بے انت گھوڑے ہاتھی خچر اونٹوں کی قطاریں تھیں تازی زکی اور عراقی نر اور ہزاروں کوتل تھے۔

نقرے لگے چت کبرے مشکی بندر کے رنگ کے اور نیلے تھے۔ پنچ کلیان کنڈھے ابلق اور کئی رنگوں کے تھے۔

سفید ماتھے والے سرخ رنگ گھوڑے سوسنی اور سبز رنگ کے تھے۔ گلے میں ہنس جمائل اور زیورات کا کوئی حساب نہ تھا۔

ان کی کھریاں (لعل) چاندی کی تھیں اور تمام پینے سونے کے تھے ہر ایک پہ جزاؤ والی اور پنوں پر لعل جو اہر جوڑے ہوئے تھے۔

شارستان میں جو حسین پریاں تھیں ان کو خدمتگاری کیلئے ساتھ دے دیا اور زیورات پوشاکیں بھی دیں۔

طاقت وردیو اور خوبصورت جنات خادم بنا کر دیئے۔ اور ایسے ایسے گلوکار دیئے کہ جو بولیں تو چلتے پانی بھی رک جائیں۔

دولت مال حساب سے باہر بلکہ آدھا راج بھی بانٹ کر بدیع جمال کو دے دیا۔ توشے خانے اور سینکڑوں اور بہت مال

دولت دیا۔

پیشمینے کی پوسٹیں روئی والی انوکھے قسم کے لباس چاندی اور سونے کے سینکڑوں برتن جس طرح لوگ تانبے کے دیتے ہیں۔

خوش آواز پرندے شکرے اور شکاری باز اور کئی بہت بھاری قیمت والے ہتھیار دیئے۔ کسی چیز کی کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔

اس ویلے شاہپال بہادر دیندا حکم وزیراں ستر ہزار عفریت بہادر جو جان تدبیراں

سیف ملوک کے سنگ لوائے ڈیرا چاون تائیں داج جہیز کروڑاں دتے کی کجھ آکھ سنائیں!

تحفے ہدیئے تے نذرانے زیور حد نہ کائی لکھ پکوان اُتے سو فائتاں میوے تے مٹھیاں

جوڑے جامے گھوڑے ہاتھی اشتر اوٹھ قطارا تازی ترکی نر عراقی کوتل پھڑے ہزاراں

نقرے لگے گلے چپنے، مشکی بوزے نیلے پنچ کلیان اُتے شاہ کہنڈے ابلق رنگ رنگیلے

چور کمیت اُتے کجھ سہر گے سون تے رنگ ساوے گل وچ ہنس حمیلاں لوبلاں زیور انت نہ اوے

چاندی دے گھڑ نعل بنائے سونے دے بھ ہنے ہر اک اوپر زین مرصع لعل جو اہر پینے!

شارستان اندر جو آہیاں سوہنی صورت پریاں خدمت گاراں کر کے دتیاں زیور گہنے بھریاں

دیو زور آور تے جن سوہنے دتے کر کے گولے ہور گویا ایسا ایسا وہن ڈکے جد بولے

دولت مال حسابوں باہر راج ادھا ونڈ دتا توشے خانے سنے خزانے دھن دتا دھن لتا

پوستیناں پیشمینے روئیں رنگ عجائب جامے چاندی سونے دے سے (۱۰۰) بھانڈے جیوں جگ دیئے تے رامے

چنگھی خوب آدازاں والے بجرے باز شکاری ہور کئی ہتھیار جنھاں دی قیمت پوندی بھاری

جس دن سے سیف ملوک کو دیکھا تھا کوئی غم نہیں رہا تھا۔ آخر جو بات نظر آ رہی تھی وہ اب ہو کر ہی رہے گی اب جدائی ضرور ہوگی۔ جن کے ساتھ مراد میں تھیں خوشیاں جامل چاؤ زیادہ تھے۔ وہ دل کے محرم آج جا رہے ہیں اور ہم ادا سے ہی رہ گئے ہیں۔ مدت کی جدائی برداشت کرنے کے بعد خدا نے ساتھی ملائے تھے اور اب اے محمدؐ پھر جدا ہو رہے ہیں ہم نے جی بھر کر گلے بھی نہیں لگائے ہیں۔

الوداع اے دوستو چلو اب تمہارا اور ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔ اب مجھے کوئی جہان نظر نہیں آ رہا ہے میں حیران پریشان اکیلی ہی رہوں گی۔

روشن شمع اندرونی جا رہی ہے اور ہمارے دل میں اندھیرا ہی ہوگا۔ سوکھی شاخیں اور کانٹے اے محمدؐ رہ گئے ہیں گلاب اور چنبیلی چلے جا رہے ہیں۔

الوداع اب ساتھی جا رہے ہیں اب اپنی اڈار سے کوچ جدا ہو گئی ہے۔ ہمیشہ ادا اس اور روتی کر لاتی رہے گی اور اپنی قطاروں کو یاد کرتی رہے گی۔

پنجرے میں اسے چوگ زہر کی مانند ہوگی۔ اسی بیماری سے مرے گی۔ اے محمدؐ بخش خالی محل ایسے ہی ہیں جس طرح جہنم کی آگ سے بھرے ہوں۔

الوداع چلے دل جانی کیجیے میں جدائی کا تیر مار کر۔ اصل حال حقیقت تو خدا واحد ہی جانتا ہے میں زیادہ کیا بات کروں۔ افسوس ہے لیکن کسی پر شکوہ بھی نہیں ہے کیونکہ خدا کی قلم نے نصیب ہی ایسا لکھا تھا۔ اے محمدؐ بخش اپنے پیاروں کے بغیر زندگی زہر لگ رہی ہے۔

شاہ پری اور بدرہ خاتون کو پالکیوں میں بٹھایا گیا خالہ پھوپھی مائی دانی ساتھی سہیلیاں تمام واپس آ گئیں تھیں۔

سیف ملوک ڈٹھا جس دن دا غم نہ رہیا کوئی اوڑک جو کچھ سجدی آہی آن برابر ہوئی! جنہاں نال مراداں خوشیاں چامل چین سوائے لد چلے اوہ محرم دل دے رہے آسیں سدھرائے مدت پچھے جھاگ وچھوڑا ساتھی رب ملائے وچھڑ چلے پھیر محمدؐ رنج نہیں گل لائے

الوداع ٹرو ہن سبحوں تاں آساں رب بیلی کوئی جہان نہ سجدہ مینوں رہی حیران اکیلی

روشن لاٹ اندر دی چلی پیا ہنیر حویلی! ڈھینگر خار ہزار محمدؐ چلے گلاب چنبیلی

الوداع چلے اٹھ ساتھی ترٹی کوچ اڈاراں نت اداسی تے کر لاسی کر کر یاد قطاراں

چوگ پنجر وچ زہر ہووے گی مرسی ایس ازاروں سوئیں محل محمدؐ بخشا دوزخ بھرے انگاروں

الوداع ٹرے دل جانی مار کیجیے کانی! حال حقیقت رب نون معلم کی گل کراں زبانی ہائے افسوس نہ دوس کسے تے لکھی قلم ربانی سبحاں باجھ محمدؐ بخشا زہر ہوئی زندگانی

شاہ پری تے بدرہ خاتون پالکیاں وچ پایاں ماسی پھوپھی مائی دانی سنگ سیاں مر آیاں

دے کر انہیں امیر بنا دیا۔

درسوں اور سزاؤں میں خرچ دیئے گئے اور اتنے کھانے پکا پکا کر کھلائے گئے ہر خاص و عام کے لئے لنگر جاری کر دیئے تھے۔

نئے سرے سے کئی لنگر جاری کئے اور میٹھے پانی کی سبیلیں لگوائیں۔ شریف اور نیک لوگوں کو ان کی مدد کر کے انعامات دے کر عزت بڑھائی گئی۔

سب کو مرتبے کے مطابق انعامات ملے خواہ کوئی ملازم یا امیر تھا۔ بخشش کا کوئی حساب نہ رہا تھا اتنا گن گن کر کون بتائے۔

اور شہزادے کے ساتھ جو جو وفادار ساتھی مرے تھے سب کے گھر شہزادہ گیا ہر جگہ اور گھر میں خود جا کر تعزیت کی۔

چل کر ان کے گھر جاتا اور بے حد افسوس بھی کرتا تمام کے گھر والوں کو دولت مال اور جاگیریں دیں۔ انہیں ہر طرح نوازا گیا۔

تمام لوگ خوش حال ہو گئے رزق دولت اور ہر فکر سے آزاد ہوئے۔ اور شہزادے کو دل سے راضی ہو کر دعائیں دیتے تھے۔

کہ خیر خیریت سے بادشاہ کا بیٹا واپس آ گیا ہے خدا نے فضل کیا ہے اور عاصم شاہ حساب سے باہر خیرات کر رہا تھا۔

پیر، فقیر اور شہداء کے لواحقین کو نذر نیازیں دے کر راضی کئے اور راہی مسافروں کی سہولت کیلئے راہوں پر خرچ دیئے۔

اندھے معذور اور جتنے بھی عاری اور محتاج لوگ تھے ان کے وظیفے مقرر کر کے ہمیشہ کیلئے خوش کر دیئے۔ زندگی عیش سے گزاریں۔

عالم فاضل زاہد متقی صوفی فقراء اور تنہائی میں جو عبادت گزار لوگ تھے انہیں مال و دولت لباس اور نعمتیں اور جاگیریں بھی دیں۔

درساں اندر خرچ پوائے نالے وچ سرائیں بہت طعام پکا کھلائے عامان خاصاں تائیں

نویں سروں کئی لنگر لائے مٹھیاں کئی سبیلیاں خلعت بخش ودھائی عزت اشرفاء اصیلاں

قدر بقدری خلعت لدھی ہر چا کر امرائے بخشش دا کجھ انت نہ رہیا گن گن کون سنائے

نال اوہدے وچ موئے آہے جو جو لوک وفائی سبھناں دے گھر گیا شاہزادہ ہر خانے ہر جائی

ٹر گھر جاندا نالے کدا عذر بے انت شماراں دولت مال جگیراں دتیاں سبھناں دیاں گھرداراں

سبھو لوک آسودے ہوئے دھن رزقوں گزرانوں شاہزادے نوں دیہن دعائیں راضی دلوں ایمانوں

خیر سکھاں سنگ آیا بیٹا آس پئی سرکاروں عاصم شاہ خیرایت کدا باہر حد شماروں

پیر فقیر شہید منائے دے دے نذر نیازوں راہاں اوپر خرچ پوائے نعمت بے اندازوں

انہیں لوٹے ہور آزاری عاری لوک تمامی طلباں لاء سو کھلے کیتے عیشاں کرن مدامی

عالم فاضل زاہد صوفی فقراں گوشے گیراں نعمت مال پوشاکاں دتیاں سے دھرم ارتھ جگیراں

ایک کو آسمان پر چڑھا دیتا ہے سورج کی طرح اٹھا کر اور ایک سائے کی طرح خاک میں ہی خوش رہتا۔

وہی اس جہاں میں عقلمند ہے جو ہر کام کی بار اس دھوکے باز آسان پر کبھی اعتبار نہ کرے اس کے دھوکے میں نہ آئے۔

عزت شان اور اقبال میں کبھی تکیر میں نہ آئے اور غرور نہ ہو۔ اور نہ ہی مصیبت اور برے وقت صبر کرنا چھوڑ دے۔

دنیا کے غموں سے نہ گھبرائے جو بھی آئے اس کا مقابلہ کرے۔ اسے برداشت کرے اور آخرت کے خرچ کا بندوبست کر کے راضی ہو کر اپنے گھر جائے۔

عاصم دل و جان اور زبان سے عبادت کرتا تھا۔ دنیا کے درد جدائی میں حقیقی راز کھولے اس نے حقیقی رازوں کو جان لیا تھا۔ دنیا فانی کی تمام عیش و عشرت بھول گئی تھی اور دل میں حقیقی مالک کے دیدار کی تمنا جاگ اٹھی تھی۔ وہ حقیقت دیکھنا چاہتا تھا۔

اس فناء ہونے والی دنیا اور زندگی سے اس کا دل بیزار ہو گیا تھا۔ اور اے محمد بخش وہ بقا کی طرف جانا چاہتا تھا۔

وہ ذکر کرتا ہوا اور کلمہ شہادت کا ورد کرتا ہوا بڑی خوشیوں اور مرادوں سے عاصم شاہ ان فانی بنیادوں کو چھوڑ کر پکے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جسم کے ڈھانچے میں چمن کی مست بلبل اب اس ہو چکی تھی پھابی گرنے پھندا لگایا ہوا تھا۔ اب اس کی رزق اور پانی کی قید ختم ہو گئی تھی۔

عاصم شاہ نے اپنے بیٹے کو بلایا اسے نصیحتیں اور تاکید کی اور اسے اپنی چھاتی سے لگایا اور اس سے الوداعی ملاقات کی۔

اور کہا اے سیف ملوک تم سکھی بسو خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اب تمہارا باپ اپنے سفر کو روانہ ہو رہا ہے ماتم سوگ نہ کرنا عاصم

انکی نوں چاگن چڑھاندا وانگن سورج پا کے اک پچھاویں وانگ محمد خوش رہے وچ خاکے

اوہو دا ناں وچ جہاناں جو ہر کم دی واری جتے باز آسمانے تائیں جانے ناں اعتباری

عزت تے اقبال اودے تے کرے نہیں مغروری ناں وچ شامت تے بدبختی چھوڑے تروڑ صبوری

دنیا دا غم کھاوے ناپیں جو آوے سر چاوے آخر دا کر خرچ محمد راضی ہو گھر جاوے

عاصم شاہ عبادت کردا جانوں دلوں زبانوں درد فراق مجازی اندر کھولے سر حقانوں

بھلی عشرت عیش جہانی لگی چھک حقانی باقی ول محبت اٹھی ایہ جگ سمجھیوس فانی

فانی دی آشنائی کولوں دل بیزار ہو یا سی باقی ول محمد بخشا اٹھ سوار ہو یا سی

ذکر شہادت کلمے پڑھ دا خوشیاں ناں مراداں عاصم شاہ پکے گھر ٹریا چھڈ پکیاں بنیاداں

پنجر وچ اداسی ہونی بلبل مست چمن دی پھابی گرنے لائی کڑکی قید مکی جل ان دی

عاصم شاہ بلایا بیٹا سینے چھک لگایا پنہ وصیت دتی نالے الوداع بولایا

سکھ وسو تم سیف ملوکا ٹریا باپ سفر نوں ماتم سوگ نہ کرو سفر دا چلے اصلی گھر نوں!

جن کا اس دنیا میں بڑا بول بالا تھا وہ بھی آخر مر کر مٹی میں رل گئے جن لڑکیوں کو موت نے ایک دفعہ سسرال یعنی گورستان پہنچا دیا وہ کبھی والدین کے گھر نہ آئیں۔

وہ جو ایک دفعہ لڑیوں میں موتی پرودیے گئے وہ پھر کبھی سب کو نہیں مل سکتے۔ جو پھلیاں درخت سے گر جائیں وہ پھر کبھی درخت کے ساتھ نہیں لگ سکتی ہیں۔

جس کی طرف دیکھو اسے ہی جدائی کا فکر ہے کہیں بھی سکھ کا میل نہیں ہے۔ بھاپ اور انکارے کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے آخر غم کا دھواں دکھ ہی پڑتا ہے۔

بنسری کی لکڑی سے اپنے درخت سے جدائی کا سنو وہ کیا کہتی ہے۔ اے محمدؐ سب کا یہی حال ہے تو پھر کہو انسان کا کیا حال ہے۔

جو بھی کوئی حسین چہرہ ہے آخر مٹی اور گرد و غبار میں رل جاتا ہے۔ کھاٹ ملی تو دل ملا نہیں تو کسی کو کسی کی کیا بھوک تھی۔ کیا پرواہ تھی۔ جنہیں ہمارا دکھ تھا وہ ہمیں دکھ دے کر آگے چلے گئے ہیں اے محمدؐ تمام مطلب کے افسوس ہمیں ہمارا افسوس کون کرے۔ ہمارا کیسے افسوس ہوگا۔

اے فقیر بات کہاں تھی اور تو کہاں اٹھا کر لے گیا ہے۔ قصہ چھوڑ کر حال کے پیچھے بھاگتا ہے۔ بس اپنے کام سے کام رکھو اپنی کہانی کی طرف آؤ۔

جو خداوند تعالیٰ کو منظور تھا اس کی رضا کو قبول کیا۔ اپنے باپ کے ماتم فاتحہ اور درود سے شہزادہ فارغ ہو گیا تھا۔ باپ کی تمام رسوم ادا کر چکا تھا۔

اب اس نے دکھوں کو بھلا کر خوشی کے زمانہ میں قدم رکھ لیا تھا اس نے اپنا جاہ و جلال حکومت اسی طرح سنبھال لیا تھا۔ کہیں کوئی شور نہ بڑھنے دیا تھا۔

پینکھاں بہت ہولارے چڑھیاں ترٹ زمین پر جھڑیاں کڑیاں فیر نہ مڑیاں پیکے ساہوریاں چھک کھڑیاں

موتی کد ملے مڑ سپاں و نچ پئے وچ لڑیاں ڈگیاں پھلیاں خاکو زلیاں پھیر رکھیں کد چڑھیاں

جت ول ویکھو فکر جدائی کتے ملاپ نہ سکھ دا لب انکار نہ کٹھے زمن ات غم دھواں ڈھکھدا

سن مرلی دی لکڑ کولوں درد وچھوڑا رکھ دا سبھناں دا ایہہ حال محمدؐ کہو کی حال منکھ دا

مٹی گھٹے رلدا جاندا جو کوئی سندر مکھ سی کھاٹ ملی دل زلیا نہیں تاں کس کس دی بھکھ سی ڈکھ دکھا گئی ٹر آگے جنہاں آساڈا دکھ سی مطلب دے افسوس محمدؐ کون آسانوں جھکھ سی

کتھے گل گتئیوں اٹھ کتھے کر کچھ سرت فقیرا قصہ چھوڑ وڑیں وچ حالاں بھج بھج ترت فقیرا

ہو رضا قضاء منیں سی بے کچھ رب ارادہ ماتم فاتحہ خیر درودوں فارغ ہو یا شاہزادہ

ٹھپ کتاب غماں دی رکھی شادی دفتر پھولے جیتوں کے تئیوں اقبال حکوت پین نہ دتے رولے

جب جسم کا قیمتی موتی قبر کی سامی میں رکھ دیا گیا کہ میں بد نصیب نے خود اپنے محبوب کا بستر صاف نہ کیا اس کا بستر نہ پچھاسکی۔

ہائے اے زمانے افسوس ہے اس بڑے نقصان کا جو یہ اتنا بڑا نقصان ہوا ہے۔ اس اتنے بڑے نقصان کا دل پر داغ لگ گیا ہے۔ یہ دکھ اور یہ زخم کبھی نہیں بھرے گا اگر میں مر بھی گئی تو یہ زخم اسی طرح ہی تازہ رہے گا کہ اس نے جاتی بار مجھے ہمراہی نہیں بنایا ہے اور میں جدائی کے بحر میں بہ رہی ہوں۔

ہائے اے پیارے سیف ملوک تو میرا حال نہیں دیکھ رہا ہے کہ تیری جدائی میں مجھ پر کتنے قہر پڑے میرے لیے تمام جہان اندھیرا ہو گیا ہے۔

اور تو نے جاتی بار مجھے یاد بھی نہیں کیا ہے مجھے جدائی دے کر چلا گیا ہے۔ نہ میں نے تیری صورت دیکھی نہ تمہارے ساتھ ہی مجھے کوئی غم افسوس کم نہیں ہے۔

اے پیارے یہ کوئی پیار نہیں ہے یہ کیا بہادری ہے دوستوں کی دوستی نہیں ہوتی ہے۔ مجھے یاد کئے بغیر اکیلا ہی گئی چلا گیا۔ اور میرے سر پر غموں کا بوجھ ڈال گیا ہے۔

میرے کلیجے میں ایسی برچھی ٹوٹ چکی ہے جو کبھی باہر نہیں نکالی جاسکے گی۔ جب میرا بد نصیب کا گوشت ہڈیاں مٹی میں گل جائیں گی یہ اس طرح چبھتی رہے گی۔

اے میرے بادشاہ تو ایسی جگہ چلا گیا ہے جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آتا ہے اس باطنی مرض میں کب تک میرا دل جلتا رہے گا۔ دردِ قصاب کی طرح تیز چھری لے کر میرے اندر داخل ہو گیا ہے اس نے میرا کلیجہ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے سیخ میں لگا کر آگ پر رکھ دیا ہے۔

ایک دریائی مچھلی کھولتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں پڑ گئی ہے اور اس کا ٹکڑے ٹکڑے گوشت کب تک یہ آگ برداشت

جاں سامی دے ڈبے وڑیا در یتیم بدن دا ہنتھیں آپ نہ کیتا تتی بستر صاف سجن دا

ہائے افسوس افسوس جہاناں ایس زیان بڑے دا لگا داغ کلیجے اتے اس نقصان بڑے دا ایہ دکھ برم نہ جاسی مولے توڑے میں مر گئیوس جاندی واری نال نہ کھڑیوس وہن بجر دے پیئوس

ہائے ہائے سیف ملوک پیارے حال نہ دیکھیں میرا کی کجھ ظلم تیرے بن ترٹے دسا جگ ہنیرا

چلدی واری یاد نہ کیتوئی ٹریوں پا وچھوڑا نال منہ ڈٹھا نال سنگ گیوس برم افسوس نہ تھوڑا

سجناں ایہ سجنوٹ نہ آہی یاراں نال نہ یاری یاد کیتے بن گیوں اگلا مینوں دے سر بھاری

ترٹی کت کلیجے ایسی کدے نہ باہر نکلسی جب لگ ہڈی ماس تتی دا مٹی وچ نہ گلسی

ایسی جاگیوں ٹر شاہا جتھوں کوئی نہ مرڈا گجے روگ کنوں دل میرا کچرک زہی چرڈا دردِ قصابی اندر وڑیا لے کے تیز کٹاری! کپ کلیجہ پرزے کیتوس سیخ بھنی وچ ناری!

پتی کڑاہ ندی دی مچھی تیلیں پاء تلیندی خار و خار ہويا بھ گوشت کچرک اگ جھلیندی

دن بدن غم جدائی کا بوجھ بڑھتا گیا اور صبر اور برداشت کی طاقت کم ہوتی گئی۔ اگر چاہے تو اسے منزل پر پہنچائے راستے میں پھینکا نہیں جاسکتا تھا۔

وہ تو اڑنے والی پری تھی اگر اس کا دل چاہتا تو وہ اڑ جاتی وہ آگ سے تھی اور وہ خاکی انسان تھا جب وہ مر کر مٹی ہو گیا تھا وہ اسے چھوڑ کر جاسکتی تھی۔

لیکن جن کا عشق سچا اور محبوب اپنا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ چھوڑ کر نہیں جاتا ہے۔ اے محمدؐ پھر دونوں جہاں میں دوستی پال کر دکھاتا ہے کبھی بے وفائی نہیں کرتا ہے۔

بابا گرو نانک دیو جی نے اپنی بانی میں ایک بڑی پتے کی بات کہی ہے۔ اس دوست کی ایسی ریت ہے کہ یہ پھر بے بسے جاتا نہیں ہے۔ یہ جدائی برداشت نہیں کرتا ہے۔

روتی روتی پر غشی طاری ہو گئی اور کمزوری سے گر پڑی، نبض رکنے لگی رنگ بدل گیا اور سانس تیز ہو گئیں۔ ایسا وقت گیا تھا جیسے روح پرواز کرنے ہی والی ہے۔

خدمتگاروں نے فوراً اسے محلات میں پہنچا دیا۔ اور جب اس کا نیک وقت آ گیا تو اس نے پیارے کی جدائی کے غم درد میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اسے خوشبو نے آ کر پیغام دے دیا تھا کہ تجھے گلاب کے پھول ہلا رہے ہیں۔ ار وہ مست چمن کی بلبل اڑ کر ان پھولوں کا دیدار کرنے چلی گئی۔

وہ حسن کے حقانی سمندر سے ایک صاف نورانی قطرہ تھا اور مجازی ندی میں ایک عورت کی شکل اختیار کر کے آیا تھا۔

وہ مجازی یعنی دنیا کے باغ میں ایک شبنم کا سچا قطرہ تھا۔ سورج کو دیکھ کر اڑ کر اونچی ہو گی اور اس کو پیدا ہونے کا خیال آیا۔

دن دن بھار بھر دا ودھدا زور تحمل گھٹیا!
بے چاہے تال توڑ پوچائے راہ نہ جاندا سٹیا

اوہ پری سی اڈن والی اڈدی بے چت چاندی
اوہ ناری ایہ خاکی بندہ خاک ہویاں چھڈ چاندی

دلبر آپ جنہاندا ہويا پھیر نہیں سٹ جاندا!
دوہاں جہاناں وچ محمدؐ خوب پریت پکاندا

بابے نانک بانی اندر بات کہی یک رنگی!
وس ہويا مر جاندا نایں ریت سجن دی چنگی

روندی روندی نون غشی آئی ڈھٹھی نال ہلاکی
نبضال چھٹ گیاں رنگ پھریاں چائے ساہ چلاکی

خدمت گاراں نال شابی محلاں وچ پوچانی
دیتوں جان سجن دے دردوں نیک گھری جدائی

آ خوشبو سنیہا دتا کھڑے گلاب بولاندے
بلبل مت چمن ول اڈی درشن لین گلاں دے

حسن سمند حقانی وچوں سی قطرہ صاف نورانی
ندی مجازی اندر آیا بن کے شکل زنانی

باغ مجازی اندر آئی بوند سچی شبنم دی
سورج دیکھ ہوئی اڈ اچی جاگی یک جنم دی

سر کے بل گرتے ہوئے پتوں کو ہوا اڑا رہی ہے۔ پھوپھارے بے چارے بڑے بے تاب ہیں اور ان کے منہ بھی سوکھے ہوئے ہیں۔

اگر بہار کے وقت میں وہ غمگین ہیں تو وقت خزاں ان کا کیا حال ہوگا۔ اے میرے پیارے اس دنیا میں سکھ کب نصیب ہوگا۔ تمام جہان دکھوں میں گھرا ہوا ہے اس میں صرف رونا دھونا اور آہیں سکیاں ہی ہیں۔ اگر کسی طرف سکھ ہوگا بھی تو انسانوں میں نہیں ہے۔

ہر وقت کوچ کا نقادہ سر پر بج رہا ہے یہ بات ہر کوئی سن رہا ہے۔ ساتھ کے ساتھی جاتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں کیسے سکھی بسا جاسکتا ہے۔

سیاہ بال ایک ایک کر کے جدا ہو رہے ہیں اور سفید بال پیغام لے کر آتے ہیں کہ اے بندے اس دنیا سے اپنا سامان باندھ رخصت کا وقت آنے ہی والا ہے۔

جب تو جھک کر چلنے لگا تو موت سلام دیتی ہے۔ اے محمدؐ بخش سلام لے کر پھر کون امن سے رہ سکتا ہے۔ پھر سکون ختم ہو جاتا ہے۔

ارے تو اب بھی ٹھہر کر نہیں چلتا ہے کیا ہوا جھک کر چل رہا ہے اے (پروا) اے مشرق سے چلنے والی ہوا اتنا زور سے نہ چل بادل کو تھوڑی دیر رہنے دو۔

جب مشرق کی مغرب میں پھینک دی پھر تمہارا پچھتا نا کس کام آئے گا۔ محمدؐ کہہ رہا ہے اے بڑے دل غافل نہ ہو اس بات کو سمجھنے کی کوشش کر۔

منزل پر پہنچنے والے گھوڑے بھی اب ٹانگوں سے لنگھوا کر چلتے ہیں جنہیں دردِ ریح یعنی ہوا کا درد ہوا نہیں وہاں لے جاتے ہیں اور وہاں شفا ہو جاتی ہے۔

سر منہ پر نے ڈھینڈے و تدے پتر واؤ اوڈارے ہو رہے بیتاب بیچارے سکے منہ فوراً

وقت بہاراں اوہ غمناکی وقت خزاں ایہ زولا کدوں ہووے گا دُنیا آتے سکھ میرے مقبولاً جگت زمانہ دکھیں بھریا روون دھوون آہیں بے سکھ ہوگ کتے ول تاں بھی آدمیاں نوں ناہیں

ہر دم کوچ نقارہ سر تے کھردا پیا سنیندا ساٹھی ژدے جانڈے دسدے کیونکر سکھ وسیندا

کالے اک اک وچھڑ چلے گورے خط لیاے بنھوں بھار تیار سفر دا کوچ سلیمہئے آئے

اڑ کے ٹرن لگوں جس ویلے موت سلام پچائے لے سلام سنا محمدؐ کون امن پھر پائے

اڑیا آجے نہیں اڑ ٹریوں کی ہو یا اڑ ٹریا! بد لے نوں جھٹ کٹن دیہ کھاں زوریں جھل نہ پریا

مشرق دی جد مغرب سٹی کس کم تیرا جھریا! کہے محمدؐ ناں ہو غافل سمجھ مناں توں بڑیا

منزل مارن والے گھوڑے لنگ لنگیں ہن چلدے رہنگن واؤ بنا ہو جس نوں جھولے نے اتول دے

ناک سے پانی کی مدھانی پڑی ہوئی ہے صبح سویرے اسے رڑکتا ہے ایسے پانی میں مدھانی ڈال رکھنے سے تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ اپنی زبان سے تو ٹھنڈا اور زکام کہتا ہے اصل میں اب تیرا کام پورا ہو گیا ہے۔ اس شور سے عزت نہیں رہتی ہے۔ اب کیسے عزت رکھنا چاہتا ہے۔

زندگی کا بازار اب سرد ہو گیا ہے یہی سردی کی بیماری ہے۔ اور اے محمدؐ ابھی تو حرص ہو ٹھنڈا نہیں ہے ابھی باز نہیں آیا ہے۔ آنکھیں پانی کا چشمہ بن گئی ہیں۔ ہر وقت بہتی رہتی ہیں۔ سرد جنگلوں میں چرنے والے ہرن اب چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔ جس جس طرف سے آ کر ملے تھے اسی اسی طرف راہی ہو گئے ہیں اے محمدؐ تمام ساتھ جدا ہو چلے ہیں کوئی بھی ساتھ نہیں نبھائے گا۔

جب ہرنی ہار کر گر پڑی تو اسے تمام جہاں دھندلا نظر آتا ہے۔ اب سوچو کہ تیر چلا رہا ہے اب انہیں سرمہ ٹھیک نہیں کر سکے گا۔

صاف نظر کی شیشی جب ایک دفعہ خالی ہو گئی تو کیا بھرنی ہے اے محمدؐ جب آنکھیں ہی چلی گئیں تو پھر ناک پر عینک رکھ کر کیا کرنی ہے۔

جس نے یہ تمام چیزیں عطا کی تھیں وہی اب ایک ایک کر کے واپسی لیتا جا رہا ہے۔ یہ مل کر بیٹھنے کی گھڑی غنیمت ہے آخر اپنے پیاروں سے جدا ہونا ہے۔

تمام کائنات کے درختوں پر جتنے بھی پتے ہیں۔ اتنے ہی اس حسین صورت والے یہ دنیا چھوڑ کر اپنی قبروں میں جا کر سوتے ہیں۔

جتنے بھی اس دنیا میں خوبصورت سفید زرد پھول ہیں ہر ہر رنگ کی نشانی دیتے ہوئے اس دنیا سے بڑے حسین ہو گئے ہیں۔

نکوں پانی پئی مدھانی رڑکیں سبج سویرے پانی رڑک دہائی ایویں کہہ کی حاصل تیرے ٹھنڈا زکام بناویں موہوں کام ہو یا ہن پورا اس شوروں پت رہندی ناہیں کی لوڑیں پت شوزا

ٹھنڈا ہو یا بازار عمر دا ایہو ٹھنڈا رنجورا اے محمدؐ حرص ہو ایوں ٹھنڈا نہ پیا بھورا چشمیں چشمہ جل دا ہو یاں اٹھے پہر اوہ بنا ہو ٹھنڈیاں باراں کھیں چھپ بیٹھی بار چرندے آہو جس جس پاسوں آن رلے سن ہوئے آتے ول راہو وچھڑ چلے بھ ساتھ محمدؐ کوئی نہ نال بنا ہو

دھند غبار سنار دیوے ہار ڈھٹھی جد ہرنی سر مچواں دے تیر چلاؤ سرمے ول نہ کرنی

ڈوہلی شیشی صاف نظر دی گھت بھرنی کی بھرنی عین گئی پھر کی محمدؐ عینک نک پر دھرنی

ہک ہک کر کے لیندا جاندا جس دتیاں ایہ چیزاں رل بیٹھن دی گھڑی غنیمت پوگ فراق عزیزاں

جتنے ساری دُنیا اندر پت درختاں اتے اتنے صورت سوہنی والے خاک اندر رل تے

جتنے پھل جگت پر سارے سوہے چٹے پیلے ہر ہر رنگوں دیہن نشانی ہو ہو گئے رنکیلے

کے اس بات کو سوچو۔

سب سے اوس حضرت باباجی فرید گنج شکر جو بڑے عارف اہل ولایت ہوئے ہیں۔ ان کی زبان کا ایک ایک سخن ہدایت کی راہبری کرتا ہے۔ اگر کوئی انہیں جان لے۔

پھر حضرت سلطان باہو خاصہ خدا کے بندے ہوئے ہیں ان کی پاک زبان کے دو بڑے دونوں جہاں میں روشن ہوئے ہیں۔ خدا کے بندوں کے لئے بڑا سبق ہے۔

حضرت بھلے شاہ کی کافی سن کر اندر کے کفر کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ وہ بھی واحدت کے دریا میں تیرتے رہے ہیں۔

کوئی فرد فقیر خاصہ اللہ پاک کے نیک بندے ہوئے ہیں وہ فقہ میں بھی چست سخن اور راہ عشق میں بھی خوش رفتار چلنے والے ہیں۔ وہ فقہ کے ہر سبق میں بڑے سوچ سمجھ کر داخل ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے تمام شعر بڑے ترازو پر تول کر لکھے ہیں اور تمام مسائل بھی بیان کئے ہیں۔

اس بڑے خوش اخلاق انسان نے بڑے ظرف سے لعل اور موتی پیندھ کر مالا پروئی ہے۔ وہ مست ہو کر مستی کا جام نوش کر کے شعروں کی گڈی پر سوار ہوا تھا۔

ایک کوئی جان محمد شاعر ہوا ہے اس کے بھی بڑے میٹھے شعر ہیں اے محمد ان کا دوہڑا مردہ دلوں میں جان ڈال دیتا ہے۔ جسے سن کر مردہ جسم میں روح آ جاتی ہے۔

اور کوئی کوئی دوہڑا اور کسی متانے نے بھی کہا ہے اور اے محمد اس کا بھی ہر تیر نشانے پر لگتا ہے۔ اس نے بھی بہت کمال کیا ہے۔

ایک سید صاحب شاہ چراغ دین اور دین کا چراغ ہوئے ہیں۔ ان کا دھنی کے علاقہ پھوٹھوہار میں قیام اور گاؤں چوہان نامی

اول شیخ فرید شکر گنج عارف اہل ولایت ہک ہک سخن زبان اوہدی دا رہبر راہ ہدایت

پھر سلطان باہو ہک ہو یا خاصہ مرد حقانی! دوہڑے پاک زبان اوہدے روشن دوہیں جہانیں

بلھے شاہ دی کافی سن کے ترندا کفر اندر دا وحدت دے دریا ولے اندر اوہ بھی وتیا تردا

فرد فقیر ہو یا کوئی خاصہ مرد صفائی والا فقہ اندر بھی چست سخن ہے عشق اندر خوش چالا بابو باب فقہ دے اندر وڑیا نال سنبھالے بیت ترازو تول بنا یوس مسکے دیوس نالے

سل سل لعل پروتی تسبیح مرد ظریف مداحی بہیل بہیل سخن دی چوہیا پی کے مست صراحی

ہک کوئی جان محمد ہو یا رسلے سخن ساندا دوہڑا اس دا مویاں دلاں نوں جان محمد پاندا

کوئی کوئی دوہڑا آکھ سنایا ہور کسے متانے اس دا بھی ہر تیر محمد لگدا وچ نشانے

شاہ چراغ ہوئے اک سید دیوا دین دنی دا دھنی ملک مکان اونہاندا شہر چوہان سنیندا

وتیا: پھرتا، پلتا، رسلے، میٹھے۔

حامد کوئی ہوا ہے جس نے امام صاحب کا بڑا جنگ نامہ بنایا ہے۔ اس کے ایک شعر کی بھی کوئی قیمت نہیں دے سکتا ہے۔ اور کوئی پیر محمد ہوا ہے اس نے بھی جنگ لکھے ہیں اس نے سچے زمرہ کے موتی لڑیوں میں خوب طرح پر دئے ہیں۔ اور دوسرا پیر محمد نوناں والی میں ہوا ہے اس نے چٹھے کی وار لکھی ہے ایسے لکھی ہے جیسے مہروں سے تھالی بھر دی گئی ہو۔ میاں معظم دین صاحب کو حضوری عظمیٰ عطا ہوئی ہے۔ اس نے ایسے آقا کے نور کی شان کے ایسے موتی پر دئے ہیں۔ اور کوئی عبدی ہوا ہے جس نے رنگ رنگ کے شعر لکھ کر فقہ کی خوب تفصیل بیان کی ہے اس نے فقہ کا خوب اور خدا کی رحمت کا خوب بیان کیا ہے۔

کوئی رانجھا بر خور دار سنیندا بلبل باغ سخن دی شعر اوہدا جیوں واہ فجر دی آنے باس چمن دی ہے۔

حافظ بر خور دار جن کی قبر روشن ہے اور ان کا ہر ایک شعر مصری کی ڈلی کی طرح بیٹھا ہے۔ ان شاعری میں بڑی مٹھا س ہے۔ عبد حکیم جس نے ہندی میں زلیخا لکھی ہے۔ وہ بھی درد سے خالی نہیں ہے اس نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے۔ فارسی کتاب سے لی ہے۔

ایک کوئی صدیق لالی کہلاتا ہے بڑا اچھا انسان ہوا ہے۔ اس نے حضرت یوسف کا سہرا پھول چن چن کر پرویا ہے۔ اس نے آیات اور احادیث پر دئی ہیں اور کہیں گلاب کے پھول بھی ہیں۔ سب کو خداوند تعالیٰ بخش دے اور ہم غریبوں کو بھی بخش دے۔

ہاشم شاہ کی بزرگی اور برکت کا تو کوئی حساب ہی نہیں ہے۔ انہوں نے قیمتی موتی اور جواہر لڑیوں میں پرو کر ظاہر دکھا

حامد جس امام صاحب دا وڈا جنگ بنایا ہک ہک سخن اوہدے دا ہرگز مل نہ جاندا پایا ہور ہویا کوئی پیر محمد اس بھی جنگ بنائے موتی صاف زمرہ سچے لڑیاں بنھ ٹکائے دو جا پیر محمد وڈوٹھا موضع نوناں والی چٹھے دی اس وار بنائی مہریں بھریوں تھالی میاں معظم دین ہوراں نوں عظمیٰ ملی حضوروں گوہر سخن پر دتے اس نے حضرت جیو دے نوروں جس انواع شریف بنائی ہور ہویا کوئی عبدی کیتوس خوب بیان فقہ دا سبھناں رحمت رب دی

حافظ بر خور دار مصنف گور جنہاں دی چٹی! ہر ہر بیت اوہدا بھی مٹھا جیوں مصری دی کٹھی عبد حکیم زلیخا جس نے ہندی وچ بنائی اوہ بھی دردوں خالی ناپیں فارسیوں الثانی

ہک صدیق کہا دے لالی مرد بھلا کوئی ہویا مہتر یوسف دا اس سہرا چن چن پھل پرویا! آیت آتے حدیث پر دتی وچ وچ وانگ گلاباں سبھناں نوں رب صاحب بخشے نالے آساں خراباں

ہاشم شاہ دی حشمت برکت گنتر وچ نہ آوے در یتیم جواہر لڑیاں ظاہر کڈھ لٹاوے

اور نبی پاکؐ نے حکم دیا کہ تم لاہور شریف میں چلے جاؤ اور وہاں جا کر صرف اللہ کے نام لوگوں کو علم پڑھایا کرو۔ اور کبھی یہ سلسلہ رکھنے نہ دینا۔

تب آپ لاہور تشریف لائے اور ایک جگہ پر آ کر قیام کیا۔ نیک انسان بنجرا اور کلر زمین کو بھی گلزار بنا دیتے ہیں۔ چاہے وہ بالکل ہی بے کار ہو۔

خداوند تعالیٰ کا ایک خاص بندہ حسن محمد نامی تیلی تھا آپ آ کر اس کے ہمسائے بنے اب مجھے ان جگہوں کے نام یاد نہیں ہیں۔ اور چکی پینے کی مزدوری کرتے تھے یہی ان کا رزق حلال کمانے کا ذریعہ تھا۔ اور ہر ایک کو فی سبیل اللہ علم شریعت پڑھایا کرتے تھے۔ کوئی معاوضہ نہ لیتے تھے۔

اور یہی نصیحت اپنے شاگردوں اور دوستوں کو بھی کیا کرتے تھے کہ دن ہو یا رات کسی وقت بھی کسی نامحرم کی طرف نہ دیکھو۔

ایک دن اپنے شاگردوں کے ہمراہ ایک رستے پر چلتے جا رہے تھے کہ آگے خوب بن سنور کر ایک نہایت حسین عورت بیٹھی ہوئی تھی۔

اس نے بڑا زیور اور اچھا لباس پہنا ہوا تھا اور بڑی حسین تھی۔ گلابی رنگت سوہنے نقش اور خوب جوانی کی بہار تھی۔ حسن چمک رہا تھا۔

شیخ عبداللہ جب چلتے چلتے اس جگہ پہنچے تو راستے پر اسی جگہ رک کر بالکل چپ چاپ کافی دیر تک کھڑے رہے۔

ان کے ساتھی یہ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور پھر جب اپنے مکان میں آئے تو شاگردوں نے عرض کی اے حضرت یہ کام آپ کے لائق نہیں ہے۔

آپ ہمیں بار بار منع کرتے ہیں اور پند و نصیحت کرتے ہیں کہ نامحرم کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے یہ برے لوگوں کا کام ہے۔

اور آپ آج خود راستے میں کھڑے ہو کر کافی دیر دیکھتے رہے۔ اور عامل شریعت پر آج کیسا وقت آ گیا ہے۔

کیتا امر نبیؐ نے جاؤ شہر لاہور مبارک نام اللہ دے علم پڑھاویں کدے نہ ہوویں تارک

تاں تشریف لاہور لیائے آ بیٹھے ہک تھاویں مرد کرن گلزار زمیں نوں کلر ہووے بھاویں

حسن محمدؐ سی اک تیلی بندہ خاص سائیں دا اس دے آن بنے ہمسائے نام نہ یاد جائیں دا چکی پینے کرن مزدوری کسب حلالوں کھاون نام اللہ دے علم شریعت ہر اک کان پڑھاون

شاگرداں نوں کرن نصیحت نالے سہناں یاراں نا محرم ول دیکھو ناہیں اندر لیل نہاراں

بکدن سنے شاگرداں آہے ڈر دے جاندے رستے اگے نار آہی ہک بیٹھی خوب سندر بند بتے

زیور تے پوشاک عجائب صورت بہت صفائی رنگ گلابی انگ حسابی جو بن جوت جگائی!

شیخ عبداللہ چلدے چلدے جاں اس جانی پہتے رستے آتے چپ چپاتے رہے کھلوتے بہتے

دیکھ حیران ہوئے ہمراہی جاں پھر آئے ڈیرے کیتی عرض شاگرداں حضرت ایہ نہیں کم تیرے

آپ اسانوں مڑ مڑ درجو بہت کرو تاکیداں نا محرم ول دیکھو ناہیں ایہ ہے کم بے دیداں

آپ آج رستے وچ کھلو کے دیکھدیاں جھٹ لایا عامل آپ شریعت آتے آج کی ویلا آیا؟